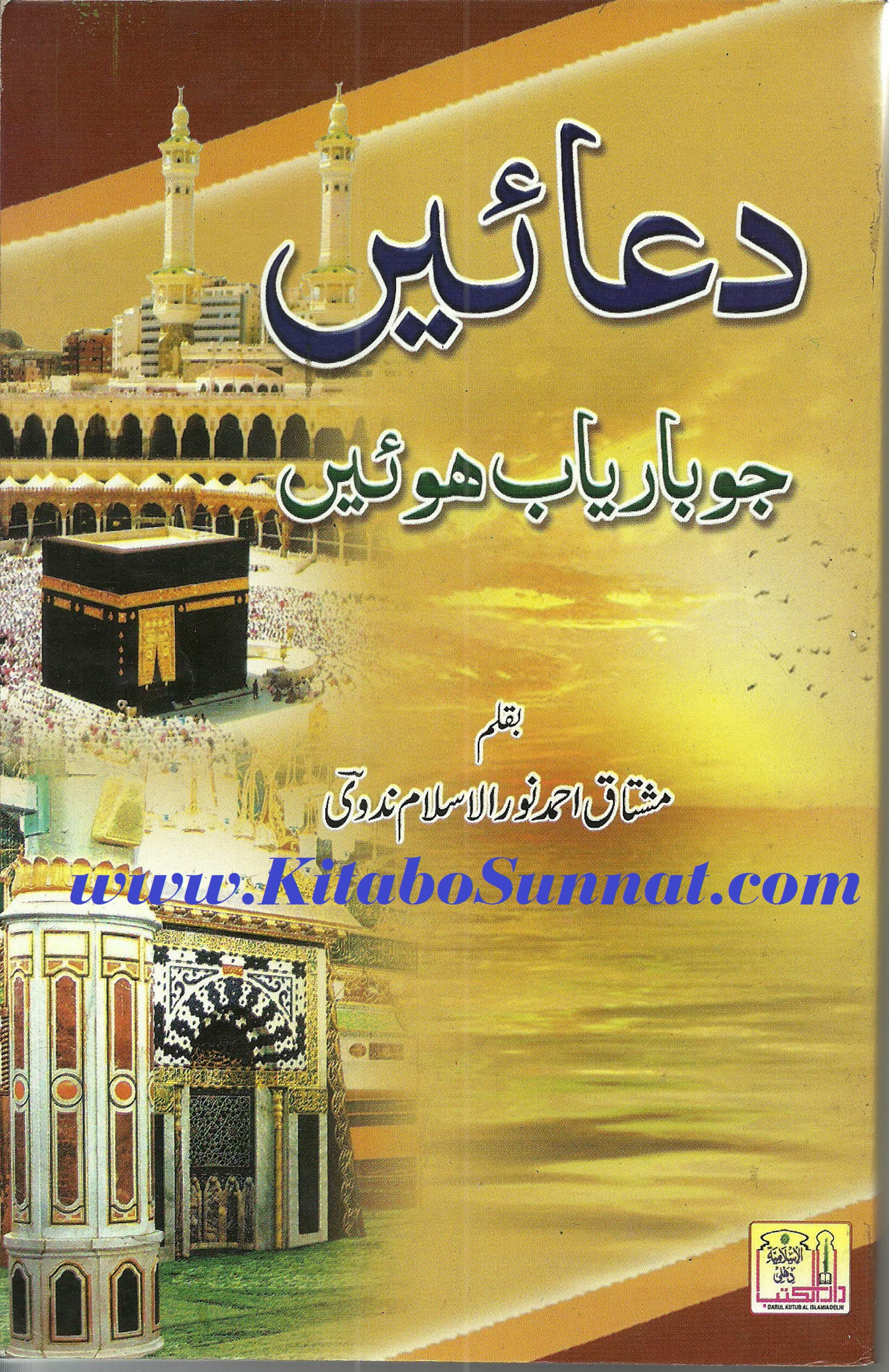

دعائیں

جو باریاب ہوئیں

بقلم

مشتاق احمد نور الاسلام ندوی

دار الکتب الاسلامیة دهلی
DARUL KUTUB AL ISLAMIA DELHI

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد **(Upload)** کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ **(Download)** کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ **KitaboSunnat@gmail.com**

دعائیں

جو باریاب ہوئیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرش سے پایا دعاؤں نے تری حسن قبول

دعائیں
جو باریاب ہوئیں

بقلم

مولانا مشتاق احمد نور الاسلام ندوی

دار الکتب الاسلامیۃ، دھلی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : دعائیں جو باریاب ہوئیں
نام مصنف : مولانا مشتاق احمد نور الاسلام ندوی
ناشر : دار الکتب الاسلامیہ دہلی
تعداد : گیارہ سو
سن اشاعت : جولائی 2011ء
قیمت : 100/- روپے

ملنے کا پتہ

دار الکتب الاسلامیہ
اردو مارکیٹ
419، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
فون:011-23269123
E-mail : darulkutub@hotmail.com

سعودی میں رابطہ
محمد عاقل
پوسٹ بکس نمبر 8928، جدہ سعودی عرب
موبائل:00966-504686317
E-mail : mohammedaqil@hotmail.com

فہرست

مقدمہ 16

اپنی بات 18

استجابت دعا-اعجاز نبوت کا ایک دلکش پہلو

معجزہ کیا ہے؟ 22

معجزات نبی آخر الزماں 22

معجزات ظاہری و معنوی 23

استجابت دعائے نبوی 24

استجابت دعا اور رسول اللہ ﷺ 25

استجابت دعائے نبوی اور صحابہ کرام 25

استجابت دعائے نبوی اور معاندین اسلام 28

کیا آپ کی کوئی دعا رد بھی ہوئی؟ 29

ہدایت کی دعا

اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا! 31

اے اللہ! ''دوس'' کو ہدایت عطا فرما! 35

اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا کر! 35

اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کہ وہ جانتی نہیں! 37

یمن اسلام کی آغوش میں 40

اے اللہ! ان کے دلوں کو پھیر دے! 43

اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے! 49

اے اللہ! اسے ہدایت دے! 51
ابومحذورہ مسلمان ہو گئے 52

شفایابی کی دعا

اے اللہ!... اسے ختم کر دے! 53
اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی کو دور کر دے! 54
اے اللہ! اسے عافیت عطا کر! 55
اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل کر! 56
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اچھے ہو گئے 57
اے لوگوں کے پروردگار! اس بیماری کو دور کر دے! 57
بیانوے سال کی عمر میں تندرست و توانا 58
مجھے نہیں معلوم کہ وہ بیماری دوبارہ کبھی واپس آئی ہو 59
پھر کبھی وہ بے ستر نہیں ہوئی 59
اے اللہ! اسے حسن کی چادر اڑھا دے! 60
اہل مدینہ کو شفا مل گئی 60
اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں بھلائی عطا کر! 61

درازئ عمر کی دعا

حیات دراز فرما اور گناہ بخش دے! 62
اللہ تعالیٰ تمھاری عمر خوب دراز کرے! 63
اللہ اس کی عمر دراز کرے! 64

رحمت کی دعا

اے ابوبکر! اللہ تم پر رحم کرے! 65
اے اللہ! تو ان دونوں پر رحم کر کہ میں ان پر رحم کرتا ہوں! 66
اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے! 66

آج رات کون اس کی ضیافت کرے گا؟ 68
اللہ اس شخص پر رحم کرے جو ان کفار کو ہم سے دور ہٹا دے 70
اے اللہ! ان پر رحم فرما! 70
اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحم فرما! 72
اے اللہ! عباد پر رحم فرما! 72

برکت کی دعا

اگر میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں 74
اللہ تعالیٰ تم دونوں کے لیے اس رات میں برکت عطا فرمائے! 76
اے اللہ! ان میں برکت دے اور ان کی روزی میں کشادگی عطا فرما! 77
اللہ تمھیں برکت عطا فرمائے 78
ورم دور ہو جاتا 79

بارش کی دعا

ہفتے بھر بارش ہوتی رہی 80
بارش شروع ہو گئی 81
ہمیں بارش عطا کر! 82
خوب بارش ہوئی 83
اے اللہ! ہمیں سیراب کر! 83
لوگ سیراب ہو گئے! 84

علم میں برکت کی دعا

اے اللہ! اسے کتاب کا علم عطا کر! 85
اللہ تجھ پر رحم کرے، تو تو ایک سیکھا سکھایا بچہ ہے 88
اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب سکھا اور عذاب سے بچا! 89

خرید و فروخت میں برکت کی دعا

عبداللہ کی خرید و فروخت میں برکت عطا فرما! 91

اے اللہ! اس کی خرید و فروخت میں برکت عطا فرما! 92
پورا ایک اونٹ مع غلہ نفع میں حاصل کر لیتے 93

کھانے پینے کی چیزوں میں برکت کی دعا

کھجور میں برکت 94
ایک صاع جو اور بکری کے بچے میں برکت 95
اے اللہ! اس میں خوب برکت عطا فرما! 97
حَیس میں برکت 99
کنویں میں پانی بھر گیا 100
توشے میں برکت 101
ایک مٹھی کھجور میں برکت 102
تھنوں میں دودھ اتر آیا 102

مسئلے کی وضاحت کے لیے دعا

اے اللہ! گرہ کشائی فرما! 103
اے اللہ! معاملے کو صاف کر دے! 105
جادو کھل گیا 105

فتح و نصرت کی دعا

اے اللہ اگر تو نے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو تیری عبادت نہیں ہوگی! 110
اے اللہ! یہ پیدل ہیں، انھیں سواری عطا کر! 112
اے اللہ! ان کی مدد فرما! 113
اے اللہ! انھیں ہم پر غالب ہونے نہ دینا! 114
اے اللہ! انھیں شکست دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے! 115
اے اللہ! اِسے اُس پر غلبہ عطا کر! 118
اے اللہ! وہ تیری تلواروں میں ایک تلوار ہے.... اس کی مدد کر! 119
اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما! 121

اے اللہ! ان کو صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس لا! 123
اے اللہ! تو انھیں میرے حوالے نہ کر.....! 124

کمزور اور مظلوم مسلمانوں کے لیے دعا

اے اللہ ولید بن ولید.......کو نجات دے! 126

مختلف صحابہ وصحابیات کے لیے دعائیں

نیا لباس پہنتے رہو! 129
اے اللہ! اگر چاہے تو اسے علی کر! 130
اے اللہ! اس کی زبان کو ثبات عطا کر اور اس کے دل کی رہنمائی فرما! 130
اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خاص الخاص لوگ ہیں! 131
اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر! 132
میں تم دونوں کو اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں 133
عبداللہ اور قثم کے لیے دعا 133
اے اللہ! سعد جب تجھے پکارے تو اس کی دعا قبول فرما! 134
اے اللہ! اس کی تیراندازی درست فرما! 136
ایک ایسے آدمی کو شریک فرما جس سے تو محبت رکھتا ہے! 136
سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا 137
میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ انھیں اس سے بے نیاز کر دے! 137
تین چیزوں میں عبداللہ بن زبیر کا کسی سے مقابلہ نہیں تھا 138
اے اللہ! اُبی کے شک کو دور کر دے! 139
اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے انصار کو جزائے خیر عطا کرے! 140
تمھارے یہاں روزے دار افطار کریں! 141
مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا 142
آج جب وہ کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گیا 143
اے اللہ! اسے توفیق عطا کر! 143

اللہ اسے آسودہ نہ کرے! 144
اے اللہ! اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یاب بنا! 145
اے اللہ! اسے ان لوگوں میں شامل فرما! 146
اے اللہ! جبریل امین کے ذریعے اس کی مدد فرما! 146
اللہ تمھارے خیر کی حرص میں برکت عطا کرے! 147
اے اللہ! اسے ان میں شامل کر! 148
اے اللہ! اسے خوب صورتی عطا کر! 149
اللہ تیری حفاظت کرے کیوں کہ تو نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے! 150
اے اللہ! اس پر خیر کی بارش کر اور اس کی زندگی کو مکدر نہ بنا! 151
اللہ کرے یہ ابو خیثمہ ہو! 153
اے اللہ! اسے اچھا شہسوار بنا دے! 153
اس کے دل کو پاک کر دے اور اسے عصمت عطا کر! 154
اللہ تیری گردن مار دے! 155
خوب مال و دولت اور آل و اولاد سے نوازا 156

مختلف شہروں، ملکوں، قبائل اور جماعتوں کے لیے دعا

اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینے کی محبت پیدا کر دے! 157
اے اللہ! مدینہ والوں کے لیے ان کے پیمانوں میں برکت دے! 160
اے اللہ! ہمارے مکے میں برکت عطا کر! 162
اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن پر برکت نازل فرما! 163
اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت پوری کر! 164
اے اللہ! تو نے قریش کے اگلوں کو عذاب چکھایا 165
اے اللہ! عبدالقیس کو بخش دے! 166
قبیلۂ احمس کے شہسواروں اور پیدل فوج کے لیے برکت کی دعا 168
اے اللہ! آل محمد کو اتنی روزی دے کہ وہ زندہ رہ سکیں! 169

اللہ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے.... 171

کوئی محروم نہ رہا!

مہاجرین وانصار کو دعا 173
اے اللہ! حلق کرنے والوں پر رحم فرما! 173
اے اللہ! انصار، انصار کے بیٹوں اور پوتوں پر رحم فرما! 175
بچوں کو دعا 177
زکوۃ پیش کرنے والوں کو دعا 177
نوشادی شدہ جوڑوں کو دعا 177
رخصت ہونے والے کو دعا 178
بیمار شخص کو دعا 178
چھینکنے کی دعا کا جواب دینے والے کو دعا 178

امت محمدیہ کے لیے دعا

اے اللہ! میری امت کو صبح کے سویرے میں برکت دے! 180
اے اللہ! میری امت کو تیرے راستے میں جہاد کرتے ہوئے...! 180
میں توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلوانا چاہتا ہوں 181
اے اللہ! جو میری امت کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے... 182
میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں 183
میں نے اپنے رب سے چار چیزیں مانگیں 183
میں نے اپنے رب سے پانچویں چیز طلب کی 184
اے میرے رب! میری امت کے حق میں کچھ تخفیف فرما! 184
اے اللہ! میں ایک انسان ہوں! 185
میری امت کے لیے آسانی فراہم کر! 186
اے میرے پروردگار! مزید عنایت ہو! 187
میں نے اپنے رب سے شفاعت کا حق مانگا 187

اے اللہ! میری امت کا خیال رکھنا! 188
میں نے اپنے رب سے گزارش کی 188
اے اللہ! میری قبر کو ’’وثن‘‘ نہ بننے دینا! 189
اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا... 189
جنوں کے حق میں دعا 190
اسے اسباب دنیا کم مقدار میں عطا کر! 191

جانوروں کے لیے دعا

اونٹ تیز چلنے لگا 192
اے اللہ! تو اس پر اپنے راستے میں سوار کر! 192
اللہ اس میں برکت دے! 194

ایذا رسانوں، معاندوں اور نافرمانوں کو بددعا!

اے اللہ! تو قریش سے نمٹ لے! 196
اے اللہ! اس پر اپنے کسی کتے کو مسلط کر دے! 198
سات سال کی قحط سالی بھیج کر میری مدد فرما! 199
یہ چہرے بگڑ جائیں! 200
اے اللہ! اسے پچھاڑ دے! 201
اے اللہ! مضر والوں کو سختی کے ساتھ پکڑ لے! 204
اے اللہ! تو ان کافروں کو مار! 206
اے اللہ! بنو لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت کر! 209
اے اللہ! اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دے! 210
اللہ انھیں ہلاک کرے! 212
اللہ کی لعنت ہو چار بادشاہوں پر 212
اور تم کو بھی! 213
اللہ کرے! تو دائیں ہاتھ سے نہ کھا سکے! 214

پھر ایسا ہی ہوگا! 215

عام دعائیں

دعائیں 216
سرسری جائزہ 224
اللہ کا خوف 225
ہدایت و رہنمائی 225
بلندیٔ مقام 225
اخلاق حسنہ 226
رحمت 227
حفاظت 228
صحت و عافیت 229
علم نافع 229
قبول ہونے والے عمل کی توفیق 230
روزی میں کشادگی 230
فقر و مسکنت کی زندگی 231
بخل سے پناہ 231
عاجزی، سستی اور بزدلی سے پناہ 232
راضی برضا رہنے کی توفیق 232
ہر حال میں حق کے اعلان کی توفیق 232
امن و امان 233

وہ کام جن کے کرنے والے کے لیے دعا یا بددعا کی گئی ہے

اشاعت حدیث کی خدمت انجام دینا 235
عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا 236
اپنے اہل خانہ کے ساتھ تہجد کا اہتمام کرنا 236

اذان واقامت کے فرائض کی انجام دہی 236
خرید وفروخت اور تقاضے کے وقت نرمی اور فیاضی سے کام لینا 237
حق والے سے اس کا حق معاف کرالینا 237
پاکی وصفائی 237
صلہ رحمی کرنا 238
صبح سویرے کام میں لگ جانا 238
بے فائدہ باتوں سے پرہیز 238
علی رضی اللہ عنہ سے محبت 238
حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت 239
اللہ کے نام پر سوال کرنا 239
قبروں کو مساجد بنانا 240
غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا اور بدعتی کو پناہ دینا وغیرہ 240
رسول کا نام آنے پر درود نہ بھیجنا 241
صحابہ پر زبان طعن دراز کرنا 241
حرم مدینہ کی بے حرمتی 241
اہل مدینہ پر ظلم کرنا 241
قوم لوط والا عمل کرنا 241
اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنا 243
نحوست کا قائل ہونا 243
حیلہ کے ذریعے حرام کو حلال بنانا 243
سودی کاروبار میں ملوث ہونا 244
چوری کرنا 244
رشوت دینا اور لینا 244
حکمرانوں کا عوام کو مشقت میں ڈالنا 244

شراب سے کسی بھی طرح کا تعلق رکھنا 245

حلالہ کرنا اور کروانا 245

علم ہوتے ہوئے بے عملی کی راہ اختیار کرنا 246

عورتوں کا بکثرت قبروں کی زیارت کرنا 246

مردوں کا عورتوں کی یا عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا 247

مردوں کے لیے عورتوں کا یا عورتوں کے لیے مردوں کا لباس پہننا 247

مصنوعی بال جوڑنا، جڑوانا، گودنا اور گدوانا 247

چہرے کے بال اکھیڑنا اور سامنے کے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنا 247

مصیبت کے وقت چہرہ نوچنا اور گریبان پھاڑنا 248

کفن چرانا 248

زمین کی حد بندی کے نشانات کو بدلنا 248

تصویر کشی 248

حصول نعمت کے وقت گانا بجانا 249

دنیا کی پرستش 249

ننگی تلوار لے کر چلنا 249

جانور کے چہرے پہ داغنا 250

ذی روح کو نشانہ بنانا 250

فہرست مراجع ومصادر 251

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْد

انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کا محتاج وفقیر ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشا، فریاد کو سننے والا، دکھوں کو دور کرنے والا اور بندوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے جو نبوت ورسالت کے عظیم منصب پر فائز رہے وہ بھی اپنی تمام مشکلات اور ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے رہے، قرآن کریم میں نبیوں اور رسولوں کی دُعاؤں کو بیان کیا گیا ہے۔

دُعا کے موضوع پر ہر دور میں علماء کرام نے کتابیں لکھی ہیں۔ کچھ کتابیں تو ایسی ہیں جن میں ہر طرح کی صحیح اور غلط دُعائیں موجود ہیں ایسی کتابیں مارکیٹ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مگر کچھ کتابیں نہایت معتبر، مستند، صحیح اور حسن احادیث کے مطابق ہیں۔

زیر نظر کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے دعا کے موضوع پر بالکل منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کی انفرادیت اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ الٰہی میں قبول ہونے والی وہ دُعائیں جمع کی گئی ہیں، جو آپ ﷺ نے کسی کے حق میں کی یا کسی نافرمان کی نافرمانی کی وجہ سے اس کے خلاف کسی اچھے کام کو دیکھ کر بشارت دی یا کسی برائی کو اختیار کرنے پر بطور وعید بددعا کی وغیرہ، فاضل مرتب نے دُعاؤں کا پس منظر بھی نہایت سلیس انداز میں تحریر کیا ہے، جسے پڑھ کر قاری کو دعا کے تمام پہلو سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں وہی روایات جمع

کی گئیں ہیں جو سنداً صحیح یا حسن ہیں یعنی ضعیف اور موضوع روایات کو اس میں جگہ نہیں دی گئی ہے۔

اس کتاب کی ثقاہت اس اعتبار سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ جماعت کے نہایت قابل اعتماد صاحب علم و فضل عالم محترم مولانا عبد المعید مدنی صاحب حفظہ اللہ نے اس پر مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔

اس کتاب کے فاضل مرتب مولانا مشتاق احمد نور الاسلام ندوی حفظہ اللہ کے ہم بے حد شکر گذار ہیں کہ موصوف نے اس اہم کتاب کی اشاعت کے لیے ”دار الکتب الاسلامیہ“ دہلی کا انتخاب کیا۔

دار الکتب الاسلامیہ دہلی نے نہایت خوبصورت ٹائٹل اور عمدہ کاغذ پر کتاب ھٰذا کو شائع کیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ رب العٰلمین مسلمانوں کو اس کتاب کے ذریعہ روحانی غذا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرتب و ناشر کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

شکیل احمد میرٹھی
دار الکتب الاسلامیہ
دہلی

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ عبد المعید مدنی/ حفظہ اللہ، مدیر ماہ نامہ ''الاحسان'' علی گڑھ

جناب مولانا مشتاق احمد ندوی کی کتاب ''دعائیں جو باریاب ہوئیں'' ہمارے سامنے ہے۔ مولانا نے اس کتاب میں ان دعاؤں کا مستند حوالوں سے احصا کیا ہے، جنہیں رب کائنات کی بارگاہ میں قبولیت سے نوازا گیا۔ یہ وہ دعائیں ہیں جو امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہائے مبارک سے صادر ہوئیں اور نتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔ کبھی فوراً اور کبھی کچھ دیر بعد۔ ان دعاؤں کی متنوع قسمیں ہیں؛ ان میں اصحاب رسول کے لیے دعا ہے، کسی شخص خاص کے لیے دعا ہے، مادی ضرورتوں کے اتمام کی دعا ہے، دینی ترقی اور کامیابی کے لیے دعا ہے، بارگاہ الٰہی میں تقرب کے حصول کی دعا ہے اور دخول جنت کی دعا ہے اور بہت سی ایسی دعائیں بھی ہیں جو دشمنان اسلام کے حق میں بددعا ہیں، وہ بھی فوری یا بدیر نتیجہ خیز اور مؤثر ثابت ہوئی ہیں۔

ان تمام مقبول دعاؤں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت نمایاں ہو کر نکلتی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کس قدر عظیم تھی اور آپ اپنی امت کے لیے کتنا رحیم و کریم تھے کہ زندگی کے ہر موڑ پر جہاں اسباب کو استعمال کیا، وہیں تعلق باللہ کا بہترین اسوہ چھوڑا اور دعاؤں کے سہارے اپنے فداکاروں کے بے شمار مشکلات و مسائل کو حل کیا اور ان کا رشتہ اللہ سے جوڑا۔ اسی طرح وہ دشمنان اسلام جو اسلام اور مسلمان کے لیے اذیت کے سامان تھے اور ان کے حق میں ہدایت ارزاں نہیں تھی ان کی اذیت رسانی کو دور کرنے کے لیے بارگاہ الٰہی میں فریاد کی اور کامیابی حاصل کی۔

کتاب کے مطالعے سے دل و دماغ پر ایک خوشگوار اثر مرتب ہوتا ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی طاقت وتوانائی کا بہت بڑا سرچشمہ تعلق باللہ اور وہ دعا وفریاد تھی جو بارگاہ رب میں خشوع وخضوع سے کرتے تھے۔ ان دعاؤں کے سبب ان کے اندر انابت کی کیفیت برقرار رہتی تھی اور انہیں راہ حق میں استقامت حاصل تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کے حق میں دنیا وآخرت کی کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ تھیں۔

مصنف نے ان دعاؤں کو کتب حدیث سے کھنگال کر نکالا ہے اور اپنے سوز واخلاص کی روشنائی سے عبارت آرائی کر کے ایک زندہ کتاب تحریر کی ہے۔ کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف فکر وفہم اور لیاقت وصلاحیت سے بہرہ ور ہیں۔ نقل وترجمہ کے بجائے ان کے اندر ابتکار اور اپج ہے۔ سلیقہ مند ہیں اور تحریری صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اگر تحریری مشق برابر جاری رکھیں گے تو ان شاء اللہ ایک اچھے مصنف ثابت ہوں گے۔

اللہ تعالی ان کی کتاب کو قبولیت سے سرفراز فرمائے اور اسے ان کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین۔

عبد المعید مدنی
علی گڑھ

اپنی بات

جامعہ اسلامیہ آسام میں تدریس کے زمانے میں ایک مرتبہ مجھے ”مشکاۃ المصابیح“ جلد اول پڑھانے کی ذمے داری سپرد کی گئی۔ اسی دوران ایک دن ”مرعاۃ المفاتیح“ جلد اول کے مطالعے میں مصروف تھا۔ کتاب میں پہلی مرتبہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو ان کے تعارف میں تحریر کردہ شیخ الحدیث عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کی اس عبارت پر نظر پڑی:

”صحابہ میں سب سے زیادہ صاحب عیال تھے۔ ان کی والدہ نے خدمت نبوی میں عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول! اپنے ننھے خادم کے لیے دعا فرما دیجیے!

تو آپ نے فرمایا تھا: ”اے اللہ! اس کے مال و اولاد میں برکت عطا فرما، اس کی عمر بڑھا دے اور اس کے گناہ بخش دے“

چنانچہ وہ کہتے ہیں: میں اپنی صلبی اولاد میں سے دو کم سو کو دفن کر چکا ہوں۔

ان کے پاس ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور اس میں ایک خوش بودار پودا تھا جس سے مشک عنبر جیسی خوش بو نکلتی تھی۔

وہ فرماتے ہیں: اس قدر لمبی عمر ملی کہ اب زندگی سے ادب چکا ہوں اور چوتھی چیز یعنی مغفرت کی آس لگائے بیٹھا ہوں“۔[1]

اسے پڑھتے ہی دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ ایک مضمون لکھ کر رسول اکرم ﷺ کی ان دعاؤں کو جمع کر دیا جائے جو قبولیت سے سرفراز ہوئیں؟ مطالعہ شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ اس قسم کی دعائیں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان پر ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مواد جمع کرنا شروع کر دیا۔

---

[1] المرعاۃ: ۱/ ۴۹

اگست ۲۰۰۸ء میں ماہ نامہ ''نور المصباح'' جھوم پورہ کی ادارت سنبھالی تو خیال آیا کہ ان دعاؤں کو قسط وار شائع کیا جائے۔ لیکن اس خارزار وادی میں ابھی انٹری ہوئی ہی تھی، اس کے نشیب وفراز سے واقف نہیں تھا، اس لیے ہمت جٹا نہیں پا رہا تھا۔ بعض احباب سے مشورہ کیا تو انھوں نے ہمت افزائی کی۔ بالآخر جولائی ۲۰۰۹ء سے اسے قسط وار شائع کرنا شروع کیا تو قارئین نے اس کی خوب پذیرائی کی۔ بعض حضرات نے کتابی شکل میں شائع کرنے کا مشورہ بھی دیا۔ اس سے ہمت پا کر تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا اور اب الحمد للہ کتاب تیار ہے۔ میں نے دعاؤں کے جمع وترتیب کے وقت درج ذیل باتوں کو ملحوظ رکھا ہے:

۱۔ انھی دعاؤں کو شامل کتاب کیا ہے جن کا تعلق مدعولہ کی دنیوی زندگی سے ہو اور جن کے اثرات ونتائج کا مشاہدہ انسان کے لیے ممکن ہو۔ رہی وہ دعائیں جن کا تعلق مدعولہ کی آخرت سے ہو یا ایسی چیز سے ہو جس کے اثرات ونتائج کا مشاہدہ انسانی آنکھوں کے لیے ممکن نہیں، جیسے گناہوں کی بخشش، جنت میں بلندیٔ درجات، عذاب قبر سے محفوظ رہنے اور جنت میں نبی کی رفاقت کی دعا تو میں نے انھیں چھوڑ دیا ہے۔

۲۔ نیز انھی دعاؤں کا انتخاب عمل میں آیا ہے جن کی قبولیت کا مشاہدہ دنیا نے اپنی آنکھوں سے کیا ہے اور حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں نے ان کے اثرات کو اپنے صفحات میں محفوظ رکھا ہے۔ رہی وہ دعائیں جن کی قبولیت یا عدم قبولیت کے سلسلے میں مراجع خاموش ہیں یا وہاں تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی تو ہم نے انھیں بھی ترک کیا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشیں رہے کہ اس طرح کی دعاؤں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔

۳۔ سیرت رسول اور تراجم صحابہ پر لکھی گئی متقدمین اور متاخرین کی اہم کتابوں میں موجود تمام دعاؤں کو جمع کر دینے سے کتاب کافی ضخیم ہو سکتی تھی۔ لیکن اس بات کے پیش نظر کہ استجابت دعا اعجاز نبوت کا ایک حصہ ہے اور معجزے کے اثبات کے لیے بروایت صحیحہ ثابت ہونا حد درجہ ضروری ہے، میں نے انھی دعاؤں کو شامل کتاب کیا ہے جو صحیح یا حسن روایت سے ثابت ہیں۔

۴۔ حدیث کی صحت وضعف کا پتہ لگانے کے لیے زیادہ تر علامہ ناصر الدین البانی اور شیخ شعیب

ارنؤوط رحمہما اللہ کی تحقیقات پر اعتماد کیا گیا ہے۔

۵۔ دعاؤں کو ذکر کرتے وقت مختصر انداز میں پس منظر بھی تحریر کر دیا گیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

۶۔ دعاؤں کے نتائج واثرات کتب حدیث میں دستیاب نہ ہونے کی صورت میں تاریخ وسیرت کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۷۔ کتاب کے اخیر میں کچھ ایسے اعمال بھی ذکر کر دیے گئے ہیں، جن کے کرنے والے کے حق میں رسول اکرم ﷺ نے دعا یا بددعا فرمائی ہے۔ کتاب کے موضوع سے براہِ راست متعلق نہ ہونے کے باوجود میں نے اِن دعاؤں کو اُن باسعادت افراد کے افادے کے لیے شامل کیا ہے، جن کے دل میں اس کتاب کے مطالعے کے بعد سرورِ کونین ﷺ کی دعائے خیر سے مستفید ہونے اور بددعاؤں سے خود کو بچائے رکھنے کا خیال جاگے اور خواہش پیدا ہو۔

۸۔ اس بات کی حد درجہ کوشش کی گئی ہے کہ زبان سلیس، آسان اور قابل فہم ہو۔

اڑیسہ جیسے دور افتادہ علاقے میں رہ کر کام کرنے کی وجہ سے مراجع کی قلت ہمیشہ دامن گیر رہی۔ خاصی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اللہ کے فضل وکرم سے یہ چیزیں راہ کا روڑہ نہ بن سکیں اور کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔

اس موقعے پر میں رب کریم کے آگے سجدہ ریز ہوں کہ اس نے مجھ کم مایہ اور تہی دست کو سیرت رسول علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کے ایک ایسے گوشے پر قلم اٹھانے کی ہمت عطا کی جس پر میری معلومات کی حد تک ابھی تک کوئی مستقل تصنیف سامنے نہیں آئی ہے۔ اس کے بعد میں ماہ نامہ ”نور المصباح“ کے قارئین کا احسان مند ہوں کہ ان کی ہمت افزائیوں نے مجھے زبردست توانائی بخشی اور اپنے کام کو زیادہ ذوق وشوق سے انجام دینے کا اہل ہو سکا۔ جماعت اہل حدیث کے ممتاز صحافی فضیلۃ الشیخ عبد المعید مدنی مدیر ماہ نامہ ”الاحسان“ علی گڑھ/ حفظہ اللہ وتولاہ نے میری گزارش پر کتاب کے بیش تر حصے پر نظر ڈالی، ہمت افزا کلمات کہے اور قیمتی مشوروں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ ایک وقیع مقدمہ تحریر فرمایا۔ یہ ان کی ذرہ نوازی ہے؛ ورنہ مجھ جیسا کم مایہ شخص اس کا مستحق نہیں تھا۔ اسی طرح

استاد محترم فضیلۃ الشیخ محفوظ الرحمٰن فیضیؔ حفظہ اللہ سابق شیخ الجامعہ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئوناتھ بھنجن نے کتاب کے تیاری کے ہر مرحلے پر ہمت افزائی کے ساتھ ساتھ بیش قیمت رہنمائیوں سے نوازا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ان دونوں بزرگوں کے سایہ کو تادیر قائم رکھے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے استفادے کے مواقع ملتے رہیں۔ برادرم محمد رفیق عبدالمنان تیمیؔ، ریسرچ اسکالر جواہر لال نہرو یونی ورسٹی نئی دہلی، برادرم ثناء اللہ صادق تیمیؔ جواہر لال نہرو یونی ورسٹی نئی دہلی، برادرم نسیم اختر ندویؔ، کٹیہار، بہار اور مولانا نعمت اللہ صاحب عمریؔ، امام وخطیب جامع مسجد جھوم پورہ کا ممنون ہوں کہ انھوں نے میری گزارش پر کتاب کو حرفا حرفا پڑھا اور مفید و کار آمد مشوروں سے نوازا۔ برادرم شمیم عالم مقبول عالم سلفی کا شکر گزار ہوں کہ کمپوزنگ کے دشوار ترین مرحلے میں ان کا مکمل تعاون حاصل رہا۔ جامعہ مصباح العلوم السلفیہ، جھوم پورہ کے جملہ اساتذہ کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کتاب کی تیاری کے ہر مرحلے میں میرا ساتھ دیا۔ خود جامعہ مذکور بھی میرے شکریے کی مستحق ہے کہ اس کی طرف سے مجھے کئی سہولیات فراہم رہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر عبیداللہ انصاری صاحب، صدر مقامی جمعیت اہل حدیث جھوم پورہ ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے کتاب کی تیاری کے ایام میں جناب بابو انتخاب عالم صاحب، ایم، ڈی، سراج الدین کمپنی جھوم پورہ کے فنڈ سے مالی اعانت فرما کر کام کو آسان کرنے میں تعاون دیا۔ اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب اور بابو انتخاب عالم صاحب نیز کمپنی کے جملہ وابستگان کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کو حسنِ قبول عطا کرے۔ اس کے افادے کو عام کرے۔ اسے میرے اور میرے متعلقین کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ اور کسی طرح سے دستِ تعاون بڑھانے والے تمام حضرات کو اجر جزیل عطا کرے۔ آمین!

مشتاق احمد ندویؔ

شیونگر، پوسٹ: دیگھری، ضلع: کٹیہار، بہار

۲۰۱۱/۲/۲۵ء

استجابت دعا

اعجاز نبوت کا ایک دلکش پہلو

معجزہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جب انبیائے کرام علیہم السلام کو نوع انسانی کی رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا تو ان کے اندر بہت سی ایسی نشانیاں رکھ دیں، جنھیں دیکھ کر ایک عقل و بصیرت کے حامل انسان کو یہ فیصلہ کرنے میں دیر نہ لگے کہ یہ کوئی جھوٹا انسان نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہے۔ اسی بات کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمائی ہے:

”مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُه أَوْمِنَ أَوْآمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ“ [1]

(ہر نبی کو کچھ ایسی نشانیاں دی گئیں جن کو دیکھ کر لوگ اس پر ایمان لائے)

ان نشانیوں کو آیات، دلائل، براہین اور معجزات وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

معجزات نبی آخر الزماں

تمام انبیا علیہم السلام کی طرح نبی آخر الزماں محمد عربی ﷺ کو بھی یہ آیات عطا ہوئی تھیں، بلکہ دیگر انبیا کے مقابلے میں زیادہ تعداد میں عطا ہوئی تھیں۔ علامہ سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے جو معجزات بروایات صحیحہ ثابت ہیں، ان کا شمار بہت زیادہ ہے۔ اور ہر ایک نبی کے معجزات سے ان کی تعداد بھی افزوں ہے اور ندرت میں بھی ان کا شان اعلیٰ ہے۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۷۲۷۴

[2] رحمۃ للعالمین: ۱۴۳/۳

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام نووی نے "شرح مسلم" کے مقدمے میں بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے معجزات بارہ سو سے زیادہ ہیں۔ بیہقی نے "المدخل" میں کہا ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار ہے اور احناف میں سے زاہدی نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے دست مبارک سے ایک ہزار معجزے ظاہر ہوئے۔ اور کہا گیا ہے کہ تین ہزار معجزے ظاہر ہوئے۔[1]

معجزات ظاہری و معنوی

پھر دیگر انبیا ہی کی طرح محمد عربی ﷺ کو جو آیات عطا ہوئی تھیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں؛ معنوی اور ظاہری۔ معنوی آیات میں نبی کریم ﷺ کے پاکیزہ اخلاق، شجاعت، حلم، سخاوت، زہد و قناعت، ایثار، خلق خدا سے محبت، صدق و امانت، تقویٰ و عبادت، روحانیت، تزکیہ و تربیت، اعلیٰ و ارفع تعلیمات، پاکیزہ اصل اور پیدائش و نشو و نما کی پاکیزگی وغیرہ شامل ہیں، جن کا مشاہدہ کرتے ہی ایک آدمی بے ساختہ کہہ اٹھتا تھا کہ یہ شخص ہرگز جھوٹا، جادوگر یا کاہن نہیں ہو سکتا، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا ہوا رسول ہے۔ لیکن آپ کو جو معنوی نشانیاں عطا ہوئی تھیں ان میں سب سے اہم نشانی قرآن کریم ہے۔ جس کی ترتیب، اسلوب، انداز بیان اور مشمولات سے صاف عیاں ہے کہ یہ کوئی انسانی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ رب دو جہاں کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔

رہی بات ظاہری آیات (معجزات) کی تو ان سے مراد نبی کی جانب سے صادر ہونے والے ایسے محیر العقول واقعات ہیں، جو عام قوانین فطرت کے مطابق نہ ہوں۔ اس طرح کی آیات (معجزات) بھی اللہ کے رسول کو بڑی مقدار میں عطا ہوئی تھیں۔ جیسے آپ کی انگلیوں سے پانی کے پھوارے نکلنا، چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا اور کھجور کے تنے سے رونے کی آواز کا آنا وغیرہ۔

---

[1] فتح الباری: ۶/۷۲۳

استجابت دعائے نبوی

محمد عربی ﷺ کو جو آیات (معجزات) عطا ہوئی تھیں، ان میں سے ایک آپ کی دعاؤں کا بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت سے ہم کنار ہونا ہے۔ علامہ منصور پوری لکھتے ہیں:

وہ عزیز الحکیم اپنے عہد اور اپنے رسول کی عزت و بزرگی کو جہاں و جہانیاں کے دلوں میں مستحکم و استوار کرنے کے لیے ان کی دعاؤں کو بہ سرعت و بہ کثرت قبول فرماتا ہے۔ حتی کہ یہ علامت بجائے خود ایک معجزہ (دنیا کو اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز کرنے والی)، ایک نشان (طالبان ہدایت کو راہ ہدایت پر لانے والی)، ایک آیت (اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچانے والی) بن جاتی ہے۔

سینکڑوں ایسے نظائر موجود ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زبان صدق سے جو الفاظ نکلے وہ پورے طور پر اسی طرح منجانب اللہ پورے کیے گئے، جیسا کہ ان الفاظ کے لغوی معنی کا اقتضا تھا۔[1]

اور علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

’’من جملہ دیگر علامتوں کے اللہ کی بارگاہ میں دعاؤں کا قبول ہونا بھی ایک بڑی علامت ہے، جس سے نیک اور مقبول بندوں کی پہچان اور شناخت ہوتی ہے۔ انبیائے الٰہی سے بڑھ کر خدا کے نیک اور مقبول بندے کون ہو سکتے ہیں؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف اجابت بخشتا ہے اور ان کی نداؤں کو جو ان کے دل کے اندر سے نکلتی ہیں، سمعِ قبول سے سنتا ہے‘‘۔

آپ مزید لکھتے ہیں:

’’آنحضرت ﷺ نے بھی بارگاہ الٰہی میں دعائیں مانگیں، حاجت مندیوں میں اس کے آگے ہاتھ پھیلائے، تنہائیوں میں اس کی رفاقت چاہی، بے کسیوں میں اس کی نصرت مانگی، فقر و فاقے میں اس کے خزانۂ غیب سے مدد طلب کی، حق کی اشاعت میں اس کی اعانت کی درخواست کی، نیک بندوں کے حق میں اپنے آپ کو اس کے سامنے شفیع بنایا، شریروں کے رفع شر کے لیے اس کی غیبی امداد کا سہارا

---

[1] رحمۃ للعالمین: ۱۷۳/۳

ڈھونڈا، اور ان میں سے ہر موقع پر آپ کے لیے قبول واجابت کا دروازہ کھولا گیا"۔[1]

استجابت دعا اور رسول اللہ ﷺ

خود رسول اللہ ﷺ کو بھی اس بات کا بخوبی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو شرف قبول عطا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف آپ اپنے صحابہ کو بکثرت دعاؤں سے نوازتے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے یہ عہد لے لیا تھا کہ انسان ہونے کے ناطے اگر آپ کی زبان سے کسی مسلمان کے حق میں بددعا نکل جائے اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ آپ کی بددعا کو اس کے حق میں دعائے خیر، پاکی اور قیامت کے دن اپنی نزدیکی کے حصول کا ذریعہ بنا دے۔ آپ نے فرمایا:

"میں نے اپنے رب کے پاس یہ شرط رکھی ہے کہ میں ایک انسان ہوں، عام انسانوں کی طرح راضی بھی ہوتا ہوں اور ناراض بھی۔ پس میں اپنی امت کے جس بندے پر ایسی بددعا کر دوں ، جس کا وہ مستحق نہ ہو، اسے وہ اس کی طہارت، پاکی اور قربت کا ذریعہ بنا دے کہ اس کی بنیاد پر اسے قیامت کے دن اللہ کا تقرب حاصل ہو جائے"۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اے اللہ! میں تجھ سے عہد و پیمان لیتا ہوں، ہرگز اس کی مخالفت نہ کرنا؛ میں فقط ایک انسان ہوں، انسان ہونے کے ناطے میں جس مؤمن کو اذیت دوں، برا بھلا کہوں، لعنت بھیجوں اور ماروں، اسے اس کے لیے رحمت، گناہوں سے پاکی اور اپنی قربت کا ذریعہ بنا کہ اس کی وجہ سے اسے قیامت کے دن تیری قربت حاصل ہو جائے"۔[3]

استجابت دعائے نبوی اور صحابہء کرام

---

[1] سیرۃ النبی ﷺ: ۳/۲۳۰

[2] صحیح مسلم رقم: ۲۶۰۳

[3] صحیح مسلم رقم: ۲۶۰۱

صحابہء کرام ﷺ بھی آپ کے اس وصف خاص سے بخوبی واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر خوشی وغمی کے مواقع پر آپ سے دعا کی درخواست کرتے۔ چنانچہ جب دشمن کا ظلم برداشت سے باہر ہو جاتا تو آپ سے دعا کی درخواست کرتے، پیاس کی شدت اور پانی کی قلت ہوتی تو دعا کی درخواست کرتے، کھانے پینے کے سامان معدوم ہوتے اور فاقوں کی نوبت آجاتی تو دعا کی درخواست کرتے، شدت مرض کی وجہ سے نڈھال ہو جاتے اور زندگی کی آس باقی نہ رہتی تو دعا کی درخواست کرتے، تجارت اور آل واولاد میں برکت کے لیے دعا کی درخواست کرتے، طول سفر کی وجہ سے جانور تھک جاتے اور ان میں چلنے کی سکت باقی نہ رہتی تو دعا کی درخواست کرتے۔ الغرض جب بھی ظاہری اسباب کا سرا انھیں اپنے ہاتھوں سے نکلتا ہوا نظر آتا، دعائے نبوی کا سہارا لیتے اور بآسانی ان کے مسائل حل ہو جاتے۔

صحابہء کرام ﷺ کے دل میں دعائے رسول کا کیا مقام تھا، اس کا اندازہ مقداد رضی اللہ عنہ کی اِس حدیث سے لگایا جاسکتا۔ وہ فرماتے ہیں:

''میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مدینہ پہنچا۔ کمزوری کی وجہ سے ہماری دیکھنے اور سننے کی طاقت ختم ہو چکی تھی۔ ہم نے اپنے کو اصحاب رسول کے سامنے پیش کرنا شروع کیا لیکن ان میں سے کسی نے ہمیں قبول نہیں کیا۔ بالآخر دربارِ رسالت میں پہنچے تو آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ وہاں ہمیں تین بکریاں نظر آئیں۔ ارشاد ہوا:

''ان کے دودھ سے ہم چاروں کو گزارا کرنا پڑے گا''

چنانچہ ہم روزانہ دودھ دوہتے، اپنا اپنا حصہ پی لیتے اور آپ کا حصہ رکھ دیتے۔ آپ رات کو تشریف لاتے، ہلکی آواز میں سلام کرتے تا کہ جاگنے والے سن لیں اور سونے والے بیدار نہ ہوں، مسجد جاتے، نماز پڑھتے پھر اپنے حصے کا دودھ نوش فرماتے۔

ایک دن میں اپنا حصہ پی چکا تو شیطان نے ورغلایا۔ اس نے یہ پٹی پڑھائی کہ آپ انصار

کے یہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ وہ کھانے پینے کی چیزیں پیش کرتے ہیں اور آپ سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ اس ایک گھونٹ دودھ کی آپ کو کیا ضرورت؟ چنانچہ میں نے اسے پی لیا۔

جب دودھ اندر چلا گیا اور کام تمام ہو گیا تو شیطان نے مجھے شرمندہ کرنا شروع کیا۔ اس نے کہا: تیرا برا ہو! یہ کیا کیا؟ اللہ کے رسول کا حصہ پی ڈالا؟ آپ تشریف لائیں گے اور دودھ نہیں ملے گا تو بددعا فرمائیں گے اور تو ہلاکت سے دوچار ہو گا۔ اس طرح تیری دنیا و آخرت دونوں کی تباہی یقینی ہے۔ میں سخت بے چینی میں مبتلا ہو گیا۔ میرے دونوں ساتھی آرام سے سو رہے تھے جب کہ میری نیند عنقا ہو چکی تھی۔

اللہ کے رسول تشریف لائے۔ عادت کے مطابق ہلکی آواز میں سلام کیا۔ مسجد گئے۔ نماز پڑھی پھر دودھ کے برتن کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا اور اس میں دودھ نہیں ملا تو آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ بددعا فرمائیں گے اور اس کے ساتھ ہی میرا کام تمام ہو جائے گا۔ لیکن آپ نے فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِيْ، وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ“

(اے اللہ! جو مجھے کھلائے اسے کھلا اور جو مجھے پلائے اسے پلا)

یہ دعا سنتے ہی میں نے جسم پہ چادر باندھی، چھری لی اور بکریوں کی طرف اس ارادے سے بڑھا کہ ان میں جو زیادہ موٹی ہے، اسے ذبح کر کے آپ کو کھلاؤں اور آپ کی دعا کا مستحق بن جاؤں۔ لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ خلاف معمول اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں! دیگر بکریوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ سب کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے آل محمد ﷺ کا ایک برتن اٹھایا، جس میں دودھ دوہنے کے بارے میں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ دودھ دوہنا شروع کیا تو برتن بھر گیا۔ بھرا ہوا برتن خدمت میں پیش کیا تو فرمایا:

”آج تم پی چکے؟“

عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پہلے نوش فرمایئے تو سہی!

چنانچہ نوش فرمایا۔ مجھے برتن تھمانا چاہا تو میں نے دوبارہ پینے کی گزارش کی، جسے قبولیت سے نوازا۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ آپ سیر ہو چکے ہیں اور میں آپ کی دعا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس قدر ہنسا کہ زمین پہ گر پڑا۔ کپڑوں کا بھی خیال نہ رہا۔ آپ نے فرمایا:

''مقداد! شرم گاہ کا خیال رکھو!''

میں نے اپنے آپ پر کنٹرول کیا اور پورا ماجرا سنایا تو فرمایا:

''یہ تو اللہ کی رحمت تھی۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگاتے اور وہ بھی اس سے فیض یاب ہوتے!''

میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! جب آپ اور آپ کے ساتھ میں اس سے شاد کام ہوگیا تو دوسروں کو حاصل ہو یا نہ ہو، مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے![1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی دعاؤں کو حد درجہ عزیز رکھتے اور دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو اس کے سامنے ہیچ جانتے۔ چنانچہ ابوطالب کی حالت کفر میں وفات ہوگئی تو ان کے فرزند علی رضی اللہ عنہ نے حکم رسول کے مطابق انھیں سپرد خاک کر دیا۔ جب وہ اس سے فارغ ہو کر لوٹے تو آپ نے انھیں دعاؤں سے نوازا۔ وہ فرماتے ہیں:

''آپ کی یہ دعائیں مجھے اس قدر عزیز ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ ان کے بدلے مجھے سرخ وسیاہ اونٹ مل جائیں!''[2]

استجابت دعائے نبوی اور معاندین اسلام

آپ کی دعوت کے منکرین کو بھی اس بات کا یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں حیرت ناک

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۲۰۵۵ [2] مسند احمد رقم: ۸۰۷، ۱۰۷۴، اس کی سند صحیح ہے۔ احکام الجنائز ص: ۱۶۹-۱۷۰۔

تاثیر ہے۔ چنانچہ مکے میں جب قحط پڑا تو ابوسفیان نے بھی بحالت کفر اسی آستانے پر دعائے رحمت کی درخواست کی[1] ابوجہل ودیگر روسائے قریش جو آپ کی نماز میں خلل انداز ہوئے تھے، جب آپ نے ان کے حق میں بددعا کی تو وہ خوف سے کانپ اٹھے۔[2]

کیا آپ کی کوئی دعا رد بھی ہوئی؟

کتب حدیث میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آپ نے اپنے رب کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے لیے قبولیت کا دروازہ کھول دیا۔ جب کہ اس کی مثال مشکل ہی سے ملتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے رب سے کوئی چیز مانگی ہو اور آپ کی طلب پوری نہ کی گئی ہو۔ اسی بنیاد پر امام ابن حبان کا یہ رجحان ہے کہ آپ کی ساری دعائیں قبول ہوئیں اور کوئی بھی دعا قبولیت سے خالی نہ رہی۔ لیکن علامہ ابن حجر نے ان کے اس خیال کی تردید کی ہے۔[3] کیوں کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ عالیہ سے چلے۔ بنومعاویہ کی مسجد سے گزرے تو اس میں داخل ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں۔ نماز سے فراغت کے بعد بڑی دیر تک دعا کرتے رہے۔ پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

”میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں، اس نے مجھے ان میں سے دو چیزیں عطا کیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میری امت کو قحط سالی کے ذریعے ہلاک نہ کرے تو اس نے اسے قبول کر لیا۔ اس سے یہ بھی درخواست کی کہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے تو اسے بھی قبول کر لیا۔ اس سے یہ بھی درخواست کی کہ میری امت آپسی ٹکراؤ کا شکار نہ ہو تو اس نے اسے رد کر دیا“۔[4]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سفر مکہ کے موقعے پر اپنی والدہ محترمہ کی

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۱۲۴۸ [2] صحیح بخاری رقم: ۲۴۰

[3] فتح الباری: ۶/ ۵۲۱، نیز دیکھیے الصحیحة تحت رقم: ۳۱۷۵ [4] صحیح مسلم رقم: ۲۸۹۰

قبر کی زیارت کی تو اس قدر روئے کہ آس پاس موجود صحابہ بھی رو پڑے۔ رونے کا سبب دریافت کیے جانے پر فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو نہیں ملی۔ البتہ ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مل گئی''۔[1]

ان دونوں حدیثوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنے رب سے ایک سے زائد چیزیں طلب کیں تو بعض عطا ہوئیں اور بعض نہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی بعض دعائیں ایسی بھی ہیں جن کا بعض حصہ قبول نہ ہو سکا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس طرح کی مثالیں دو چار سے زیادہ نہیں ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۹۷۶، سنن ابی داؤد رقم: ۳۲۳۴، سنن نسائی رقم: ۲۰۳۳، سنن ابن ماجہ رقم: ۱۵۷۲

ہدایت کی دعا

رسول اللہ ﷺ قوم کو سیدھا راستہ دکھانے کی ذمے داری دے کر بھیجے گئے تو آپ نے جہاں اپنی ذمے داری کی ادائیگی پوری تندہی کے ساتھ کی، وہیں اللہ تعالیٰ سے قوم کی ہدایت کے لیے دعا بھی کرتے رہے۔ کیوں کہ ہدایت سے نوازنا اسی کا کام ہے۔ وہ جسے ہدایت دینا چاہے اسے کوئی راہِ حق سے پھیر نہیں سکتا اور وہ جسے گمراہی کے عمیق غار میں دھکیلنا چاہے، اسے کوئی وہاں سے نکال نہیں سکتا۔ بارہا ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی فرد، جماعت، قوم یا علاقے والوں کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی اور اہل جہاں نے ان کے قبول اسلام کی شکل میں اجابت دعائے نبوی کا نظارہ کیا۔ حدیث وسیرت کی کتابوں سے اخذ کردہ درج ذیل واقعات ملاحظہ ہوں:

اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا!

ہادی عالم محمد عربی ﷺ نے جب مکے میں علانیہ دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا اور آپ کی سچی تعلیمات وروشن ہدایات سے متاثر ہو کر لوگ بڑی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو مشرکین مکہ سے یہ منظر دیکھا نہ گیا۔ انھوں نے رسول اسلام اور آپ کے جان باز ساتھیوں کو طرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور اس شجر نوپود کو بہار کا منہ دیکھنے سے پہلے ہی اکھاڑ پھینکنے کی کوشش شروع کر دی۔ غیظ و غضب پر مبنی ان مذموم کاروائیوں اور ایذا رسانیوں کی انجام دہی میں جو افراد پیش پیش تھے، ان میں ابو جہل بن ہشام اور عمر بن خطاب کے نام سرفہرست ہیں۔

ان پریشان کن حالات میں نبی کریم ﷺ نے بارگاہ رب العزت میں پناہ ڈھونڈی اور آپ کی زبان مبارک سے دعا کی شکل میں یہ کلمات نکلے:

’’اَللّٰھُمَّ أَعِزَّالْإِسلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ، بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ بِأَبِى جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ‘‘[۱]

(اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے، اس کے ذریعے اسلام کو طاقت وقوت کا سامان فراہم کر)

دوسری روایت میں دعا کے الفاظ یوں وارد ہوئے ہیں:

’’اَللّٰھُمَّ أَعِزَّالْإِسلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً‘‘[۲]

(اے اللہ! خصوصی طور پر عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا)

علامہ البانی فرماتے ہیں:

ان دونوں روایتوں کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ کیوں کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ آپ نے پہلے دونوں کے حق میں دعا فرمائی تھی، پھر ابوجہل کے عناد اور اسلام دشمنی پر اصرار کو دیکھا تو خصوصی طور پر عمر بن خطاب ﷛ کے حق میں دعا فرمائی۔[۳]

عمر فاروق ﷛ کے لیے کی گئی یہ دعا دو امور پر مشتمل ہے؛ ان کا قبول اسلام اور ان کے ذریعے اسلام کی تائید ونصرت۔ یہ دونوں باتیں حرف بحرف قبول ہوئیں۔ وہ بہت جلد مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے اسلام کو جو قوت و مضبوطی عطا کی اس کا اندازہ درج ذیل امور سے لگایا جاسکتا ہے:

☆ بقول ابن مسعود ﷛ جب سے انھوں نے اسلام قبول کیا تب سے مسلمان برابر طاقت ور اور مضبوط رہے۔[۴]

☆ انہی کا یہ بھی فرمان ہے کہ عمر بن خطاب ﷛ کا قبول اسلام باعث قوت، ان کی ہجرت

---

[۱] صحیح۔ سنن ترمذی رقم: ۳۶۹۰

[۲] صحیح ابن حبان رقم: ۲۱۸۰ موارد

[۳] السلسلة الصحيحة تحت رقم: ۳۲۲۵

[۴] صحیح بخاری، رقم: ۳۶۸۴

باعث نصرت اور ان کی امارت لوگوں کے حق میں رحمت تھی۔ اللہ کی قسم! ہم کھلے عام خانۂ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔[1]

☆ بقول صہیب رضی اللہ عنہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکوں نے کہا: آج آدھی قوم ہم سے الگ ہو گئی۔[2]

☆ آپ نے مدینے کی طرف ہجرت کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہو کر نمایاں خدمات اور کارنامے انجام دیے۔

☆ آپ کے آرا اور مشورے فیصلہ کن، دوٹوک اور صائب ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ چھ مواقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی موافقت میں آیات نازل فرمائیں۔[3]

☆ ۵۳۹ حدیثیں روایت کیں۔[4] صحابۂ کرام میں سب سے بڑے مفتی ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے لیے اپنے قیمتی فتووں کا ایک لازوال خزانہ چھوڑا۔[5]

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حساس اور نازک ترین وقت میں، سقیفہ بنی ساعدہ کے اندر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کر کے امر خلافت کے استحکام کا سبب بنے۔

☆ خلافت صدیقی میں مشیر خاص کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور محکمہ قضا بھی انھی کے سپرد رہا۔

☆ خلافت صدیقی میں جمع قرآن کا عظیم ترین کارنامہ انھی کے مشورے سے انجام پذیر ہوا تھا۔[6]

☆ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور ساڑھے دس سال تک اپنے

---

[1] فتح الباری: ۸۴/۷ [2] فتح الباری: ۴۸/۷

[3] صحیح بخاری، رقم: ۴۴۸۳، صحیح مسلم رقم: ۲۳۹۹۔ ۲۴۰۰، نیز دیکھیے شرح مسلم للنووی ۱۶۷/۱۵

[4] الرعاۃ: ۳۲/۱ [5] اعلام الموقعین ۲/۱ [6] صحیح بخاری رقم: ۴۹۸۹

پختہ شعور، بے پایاں علم اور خداداد صلاحیتوں کے ذریعے اسلام کی سربلندی و سرفرازی کا سامان کرتے رہے۔

☆ انہی کے عہد خلافت میں ایران کی پونے چار سو سال پرانی ساسانی سلطنت کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست وریخت کا سامنا کرنا پڑا اور مشرقی روم کی بازنطینی سلطنت کو اپنے ایشیا و افریقہ کے مقبوضہ علاقوں سے بے دخل ہونا پڑا۔ فتوحات فاروقی کا رقبہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل بیان کیا جاتا ہے۔[1]

☆ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بہت سی مالی و ملکی، سیاسی و انتظامی اور معاشرتی وتمدنی باتیں تجویز و ایجاد فرمائی ہیں، جن کی وجہ سے ان کی حکومت پوری دنیا کی تاریخ میں ایک مثالی حکومت تصور کی جاتی ہے۔ مثلاً:

(۱) بیت المال یا خزانہ باقاعدہ طور پر قائم کیا۔ (۲) سنہ ہجری قائم کیا۔ (۳) فوج کے واسطے باقاعدہ دفتر مقرر کیا۔ (۴) مالی دفتر الگ قائم کیا۔ (۵) رضا کاروں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ (۶) ملک کی پیمائش کا قاعدہ جاری کیا۔ (۷) مردم شماری کرائی۔ (۸) نہریں کھدوائیں۔ (۹) شہر آباد کرائے۔ (۱۰) مقبوضہ علاقوں کو باقاعدہ صوبوں میں تقسیم کیا۔ (۱۱) جیل خانہ قائم کیا۔ (۱۲) پولس کا محکمہ قائم کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔[2]

مذکورہ بالا مختصر اور سرسری جائزے سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں جو دعا فرمائی تھی وہ حرف بحرف قبول ہوئی اور ان کی ذات سے تاریخ کے صفحات پر اسلام کی تائید و نصرت اور استقلال و استحکام کے وہ انمٹ نقوش ثبت ہوئے جو قیامت تک مسلمانوں کے لیے باعث صد افتخار ہیں۔

---

[1] تاریخ اسلام از نجیب آبادی: ۱/ ۳۷۲

[2] البدایۃ والنھایۃ: ۷/ ۱۵۰

اے اللہ! ''دوس'' کو ہدایت عطا فرما!

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ عرب کے اشراف میں سے تھے۔ ہجرت سے بہت پہلے اسلام قبول کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ سے اپنی قوم میں جا کر دعوت وتبلیغ کا کام کرنے کی اجازت حاصل کی۔ اپنے قبیلے دوس کے سامنے دین کی دعوت پیش کی تو ان کے والد، بیوی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور نے اسلام قبول نہیں کیا۔ ابھی آپ مکے ہی میں تھے کہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ دوبارہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! قبیلۂ دوس ہلاک ہو گیا، وہ اس طرح کہ اس نے نافرمانی کی اور اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا، اس لیے آپ ان پر بد دعا کیجیے۔ لیکن آپ نے فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا''[1]

(اے اللہ! دوس کو ہدایت عطا کر)۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق سامنے آیا۔ وہ اس طرح کہ بقول ابن الکلبی حبیب بن عمرو بن حثمہ دوسی قبیلۂ دوس کے حاکم تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں یہ جانتا ہوں کہ ساری مخلوقات کا ایک خالق ہے، لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ کون ہے؟ پس جب انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں سنا تو ۷۵ افراد کی معیت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارے لوگوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔[2]

نیز طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی کے بعد سنہ ۷ھ میں جب مدینہ تشریف لائے تو ان کے ساتھ ۸۰ یا ۹۰ گھرانے تھے جو مسلمان ہو کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تھے۔[3]

اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا کر!

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۴۳۹۲ [2] فتح الباری: ۱۲۸/۸

[3] سیر أعلام النبلاء: ۲۱۰/۳، والاستیعاب ص: ۳۸۴

ابو ہریرہ ﷺ عنہ فقیہ، مجتہد اور حافظ حدیث تھے۔ سب سے زیادہ حدیث رسول روایت کرنے کا شرف انہی کو حاصل ہے۔ ان کا تعلق قبیلہء دوس سے تھا۔ طفیل بن عمرو دوسی ﷺ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے اور سنہ ۷ھ میں ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ کم وبیش چار سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح چپکے رہے۔ آپ کا شمار اصحاب صفہ میں ہوتا ہے۔ عمر بن الخطاب ﷺ کے عہد خلافت میں بحرین کے گورنر بنائے گئے۔ مشہور قول کے مطابق سنہ ۵۹ھ میں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں: ”میری ماں مشرکہ تھی، میں اسے اسلام کی دعوت دیتا، لیکن ہر بار انکار کر دیتی، ایک دن میں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے ایک ایسی بات کہہ ڈالی جو میرے لیے سخت ناگوار تھی، میں روتے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض حال کے بعد گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت سے نوازے۔ میری عرضی سن کر آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے:

”اَللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِیْ هُرَيْرَةَ“

(اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما)

پھر کیا تھا، میں گھر کی طرف دوڑ پڑا، میرا دل بے تاب تھا کہ کب گھر پہنچوں اور اماں جان کو یہ خوش خبری سناؤں۔ لیکن جب گھر پہنچا تو سماں کچھ اور تھا، دروازہ بند تھا اور اندر سے پانی کی حرکت کی آواز آرہی تھی۔

ادھر والدہ محترمہ نے میرے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو آواز دی:

ابو ہریرہ! تم وہیں ٹھہرے رہو!

پل بھر میں کپڑے پہن کر تیزی سے باہر نکلی۔ اور ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ“ کہتی ہوئی حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ اب میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، اپنی

آنکھوں میں خوشی کے آنسو لیے ہوئے دوبارہ خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور آپ کو قبولیت دعا کی بشارت دی"۔

اس طرح ابوہریرہ ؓ کی والدہ کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے جو دعا فرمائی تھی وہ بہت جلد قبولیت سے ہم کنار ہوئی۔ یہ حدیث مسند احمد اور صحیح مسلم کی ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی ایک اور دعا کا ذکر ہے جو بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئی۔ ابوہریرہ ؓ آگے فرماتے ہیں:

"اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ اپنے تمام بندوں کے دلوں میں میری اور میری والدہ کی محبت ڈال دے اور ان کی محبت بھی ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے۔

میری گزارش کو قبولیت سے نوازتے ہوئے آپ نے دعا فرمائی:

"اے اللہ! اپنے اس حقیر بندے اور اس کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں پیدا کر دے اور ان کی محبت بھی ان کے دلوں میں ڈال دے"۔

(ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ) اس لیے اللہ کا جو بھی مومن بندہ میرے بارے میں سنے گا یا مجھے دیکھے گا وہ مجھ سے ضرور محبت کرے گا"[1]

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

یہ حدیث محمد عربی ﷺ کی نبوت پر دلالت کرنے والی ان گنت دلیلوں میں سے ایک اہم دلیل ہے۔ کیوں کہ ابوہریرہ ؓ تمام لوگوں کے نزدیک محبوب ہیں۔[2]

اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کہ وہ جانتی نہیں!

غزوۂ احد کے موقعے پر جب جبل عینین پر متعین تیر اندازوں کی اپنی جگہ سے ہٹنے کی بھیانک غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمان دونوں جانب سے گھر گئے تو افراتفری کا عالم بپا ہو گیا

---

[1] مسند احمد رقم: ۸۲۴۳، صحیح مسلم رقم: ۲۴۹۱

[2] البدایہ والنہایہ: ۱۱۳/۸

اورنوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خود رسول اللہ ﷺ کے پاس جاں نثاروں کے چند نفوس ہی باقی رہ گئے۔ کفار نے موقعے کو غنیمت جانا اور آپ کی ذات اقدس کو نشانہ بنا کر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مارا، جس سے آپ پہلو کے بل گر گئے، سامنے والا ایک نچلا دانت ٹوٹ گیا، نچلا ہونٹ زخمی ہوا، پیشانی خون آلود ہوئی۔ شانۂ مبارک پر تلوار کی وار گہری چوٹ چھوڑ گئی، خود کی دو کڑیاں چہرۂ انور کے اندر دھنس گئیں اور سر مبارک پر بھی زخم آیا..... جسم اطہر زخموں سے چور تھا۔ پھر یہ زخم کس نے دیے تھے؟ وہی جن کی دنیا و آخرت سنوارنے کی فکر آپ کو بے کل کیے ہوئے تھی! قوم اپنے حقیقی فوز وفلاح سے بے خبر جرم قدر ناشناسی میں مبتلا تھی۔ آخر آپ کے لبوں پر یہ الفاظ آ ہی گئے:

”وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے، جس نے اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کر دیا اور اس کے سامنے کا دانت توڑ دیا، حالاں کہ وہ اسے اللہ کی طرف بلا رہا تھا!!“ [۱]

چوں کہ خالق کائنات نے محمد عربی ﷺ کو اہل جہاں کی اصلاح کا حد درجہ صبر آزما کام سونپا تھا، جہاں یاس وقنوط اور مایوسی و درماندگی کا کوئی گزر نہیں، اس لیے اسے اپنے حبیب کی یہ ادا پسند نہ آئی اور فوراً تنبیہ کی۔ ارشاد ہوا:

”لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْيَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْيُعَذِّبَهُمْ ،فَإِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ“۔ [۲]

(اے نبی! اس معاملے میں آپ کو کوئی دخل نہیں، یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ چاہے تو انھیں درگزر کرے یا چاہے تو انھیں عذاب دے، کیوں کہ یقیناً وہ ظلم کرنے والے ہیں۔)

پھر کیا تھا، فوراً آپ کے بحر رحمۃ للعالمینی میں جوش آ گیا اور بارگاہِ الٰہی میں اپنے قتل کی جی توڑ کوشش کرنے والوں کی عام معافی کے خواستگار ہوئے۔ فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ“۔ [۳]

---

[۱] دیکھیے، صحیح مسلم رقم: ۱۷۹۱

[۲] آل عمران: ۱۲۸

[۳] طبرانی عن ابی حازم۔ دیکھیے: فتح الباری: ۷/۴۷۴ نیز دیکھیے الصحیحۃ رقم: ۳۱۷۵

(اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کہ وہ جانتی نہیں!)

آپ کی یہ دعا قبولیت سے ہم کنار ہوئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ معدودے چند کو چھوڑ کر اس لشکر میں شامل سبھی افراد نے اس دعائے رسول کی برکت سے اسلام میں داخل ہو کر ایذائے رسول کے وبال سے چھٹکارے کا پروانہ حاصل کر لیا۔ حتیٰ کہ دشمن فوج کی قیادت کی ذمے داری نبھانے والے ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل بھی بعد میں فدائیانِ اسلام میں شامل ہو کر بخشش کا سامان کرنے میں کام یاب ہو گئے۔ بلکہ عم رسول، شیر خدا، حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ کر کے ان کے کلیجے کو چبا کر نگلنے کی کوشش کرنے والی ہند بنت عتبہ بھی عام بخشش کی اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔ رضی اللہ عنهم ورضوا عنه

نوٹ۔ سورۂ آل عمران کی مذکورہ آیت کے شانِ نزول کے طور پر کتب حدیث میں ایک اور واقعے کا ذکر آتا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے بعد فرض نمازوں میں رکوع کے بعد چار بڑے سرداران قریش پر بددعا کرنا شروع کر دیا تھا۔ فرماتے:

”اَللّٰھُمَّ الْعَنْ أَبَاسُفْيَانَ، أَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ، أَللّٰھُمَّ الْعَنْ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ“۔

(اے اللہ! ابوسفیان پر لعنت کر۔ اے اللہ! حارث بن ہشام پر لعنت کر۔ اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر)

ایک روایت میں سہیل بن عمرو پر بددعا کا بھی ذکر ہے۔

اسی پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو ہدایت بھی نصیب ہوئی۔ یہ چاروں افراد فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔[1]

تو یہاں یہ یاد رہے کہ یہ دونوں واقعات غزوۂ احد سے متعلق ہیں اور اس میں اس بات کا احتمال

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۴۰۶۹، ۴۵۵۹، ۷۳۴۶۔ سنن ترمذی رقم: ۳۰۰۴، ۳۰۰۵۔ سنن نسائی رقم: ۱۰۷۷۔ مسند احمد رقم: ۲: ۵۶۷۴)

موجود ہے کہ مذکورہ آیت دونوں واقعات کے بعد نازل ہوئی ہو۔[1]

یہاں اس کی بھی وضاحت کردوں کہ مسند احمد (۶۳۴۹) اور صحیح ابن خزیمہ (۶۲۲) میں اسی دعا کے تعلق سے ہے: ”دَعَا عَلَىٰ نَاسٍ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ“ یعنی آپ نے بددعا منافقین میں سے کچھ لوگوں پر کی تھی۔ جب کہ پہلی روایت میں ہے کہ آپ نے بددعا مشرکین کے چار سرداروں پر کی تھی۔

تو بقول علامہ سندھی اس میں دو باتوں کا احتمال ہے؛ یا تو لفظ ”اَلْمُنَافِقِيْنَ“ بعض راویوں کے تصرف کا نتیجہ ہے، یا پھر آپ نے مشرکین اور منافقین دونوں کے حق میں بددعا کی تھی، کیوں کہ اس غزوے میں منافقوں نے بھی سخت غداری کی تھی۔ پھر بعض راویوں نے مشرکین کے ذکر پر اکتفا کیا تو بعض نے منافقین کے ذکر پر۔[2]

اور بعض روایتوں کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ حادثۂ رجیع اور بئر معونہ کے بعد فرض نمازوں میں رکوع کے بعد رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان پر لعنت بھیج رہے تھے۔ (صحیح بخاری رقم: ۴۵۶۰)۔ لیکن امام زہری نے اسے ”بَلَغَنَا“ کے صیغے کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس طرح اس میں انقطاع ہے۔ نیز آیت کے نزول اور مذکورہ واقعے کے وقوع کے درمیان زمانی بعد ہے۔ اس لیے یہ صحیح نہیں ہے۔[3]

یمن اسلام کی آغوش میں

عرب ممالک میں سے ایک ملک ہے یمن۔ اس کی تاریخ نہایت قدیم ہے۔ یہ اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی علم کا مرکز رہا ہے۔

ظہور اسلام کے وقت یمن عظیم سلطنت فارس کا ایک حصہ تھا اور اس کی طرف سے باذان نامی ایک شخص یہاں کا گورنر تھا۔

---

[1] فتح الباری: ۷/ ۴۶۴

[2] تخریج مسند الامام احمد للشیخ شعیب أرنؤوط ومعاونیه: ۱۰/ ۴۲۰

[3] فتح الباری: ۸/ ۲۸۷

اہل حجاز کی معیشت دو تجارتی اسفار پر ٹکی ہوئی تھی؛ وہ موسم گرما میں شام کا سفر کرتے اور موسم سرما میں یمن کا۔ اہل حجاز غذائی اجناس یمن ہی سے درآمد کرتے تھے۔ یمن کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ کے رسول ﷺ نے اہل یمن کے حق میں خاص طور سے ہدایت کی دعا فرمائی۔[1]

چنانچہ زید بن ثابت ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یمن کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ! أَقْبِلْ بِقُلُوْبِھِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا"[2]

(اے اللہ! ان کے دلوں کو پھیر دے اور ہمارے صاع اور مُدّ (یعنی غلہ جات) میں برکت عطا کر)

اس دعا کے دو حصے ہیں اور علما نے ان دونوں حصوں کے درمیان وجہِ مناسبت یہ بتلائی ہے کہ اہل مدینہ خود ہی معاشی تنگی اور غذائی اجناس کی کمی کے شکار تھے۔ ایسے میں جب رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کے دلوں کو مسلمانوں کے دارالہجرت مدینے کی طرف پھیرنے کی دعا فرمائی، جن کی تعداد خاصی زیادہ تھی تو ساتھ میں یہ بھی دعا فرمائی کہ اللہ تعالی اہل مدینہ کے غلہ جات میں برکت عطا کرے، تاکہ وہ مدینے میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے دونوں کے لیے کافی ہوں۔ اقامت پذیر لوگ باہر سے آنے والوں سے اکتائیں اور نہ باہر سے آنے والوں پر وہاں قیام کرنا دشوار ہو۔[3]

اگر اس دعا کے پہلے حصے کو لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اہل یمن کے قلوب بڑی تیزی سے اسلام کی طرف مائل ہوئے اور بہت کم وقت میں وہ کسی فوج کشی کے بغیر ہی اسلام میں داخل ہو گئے۔

چنانچہ قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمرو دوسی ؓ سنہ ۷ھ میں ۸۰ یا ۹۰ اہل خانہ کے ساتھ مدینہ پہنچے۔[4]

اسی سال ابوموسی اشعری ؓ بھی اپنے ۵۰ سے زائد اصحاب کے ساتھ مدینہ پہنچے۔[5]

---

[1] تحفۃ الأحوذی: ۹/۳۹۱)

[2] صحیح۔ سنن ترمذی رقم: ۳۹۴۳، ومسند احمد رقم: ۲۱۶۱۰

[3] (تحفۃ الأحوذی: ۹/۳۹۱-۳۹۲)

[4] الاستیعاب ص: ۳۸۴، ط دار المعرفۃ، بیروت

[5] صحیح بخاری رقم: ۳۱۳۶

سنہ ۷ھ ہی میں رسول اللہ ﷺ شاہانِ عالم کے نام دعوتی خطوط بھیجے تو ایک خط شاہِ فارس خسرو پرویز کے نام بھی ارسال کیا۔ اس نے تکبر و غرور کے نشے میں نامہء مبارک کو پھاڑ ڈالا اور یمن پر ماموراپنے گورنر باذان کو آپ کی گرفتاری کو حکم صادر کیا۔ باذان کے نمائندوں نے مدینہ پہنچ کر شاہِ فارس کے حکم سے مطلع کیا تو آپ نے فرمایا کہ پچھلی رات فارس کا بادشاہ ہلاک کیا جا چکا ہے۔ نمائندوں نے واپس جا کر باذان کو یہ ناقابل یقین خبر سنائی۔ اسی اثنا میں مدائن سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی تو باذان اپنے احباب سمیت اسلام میں داخل ہوگئے۔ جس کا اہل یمن پر اسلام کے تعلق سے بڑا اچھا اثر پڑا۔

سنہ ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ سفر تبوک سے واپس ہوئے تو یمن کے مشہور قبیلے ہمدان کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان کی معیت میں دعوتی مشن کو فروغ دینے کے لیے خالد بن ولید ؓ کو بھیجا۔ خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا تو ان کی جگہ پر علی ؓ کو بھیجا اور پورا قبیلہ ایک ہی دن میں ان کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گیا۔[1]

اسی سال نافع بن زید ؓ کی سرپرستی میں ایک وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا، جس کا تعلق یمن کے مشہور قبیلے حمیر سے تھا۔[2]

سنہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع سے قبل یمن کے علاقائی حکمرانوں نے خدمت نبوی میں ایک خط ارسال کر کے اپنے دخول اسلام کا اعلان کیا اور رسول اللہ ﷺ نے نامہ بردار مالک بن مرہ رہاوی کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے لیے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔[3]

اسی سال آپ نے ابوموسیٰ اشعری ؓ کو بھی دعوت کے کام کو مزید وسعت عطا کرنے کے لیے یمن روانہ کیا۔[4]

---

[1] سیر لأعلام:۲/۱۹۰، فتح الباری:۸/۸۱-۸۲

[2] فتح الباری:۶/۳۵۴ و ۸/۱۲۲، والاصابۃ رقم الترجمۃ:۸۶۵۶، اس وفد کی طرف اشارہ صحیح بخاری کی حدیث نمبر:۳۱۹۱ میں موجود ہے۔

[3] فتح الباری:۳/۴۵۶

[4] صحیح بخاری حدیث نمبر:۴۳۴۱، ۴۳۴۲

اللہ تعالی نے ان دعوتی سرگرمیوں میں برکت عطا کی اور اہل یمن کے دلوں میں اسلام کی خوبیاں اس تیزی سے اترتی چلی گئیں کہ ایک ہی سال کے اندر پورا یمن اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا۔[1]

اس طرح اہل یمن کے تعلق سے رسول دوجہاں، محمد عربی ﷺ کی یہ دعا بارگاہِ رب العزت میں باریاب ہوئی کہ اے اللہ! ان کے دلوں کو پھیر دے۔

اب رہی بات اس دعا کے دوسرے حصے کی تو اس کے متعلق ہم انشاء اللہ آگے چل کر مناسب مقام پر گفتگو کریں گے۔

اے اللہ! ان کے دلوں کو پھیر دے!

رسول ﷺ جب جزیرہ نمائے عرب میں مبعوث ہوئے اس وقت دنیا میں دو عظیم سلطنتیں قائم تھیں؛ ایک مشرقی رومی سلطنت، جس کا ذکر تاریخ میں بازنطینی سلطنت کے نام سے آتا ہے، عرب اس کو روم کہتے ہیں۔ اس کی قلم رو میں حسب ذیل ممالک شامل تھے: یونان، بلقان، ایشیائے کوچک، سیریا وفلسطین پورا بحر روم کا علاقہ اور کل شمالی افریقہ۔ اس کا پایۂ تخت قسطنطنیہ تھا۔[2]

براعظم ایشیا کے شام کا پورا علاقہ مشرقی رومی سلطنت کے ماتحت تھا۔ سلطنت روم کی طرف سے اس علاقے پر کنٹرول کے لیے انطاکیہ ثانی راجدھانی کی حیثیت رکھتا تھا۔ شام دراصل بحر متوسط کے مشرقی ساحل پر پھیلے ہوئے علاقے کا نام ہے۔ یہ مشرق میں جزیرۂ سوریا (جو نہر فرات کے شرق میں واقع ہے) اور شمال میں بلاد روم (موجودہ ترکی) سے لے کر جنوب میں جزیرۃ العرب اور مصر کی حدود تک پھیلا ہوا ہے۔ ان دنوں سیریا، اردن، فلسطین، لبنان اور ترکی کے کچھ علاقے اس میں پڑتے ہیں۔ شام تاریخ میں ہمیشہ جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے ایک اکائی کی طرح رہا ہے۔ آج کا ٹکروں میں بٹا ہوا شام اور اس کے ایک حصے پر اسرائیل کا قیام دراصل برطانومی اور فرانسیسی سامراجیت کا اسلامی سلطنت کو ٹکڑوں میں بانٹ کر اس کی طاقت کو پارہ پارہ کرنے کی سازش کا نتیجہ ہے۔

---

[1] ارض القرآن: ۱/۱۹۲

[2] نبی رحمت، از مولانا ابوالحسن علی ندوی ص: ۴۴

حدود شام میں بہت سے عرب قبائل آباد تھے۔ جیسے کلب، لخم، جذام، غسان، قضاعۃ، عذرہ، عاملہ، مذحج، بہرا، سلیح اور بلی وغیرہ۔ رومیوں سے تعلق کی بنیاد پر ان عربوں نے نصرانیت قبول کر لی تھی۔ دیار شام کے عرب باشندوں پر آل غسان کی حکومت تھی، جو رومیوں کے آلہء کار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا پایہء تخت بصری تھا۔[1]

دوسری ایران کی ساسانی سلطنت تھی۔ اس کی بنیاد ۲۲۴ء میں پڑی۔ ایرانی سلطنت مشرق کی رومن سلطنت سے (رومۃ الکبریٰ سے اس کی علاحدگی کے بعد) اپنے رقبے، ذرائع آمدنی اور شان وشوکت میں زیادہ بڑی تھی۔[2]

ایران کی ساسانی امپائر موجودہ پورے ایران، عراق، ارمینیا، افغانستان کے کچھ اجزا، ترکی کے مشرقی حصے اور پاکستان کے بعض حصوں پر مشتمل تھی۔

ایران کی ساسانی سلطنت کے ماتحت علاقوں میں عراق بھی شامل تھا۔ جغرافیہ نویسوں نے عراق کے دو حصے کیے ہیں؛ عرب سے ملحق حصے کو عراق عرب اور عجم سے ملحق حصے کو عراق عجم کہتے ہیں۔ عراق عرب کی حدود اربعہ یہ ہیں؛ شمال میں جزیرہ، جنوب میں بحر فارس، مشرق میں خوزستان اور مغرب میں دیار بکر۔ اس کا مشہور شہر موصل اور دار السلطنت بغداد ہے۔ جو بڑے بڑے شہر اس میں آباد ہیں وہ ہیں کوفہ، بصرہ اور واسط وغیرہ۔[3]

اور عراق عجم کی حدود اربعہ یہ ہیں: شمال میں طبرستان، جنوب میں شیراز، مشرق میں خوزستان اور مغرب میں شہر مراغہ۔ اس وقت اس کے بڑے شہر اصفہان، ہمدان اور رے سمجھے جاتے تھے۔ آج کل رے بالکل ویران ہو گیا ہے اور اس کے قریب طہران آباد ہو گیا ہے۔[4]

عراق غرب میں عرب قبائل بھی آباد تھے جیسے تغلب، بکر، شیبان اور ربیعہ وغیرہ۔ ان میں

---

[1] تاریخ ارض القرآن: ۱/۸۶، ۲/۱۴۶

[2] ایضاً: ۴۶-۴۷

[3] الفاروق: ص ۸۸، حاشیہ

[4] الفاروق: ص ۱۵۶، حاشیہ

سے بعض قبائل میں بھی نصرانیت سرایت کر چکی تھی۔ ظہور اسلام کے وقت ایرانیوں کے ماتحت ایک عرب خاندان مناذرہ یہاں کا فرماں روا تھا۔ اس کا پایہ تخت کوفہ کا متصل شہر حیرہ تھا۔[1]

اس تمہید کے بعد اب یہ حدیث پڑھیے:

جابر ؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے شام کی طرف نظر ڈالی اور فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ أَقْبِلْ بِقُلُوْبِھِمْ''

(اے اللہ! ان کے دلوں کو پھیر دے)

آپ نے عراق کی طرف دیکھا اور اسی طرح کی بات کہی اور آپ نے ہر افق کی جانب دیکھا اور یہی کیا۔ نیز فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مِنْ ثَمَرَاتِ الْأَرْضِ، وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا وَ صَاعِنَا''[2]

(اے اللہ! ہمیں زمین کے پھل عطا کر اور ہمارے مد اور صاع میں برکت دے)

شام اور عراق کی سرحدیں جزیرہ نمائے عرب سے ملی ہوئی ہیں اور شام کے حجاز کے ساتھ تجارتی روابط بھی تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اس بات کی شدید خواہش رکھتے تھے کہ ان دونوں علاقوں کے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں اور یہ خاص دعا اسی شدید تڑپ کا مظہر ہے۔

دعا کے علاوہ اگر دعوتی سرگرمیوں کی بات کریں تو بقول علامہ منصور پوری سنہ ۷ ھ کے پہلے ماہ کی پہلی تاریخ کو آپ نے شہنشاہ روم ہرقل کے نام ایک دعوتی خط ارسال کیا[3] اور دوسرا خط دمشق کے حاکم حارث بن ابوشمر کے نام روانہ کیا۔ ہرقل نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا لیکن نامہ رسول اور نامہ بر دحیہ کلبی ؓ کے ساتھ عزت و احترام اور انعام و اکرام کا برتاؤ کیا۔

---

[1] تاریخ ارض القرآن: ۱/ ۸۷، ۲/ ۱۴۶

[2] مسند احمد: رقم: ۱۴۶۹۰۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے ''صحیح لغیرہ'' کہا ہے۔

[3] رحمۃ للعالمین: ۱/ ۱۵۰

البتہ حارث بن ابو شمر غسانی پر کبر و غرور سوار ہو گیا اور اللہ کے رسول ﷺ پر حملے کی دھمکی دے ڈالی۔

ایک خط آپ نے بصریٰ کے حاکم کے نام بھی لکھا تھا، جو حارث بن عمیر ؓ لے کر جا رہے تھے۔ راستے میں بلقا کے حاکم شرحبیل بن عمرو نے انھیں گرفتار کر کے شہید کر ڈالا۔ نامہ بر کے ساتھ برا سلوک اس زمانے میں بھی روا نہیں سمجھا جاتا تھا، اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے تادیبی کارروائی کے لیے تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا، جو مقام موتہ میں شام کے عرب قبائل اور سلطنت روم کی طرف سے ارسال کردہ دو لاکھ فوج سے ٹکرایا۔ مسلمانوں کو خاصا جانی نقصان اٹھانا پڑا لیکن وہ اہل روم کے دلوں میں اپنی بہادری کی دھاک جمانے میں کام یاب ہو گئے۔ یہ سنہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔

سنہ ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ قیصر روم نے رومی باشندوں اور اپنے ماتحت عرب قبیلوں پر مشتمل فوج فراہم کر کے ایک فیصلہ کن معرکے کی تیاری کر لی ہے اور اس کا ہراول دستہ بلقا تک پہنچ چکا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ مقابلے کے لیے تیس ہزار صحابہ کے ساتھ نکلے اور لمبی مسافت طے کر کے تبوک تک پہنچے۔ دشمن کے اندر مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔ آپ وہاں بیس دن ٹھہرے اور متعدد قبائل کے ساتھ مصالحت کر کے مدینہ واپس ہوئے۔

سنہ ۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ بستر علالت پر تھے کہ آپ کو رومیوں کی طرف سے ریشہ دوانیوں کی اطلاع ملی۔ آپ نے اسی حالت میں اسامہ بن زید ؓ کی قیادت میں ایک بڑے لشکر کی روانگی کا حکم دیا۔ آپ کی علالت بڑھ چکی تھی اس لیے یہ لشکر اس وقت روانہ نہ ہو سکا، لیکن ابو بکر ؓ نے خلیفہ بننے کے بعد پہلی فرصت میں اسے روانہ کیا، جو اہل روم اور عرب قبائل کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بٹھا کر اور ڈھیر سارا مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔

سلطنت روم اس وقت دنیا کی ایک عظیم سلطنت تھی اور نہتے مسلمانوں کے سامنے پسپائی نے اسے غیظ و غضب کا شکار بنا دیا تھا۔ اس لیے وہ اسلامی سلطنت کے تار و پود بکھیرنے کے لیے سازشوں

میں مصروف تھی۔ مسلمان بھی اس کے ارادوں سے بے خبر نہیں تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۳ھ میں اہل ارتداد اور عراق کے سرحدی علاقوں کے تعلق سے اطمینان حاصل ہو گیا تو ابو بکر ؓ نے خالد بن ولید ؓ کے زیر قیادت چالیس سے چھیالیس ہزار جاں نثاران اسلام پر مشتمل ایک لشکر ترتیب دیا، جو میدان یرموک میں روم کی دو لاکھ چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک بھاری بھرکم فوج سے ٹکرایا اور اسے پاش پاش کر دیا۔ رومیوں کی اس شکست کے ساتھ ہی شام کے علاقے تیزی کے ساتھ اسلامی قلم رو میں شامل ہونے لگے، یہاں تک کہ سنہ ۱۶ھ میں فلسطین کی فتح کے ساتھ پورے شام میں اسلامی علم لہرانے لگا اور اس طرح شام سے رومیوں کا عمل دخل ختم ہو گیا۔

اہل شام اور اسلام کے درمیان رومی ہی اصل رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی یہ پردہ ہٹا اور انھیں اسلام کو قریب سے دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا بڑی تیزی کے ساتھ اس کے اسیر بنتے چلے گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا شام اسلام کی آغوش میں آ گیا اور یوں اعجاز نبوت کی کتاب میں ایک اور حسین باب کا اضافہ ہو گیا۔

اب عراق کا رخ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سنہ ۷ھ کے اوائل میں شاہ فارس خسرو پرویز کے نام ایک دعوتی خط روانہ کیا۔ اس نے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا اور شان رسول میں گستاخی بھی کی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب ارتداد کی وبا پورے عرب میں پھیل گئی اور موقعے کو غنیمت جان کر ایرانی براہ راست اہل ارتداد اور نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کو مدد فراہم کرنے لگے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل ارتداد کے مقابلے کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹا سا دستہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ؓ کی سرکردگی میں عراقی سرحد کی طرف روانہ کر دیا اور اہل ارتداد سے فرصت ملتے ہی ان کی مدد کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی بھیج دیا۔ خالد بن ولید ؓ نے حیرت ناک کارنامے انجام دیتے ہوئے ذوالقعدہ سنہ ۱۲ھ تک عراق کے تمام سرحدی مقامات فتح کر لیے۔

لیکن وہ جنگ جو ایرانی سلطنت کے خاتمے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، اہل عراق اور اسلام کے اندر حائل رکاوٹوں کا خاتمہ کر دیا اور باشندگان عراق کی قسمت بدل ڈالی وہ جنگ قادسیہ ہے۔ ایرانی سلطنت نے مسلمانوں کی پیش قدمیوں کو روکنے کے لیے مشہور سپہ سالار رستم کی قیادت میں ایک لاکھ اسی ہزار کا لشکر جرار روانہ کیا اور اس کے مقابلے کے لیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بیس سے تیس ہزار پر مشتمل جاں نثاران اسلام کی فوج سامنے آئی۔ ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ یہ ایک عظیم الشان کامیابی تھی، جس کے بعد مسلمانوں نے ساسانی پایہ تخت مدائن پر قبضہ کر لیا۔

اس فتح کے بعد عراق عرب کا پورا علاقہ اسلامی سلطنت کے ماتحت آ گیا۔ پھر سنہ ۲۱ھ میں ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان نہاوند کے مقام پر ایک بڑی لڑائی ہوئی جسے فتح الفتوح کہا جاتا ہے۔ اس میں بھی مسلمان غالب رہے اور اس کے بعد عراق عجم کا بھی پورا حصہ اسلامی قلم رو میں شامل ہو گیا۔

عراقی عوام نے جو مدت سے ساسانی حکمرانوں، امرا اور درباریوں کے مظالم سہتے آئے تھے، خود بھوکے، ننگے اور بے گھر رہ کر ان کے لیے ہزار طرح کے اسباب تعیش فراہم کرتے آئے تھے اور کبھی آہ کرنے کی بھی جرات نہیں کر سکے تھے، فتح اسلامی کو اپنے حق میں نعمت خداوندی شمار کیا، تعلیمات اسلامی کو کیمیائے سعادت سمجھا اور اسلام کی ضیا پاش کرنوں سے اپنے قلب و جگر کو منور کر لیا۔ اس طرح ہم نے اعجاز نبوت کے ایک اور گوشے کی سیر کر لی۔

اس کے بعد ہم اس حدیث کے اگلے حصے کو لیتے ہیں۔ اس میں ہے کہ ”آپ نے ہر افق کی طرف دیکھا اور یہی کیا“ یعنی آپ نے ہر جانب دیکھا اور دعا کی کے اے اللہ! ان کے دلوں کو ہماری طرف پھیر دے۔

اس دعائے رسول کی برکت کے جلوے دیکھنے ہوں تو فتوحات اسلامیہ کا مطالعہ کریں۔ محمد عربی ﷺ کی وفات کے بعد اسلام جزیرہ نمائے عرب سے باہر بڑی سبک روی کے ساتھ پھیلنا شروع

ہوا اور سلطنت اسلامیہ کی سرحدیں وسیع ہوتی چلی گئیں۔ حتیٰ کہ عہد بنو امیہ ہی میں چین کی مغربی سرحد سے لے کر فرانس کی جنوبی سرحد تک کے پورے علاقے میں ہر طرف اسلامی علم لہرانے لگا۔

پروفیسر محسن عثمانی ندوی لکھتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے صرف ایک سو سال بعد اسلام کا پرچم تین براعظموں پر لہرانے لگا اور مسلمان ایک ایسی عظیم الشان سلطنت کے مالک بن گئے جو رومن امپائر سے بھی جب اس کے عروج کا زمانہ تھا، وسیع تر تھی۔ اسلام کا سیل رواں کسی کے روکنے سے رکتا نہ تھا۔ تمام رکاٹوں کو راستے سے ہٹاتا ہوا، سنگ رہ سے گاہ بچتا گاہ ٹکراتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دنیا کے کونے کونے تک اسلام کی آواز پہنچ گئی۔[1]

اور اگر آج کی بات کریں تو دنیا کے 193 ممالک میں مسلمان بستے ہیں۔ دنیا کا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے۔ ان کی مجموعی آبادی پونے دو ارب کے لگ بھگ ہے۔ اور خشکی کے 28 فیصد حصے پر عالم اسلام بسا ہوا ہے۔ اسے دعائے رسول کی برکت نہیں تو اور کیا کہیں گے؟

اب رہا دعائے رسول کا یہ حصہ ”اے اللہ! ہمیں زمین کے پھل عطا کر اور ہمارے مد اور صاع میں برکت دے“ تو آگے مناسب مقام پر اس کے تعلق سے گفتگو کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے!

مکہ سے تقریبا ۶۰ میل پورب جانب ایک خوش حال شہر آباد ہے، جس کا نام طائف ہے۔ وہاں قبیلۂ ثقیف کے لوگ آباد تھے اور عمرو بن عمیر ثقفی کے تین بیٹے عبد یالیل، حبیب اور مسعود وہاں کے سردار تھے۔ قبیلۂ ثقیف کے لوگ نہایت شجاع، تمام عرب میں ممتاز اور قریش کے گویا ہم سر تھے۔ فنون جنگ سے بھی واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ قرآن اگر اترتا تو طائف اور مکہ کے رؤسا پر اترتا۔

---

[1] دعوت اسلام اقوام عالم اور برادران وطن کے درمیان ص:۴۸

ابو طالب اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد جب مکے کے اندر اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی مضبوط سہارا باقی نہ رہا تو سنہ ۱۰ نبوت میں طائف جا کر قبیلۂ ثقیف کے تینوں سرداروں کے سامنے دعوت اسلام پیش کی۔ لیکن ان تینوں نے نہ صرف یہ کہ آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا، بلکہ سخت اذیت بھی پہنچائی۔

لگ بھگ ۱۱ سال کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تو عام قبائل عرب نے خود پیش قدمی کی اور اسلام قبول کرنا شروع کر دیا، لیکن کچھ ایسے قبائل بھی تھے جن کے لیے مسلمانوں کی یہ کامیابیاں پریشانی کا سبب بن رہی تھیں۔ ان میں دو قبائل زیادہ اہم تھے: قبیلۂ ثقیف اور ہوازن۔ چنانچہ انھوں نے باہم مشورہ کیا اور مقام اوطاس میں ایک لشکر جرار جمع کر لیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو معلوم ہوا تو ۱۲ ہزار افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وادی حنین میں دونوں فوجوں کا سامنا ہوا اور ہوازن و ثقیف کی متحدہ فوج شکست سے دوچار ہوئی۔

شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ اوطاس میں جمع ہو گئی اور کچھ طائف میں جا کر پناہ گزیں ہوئی۔ پہلے اوطاس میں جمع ہونے والوں کا استیصال کیا گیا۔ اس کے بعد طائف کا رخ کیا گیا، لیکن اہل شہر اور شکست خوردہ فوج قلعہ بند ہو گئی تھی۔ انھوں نے سال بھر کے برابر سامان رسد جمع کر لیا تھا۔ دشمنوں کی شدید تیر اندازی سے متعدد مسلمان شہید بھی ہو گئے۔ محاصرے نے طول پکڑا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورے کے بعد محاصرہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ اس موقعے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ان پر بددعا کریں۔ آپ نے بددعا کے بجائے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی:

”اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا!“[1]

---

[1] مسند احمد، رقم: ۱۲۷۰۲، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کے بارے میں ”اسنادہ قوی علی شرط مسلم“ کہا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے لیکن علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے رقم: ۳۹۵۱

(اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے)

کرشمہ ء قدرت دیکھیے کہ ابھی طائف کا کام ادھورا چھوڑ کر مکے سے مدینے کے رخ پر گامزن ہوئے ہی تھے کہ طائف کے سردار عروہ بن مسعود ثقفی خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر تبلیغ اسلام کی خاطر اپنی قوم کے پاس واپس ہوئے۔ لیکن اہل طائف نے انھیں شہید کر ڈالا۔ البتہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ چند مہینے بعد ہی قبیلہ ء ثقیف نے دس سے زائد افراد پر مشتمل اپنے اشراف کا ایک وفد خدمت رسول میں روانہ کیا، جس میں کنانہ بن عبد یالیل اور عثمان بن ابوالعاص وغیرہ شریک تھے۔ اس وفد کے لیے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اسلام کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کے مواقع فراہم کیے گئے اور بالآخر یہ مسلمان ہو کر طائف لوٹا۔ ابتدا میں اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ثقیف اسلام قبول کرنے پر مکمل طور پر آمادہ ہو گیا ہے تو اپنے اسلام کا اظہار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی پورا قبیلہ ء ثقیف مسلمان ہو گیا۔[1]

اے اللہ! اسے ہدایت دے!

رافع بن سنان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی مسلمان نہیں ہوئی۔ دونوں کا ایک لڑکا تھا ، جس کے بارے میں نزاع پیدا ہو گیا۔ دونوں اسے اپنے پاس رکھنے پر بضد تھے۔ معاملہ رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپ نے ماں کو ایک طرف، باپ کو دوسری طرف اور بچے کو دونوں کے درمیان بٹھا کر دونوں میں سے کسی ایک کے پاس جانے کا اختیار دے دیا۔ اب بچہ ماں کی طرف بڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی:

”اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ“

(اے اللہ! اسے ہدایت دے)

اس پر بچہ باپ کی طرف مائل ہو گیا۔ باپ نے بچے کو اٹھا لیا اور اسی کے حق میں فیصلہ صادر کر

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ۲/ ۱۷۷-۱۸۱ نیز دیکھیے رحمۃ للعالمین: ۱/ ۱۶۴-۱۶۹

دیا گیا۔[1]

ابو محذورہ مسلمان ہو گئے!

رسول اکرم ﷺ حنین سے لوٹ رہے تھے کہ راستے میں نماز کا وقت آ گیا۔ اذان شروع ہوئی تو دور موجود کچھ افراد نے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے بطور استہزا کلمات اذان پکارنے شروع کر دیے۔ سب لوگ پکڑ کر لائے گئے۔ ان میں سے ایک کا نام ابو محذورہ تھا۔ ان کی آواز بڑی اچھی تھی۔ آپ نے انھیں اذان سکھائی، جسم پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

”بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ“

(اللہ تجھے برکت عطا کرے)

دعا کے ساتھ ہی اس کے دل میں رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں سے بغض و نفرت کی جمی ہوئی پرتیں اکھڑنے لگیں، چند لمحوں میں آئینۂ دل صاف ہو گیا، حق و باطل کی تمیز آ گئی اور معبودان باطلہ کی پرستش سے کنارہ کش ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور پھر آپ کی اجازت سے مسجد حرام کے مؤذن مقرر ہوئے۔[2]

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۳۷۵۵-۲۳۷۵۷، سنن ابی داؤد رقم: ۲۲۴۴، دیکھیے: صحیح ابی داؤد رقم: ۱۹۶۳۔

[2] مسند احمد رقم: ۱۵۳۸، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

شفایابی کی دعا

صحت وعافیت اور بیماری دونوں اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسی حقیقت کی نقاب کشائی قرآن نے ابراہیم علیہ السلام کی زبانی یوں کی ہے:

”وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ“[1]

(جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا عطا کرتا ہے)

اور اسی کی نشان دہی اس دعا میں بھی کی گئی ہے جو آپ بیمار شخص کے جسم پر دایاں ہاتھ رکھنے کے بعد فرمایا کرتے:

”أَذْهِبِ الْبَأْسَ، رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا“

(اے لوگوں کے رب! بیماری کو دور کر دے، شفا عطا کر، کیوں کہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے علاوہ کوئی شفا دینے والا نہیں، ایسی شفا عطا کر کہ مریض بالکل چنگا ہو جائے)[2]

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اگر کوئی بیماری لاحق ہوتی یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو بارگاہ رب العزت میں دست سوال دراز کرتے، شفا طلب کرتے اور صحت وعافیت کی دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی دعاؤں کی لاج رکھتے ہوئے شفا عطا کرتا۔ ذیل میں ہم نے اسی نوع کی دعائیں نقل کی ہیں:

اے اللہ!... اسے ختم کر دے!

---

[1] الشعراء: ٢٦

[2] مسند احمد رقم: ٢٤٩٥٩، صحیح مسلم: ١٥/٧

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے پاؤں کی دو انگلیوں کے درمیان ایک پھنسی نکل آئی۔ آپ اپنے بعض ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے گئے۔ زخم پہ چھڑکا جانے والا سفوف طلب کیا۔ سفوف حاضر کیا گیا تو زخم پہ ڈال کر فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ مُطْفِیءَ الْكَبِیْرِ، وَمُكَبِّرَ الصَّغِیْرِ، أَطْفِئْهَا عَنِّیْ“

(اے اللہ! بڑے کو نابود کرنے والے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے! اسے ختم کر دے)

چنانچہ وہ پھنسی ختم ہو گئی اور تکلیف جاتی رہی۔[۱]

اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی کو دور کر دے!

مدینے کے شمال مشرق میں ستر میل کی مسافت پر خیبر نامی ایک یہودی نو آبادی تھی۔ مدینے سے بنو نضیر اور بنو قریظہ جلاوطن ہو کر یہیں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ خیبر کے یہودیوں کے پاس آٹھ زبردست قلعے تھے اور پچیس ہزار جنگ جو۔ جزیرۃ العرب میں یہ یہودیوں کی آخری پناہ گاہ تھی۔ یہاں کے یہودی مسلمانوں کے خلاف برابر ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے۔ یہی لوگ جنگ خندق میں مشرکین کے تمام گروہوں کو مسلمانوں پر چڑھا لائے تھے اور بنو قریظہ کو غدر اور خیانت پر آمادہ کیا تھا اور اب بنو غطفان کے ساتھ مل کر مدینہ طیبہ پر حملے کی سازش کر رہے تھے۔

ان کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ ان سے نجات حاصل کرنے کے ارادے سے چودہ سو صحابہ کے ساتھ نکل پڑے۔ یہ محرم سنہ ۷ھ کی بات ہے۔

رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر کی حدود میں داخل ہوئے تو فرمایا:

”کل میں جھنڈا ایک ایسے آدمی کے حوالے کروں گا جس کے ہاتھوں پہ اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے گا۔ اسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے اور اللہ اور اس کے رسول کو اس سے۔“

---

[۱] مسند احمد رقم: ۲۳۱۴۱۔ مستدرک حاکم رقم: ۸۴۶۳۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ابن حجر نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ کما فی تخریج المسند للشیخ شعیب الأرنؤوط ومعاونیہ۔

رات بھر صحابہ اٹکلیں لگاتے رہے کہ وہ کون خوش نصیب شخص ہو سکتا ہے جسے یہ سعادت نصیب ہوگی؟

صبح ہوئی تو لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا اسے عطا ہو۔ عمر بن خطاب ﷛ فرماتے ہیں کہ اس دن کے علاوہ کبھی میرے دل میں امارت کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ میں پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اونچا ہو رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو نظر آ جاؤں اور بلا لیا جاؤں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''علی بن ابی طالب کہاں ہے؟''

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان کی تو آنکھ آئی ہوئی ہے!

فرمایا: ''اسے بلا لاؤ''

وہ لائے گئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔

چنانچہ وہ اس طرح بھلے چنگے ہو گئے کہ جیسے انھیں کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔ انھیں جھنڈا عطا کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پہ فتح عطا فرمائی۔[1]

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا ان الفاظ میں فرمائی تھی:

''اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْقَرَّ''

(اے اللہ! ان سے گرمی اور سردی کو دور کر دے!)

بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں ذکر کیا ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے ان کی آنکھوں میں کبھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔[2]

اے اللہ! اسے عافیت عطا کر!

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۲۹۴۲، ۳۰۰۹، ۳۷۰۱، ۴۲۱۰۔ صحیح مسلم رقم: ۲۴۰۵، ۲۴۰۶۔

[2] فتح الباری: ۷/ ۶۰۶

ایک مرتبہ علی بن ابی طالب ؓ بیمار ہو گئے۔ بیماری اتنی سخت تھی کہ وہ کہنے لگے:

اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آ گیا ہے تو مجھے راحت عطا کر۔ اگر اس میں دیر ہے تو مجھے اٹھا لے اور اگر یہ آزمائش ہے تو مجھے صبر عطا کر!

رسول اللہ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے سنا تو ڈانٹا اور فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ عَافِهِ ،اَللّٰھُمَّ اشْفِهِ“

(اے اللہ! اسے عافیت عطا کر، اے اللہ! اسے شفا عطا کر)

اس دعا کی برکت سے بیماری ایسے غائب ہو گئی کہ پھر کبھی لوٹ کر نہ آئی۔[1]

اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل کر!

سعد بن ابی وقاص ؓ سابقین اولین اور ان خوش نصیب افراد میں سے ایک ہیں جن کا نام لے لے کر اللہ کے رسول ﷺ نے جنت کی خوش خبری سنائی ہے۔ غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک رہے، نیز اس چھ رکنی کمیٹی کے ایک ممبر ہونے کی سعادت رکھتے ہیں، جسے عمر فاروق ؓ نے اپنی وفات کے وقت انتخاب خلیفہ کی ذمے داری سونپی تھی۔ اس زمانے میں مسلمان ہوئے جب اسلام کی آغوش میں چند ہی افراد آئے تھے۔ فرماتے ہیں:

سات دن ایسے گزرے کہ میں اسلام کا تیسرا فرد تھا۔

سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مکہ پہنچے تو شدید بیمار ہو گئے۔ مرض اس قدر شدت اختیار کرتا گیا کہ موت کا ڈر پیدا ہو گیا۔ انھیں یہ فکر ستانے لگی کہ دار الہجرت مدینے کی مٹی کا حصہ بننے کے بجائے کہیں مکے ہی میں دفن نہ ہونا پڑے جہاں سے ہجرت کر چکے تھے۔ وہ یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ مکے میں فوت ہونے سے ہجرت میں نقص آ جائے گا جسے

---

[1] سنن ترمذی رقم: ۳۵۶۴۔ مسند احمد رقم: ۶۳۷-۶۳۸۔ صحیح ابن حبان رقم: ۶۹۴۰۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۳۷۲۷۔

صحابہ کرام ؓ اخروی نجات کا بہت بڑا سرمایہ تصور کرتے تھے۔

وہ انہی افکار و خیالات میں محو تھے کہ رسول اللہ ﷺ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ کو دیکھتے ہی رو پڑے، مکے میں وفات کے خدشے کی وجہ سے ان کے اندر جو شدید بے چینی تھی اس کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے الٹے پاؤں واپس نہ کرے۔

آپ نے ان کی پیشانی میں دست مبارک رکھا۔ چہرے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ"[1]

(اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل کر)

چنانچہ سعد بن ابی وقاص ؓ شفایاب ہو گئے، تکمیل حج کے بعد مدینہ تشریف لے گئے اور ۴۵ سال زندہ رہے۔ آپ ہی کی قیادت میں اسلامی فوج نے ایران کی ساسانی امپائر کی راجدھانی مدائن کو فتح کیا۔ ایوان کسریٰ میں داخل ہوئے اور صلاۃ الفتح کی آٹھ رکعات ادا کیں۔ شہر کوفہ آپ ہی نے بسایا۔ مشہور قول کے مطابق ۵۵ھ میں وفات پائی۔[2]

ابو ہریرہ ؓ اچھے ہو گئے!

ایک مرتبہ ابو ہریرہ ؓ بیمار ہو کر مسجد نبوی کے ایک گوشے میں پڑے ہوئے تھے۔ انھیں تلاش کرتے ہوئے نبی ﷺ آئے، ملنے پر ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعائے خیر کی نیز کلمۂ خیر کہا تو ابو ہریرہ ؓ اچھے ہو گئے۔[3]

اے لوگوں کے پروردگار! اس بیماری کو دور کر دے!

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۵۶۵۹۔ صحیح مسلم رقم: ۱۶۲۸۔ سنن أبی داوٗد رقم: ۲۸۶۴۔ سنن ترمذی رقم: ۲۱۱۶۔ سنن نسائی رقم: ۳۶۲۸-۳۶۳۰۔ سنن ابن ماجہ رقم: ۲۷۰۸۔ مسند احمد رقم: ۱۴۴۰، ۱۴۷۴۔

[2] مسند احمد مع تحقیق الشیخ شعیب ارنؤوط و معاونیہ: ۴۸/۳۔ فتح الباری: ۲۶۲/۵۔

[3] سنن ابی داوٗد: ۵۰۲/۱ بسند صحیح۔ کذا فی اللمحات: ۲۵۶/۱۔

محمد بن حاطب ؓ ایک صحابی ہیں۔ ان کے بچپن کی بات ہے، ایک مرتبہ ہانڈی میں ہاتھ ڈال دیا، جس سے ان کا ہاتھ جل گیا، پریشانی کے عالم میں ان کی ماں انھیں لے کر خدمت رسول میں حاضر ہوئی۔ آپ نے ان کے جلے ہوئے ہاتھ پر اپنا دست مبارک پھیرا اور یہ دعا فرمائی:

”أَذْهِبِ الْبَأْسَ، رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ“[1]

(اے لوگوں کے پروردگار! اس بیماری کو دور کر دے اور شفا عطا کر، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے علاوہ اور کوئی شفا نہیں دے سکتا)۔

اس روایت میں اسی قدر ہے لیکن مسند احمد اور صحیح ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ محمد بن حاطب ؓ کی ماں کہتی ہیں:

بچے کو لے کر میں وہاں سے اٹھنے بھی نہیں پائی تھی کہ بچے کا زخم چنگا ہو گیا۔[2]

بیانوے سال کی عمر میں تندرست و توانا!

سائب بن یزید ؓ ایک صحابی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت صرف آٹھ سال کے تھے اور بقول ابن ابی داؤد مدینے میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی ہیں۔[3]

ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے تو ان کی خالہ انھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئی اور عرض پرداز ہوئی کہ میرا بھانجا تکلیف میں ہے۔ اس کے حق میں دعا فرما دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ آپ کی دعا کی برکت سے تندرست و توانا ہو گئے بلکہ ان کی تندرستی و توانائی اخیر عمر تک باقی رہی۔ جعید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے بیانوے سال کی عمر میں ان کو توانا اور مضبوط دیکھا۔ انھوں نے فرمایا:

---

[1] مسند احمد باسناد حسن رقم: ١٨٢٧٦۔ [2] مسند احمد رقم: ١٥٤٥٣۔ صحیح ابن حبان رقم: ٢٩٧٧۔ صحیح ابن حبان کے محقق علامہ شعیب ارنووط کہتے ہیں کہ اس کی سند شواہد میں حسن ہے۔

[3] فتح الباری: ٦٨٦/٦۔

مجھے اللہ تعالی نے صرف دعائے رسول کی برکت سے سماعت و بصارت (سننے اور دیکھنے کی قوت) سے نواز رکھا ہے۔[۱]

مجھے نہیں معلوم کہ وہ بیماری دوبارہ کبھی واپس آئی ہو!

عثمان بن ابو العاص ﷺ کو آپ نے طائف کا عامل مقرر کیا تو انھیں نماز میں وسوسہ پیدا ہونے لگا۔ معلوم نہیں رہتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ اس سے تنگ آ کر خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور حاضری کا مدعا رکھا۔ آپ نے فرمایا:

”یہ شیطان کا اثر ہے، تم قریب آؤ“

قریب ہوئے تو ان کے سینے پر ہاتھ مارا، منہ میں دم کیا اور فرمایا:

”نکل جائے اللہ کے دشمن!“

تین بار ایسا کیا پھر عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”جاؤ اپنی ذمے داری سنبھال لو“

عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میری زندگی کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ وہ بیماری دوبارہ کبھی واپس آئی ہو۔[۲]

پھر کبھی وہ بے ستر نہیں ہوئی!

ایک مرتبہ ایک کالی کلوٹی عورت خدمت رسول میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی:

مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے ننگی ہو جاتی ہوں۔ آپ میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں کہ اس بیماری سے نجات مل جائے۔

---

[۱] صحیح بخاری رقم: ۵۶۴۰۔

[۲] سنن ابن ماجہ رقم: ۳۵۴۸۔ علامہ بوصیری کہتے ہیں: اس کی سند صحیح اور رجال ثقہ ہیں۔

آپ نے فرمایا:

’’اگر تم چاہو تو اس تکلیف پر صبر کرو۔ تمھیں اس کے بدلے جنت ملے گی اور اگر چاہو تو میں اللہ سے دعا کر دیتا ہوں کہ وہ تمھیں اس بیماری سے عافیت دے دے‘‘

اس نے کہا: اچھا ٹھیک ہے۔ پھر میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم دورے کے وقت بے ستر ہو جاتی ہوں۔ آپ اللہ سے دعا فرما دیں کہ میں بے ستر نہ ہوں۔

آپ نے اس کی گزارش کو شرف قبول بخشتے ہوئے دعا فرما دی۔[1]

چنانچہ اس کے بعد اس پر مرگی کے دورے تو پڑتے تھے لیکن وہ بے ستر نہیں ہوتی تھی۔[2]

اے اللہ! اسے حسن کی چادر اڑھا دے!

بدر کے دن قتادہ بن نعمان ﷺ کی آنکھ میں شدید چوٹ لگی، جس سے آنکھ کا ڈھیلا رخسار پہ آ گیا۔ لوگوں نے اسے کاٹ کر الگ کر دینا چاہا لیکن انھوں نے نبی کریم ﷺ سے مشورہ لیے بغیر ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ کے پاس آئے اور قصہ سنایا تو آپ نے انھیں قریب کیا۔ ڈھیلے کو اٹھا کر اس کی جگہ پہ رکھ دیا۔ پھر اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا:

’’اَللّٰهُمَّ اكْسُه جَمَالًا‘‘

(اے اللہ! اسے حسن کی چادر اڑھا دے)

چنانچہ ساری تکلیفیں جاتی رہیں۔ زخم چنگا ہو گیا۔ آنکھ اس طرح ٹھیک ہو گئی کہ بعد میں کسی کے لیے یہ پہچاننا ممکن نہ رہا کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔[3]

اہل مدینہ کو شفا مل گئی!

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۵۶۵۲۔ صحیح مسلم رقم: ۶/ ۲۵۷۶۔ [2] عمدۃ القاری: ۱۴/ ۶۴۷۔ شرح ریاض الصالحین از علامہ ابن عثیمین ص: ۶۷۔ [3] السیر رقم الترجمہ: ۱۶۲، ایمن الشمراوی نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس بخار حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے ان لوگوں کے پاس بھیجیے جو آپ کے نزدیک قابل ترجیح ہوں۔ پس اسے انصار کے پاس بھیج دیا۔ ان کے یہاں چھے دنوں تک ڈیرہ جمائے رہا تو وہ اس سے اوب گئے۔ آپ کا انصار کے یہاں جانا ہوا تو انھوں نے بخار کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ ایک ایک گھر میں تشریف لے گئے اور عافیت کی دعائیں کیں[1]

اور اللہ تعالی نے انھیں شفا عطا فرمائی۔

اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں بھلائی عطا کر!

ایک دن رسول اکرم ﷺ ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو بیماری سے سوکھ کر چوزے کی مانند ہو گئے تھے۔ ان سے پوچھا:

”کیا تم اللہ سے کچھ مانگتے رہے ہو؟“

جواب دیا: جی ہاں! میں یہ دعا کرتا رہا ہوں کہ اے اللہ! جو سزا تو مجھے آخرت میں دینا چاہتا ہے دنیا ہی میں دے دے!

ان کی بات سن کر فرمایا:

”سبحان اللہ! تمھارے اندر اسے برداشت کرنے کی سکت نہیں ہے۔ تم یہ کیوں نہیں کہتے:

”اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“؟

(اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں بھلائی عطا کر اور آخرت کے عذاب سے بچا)

پھر آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور وہ شفایاب ہو گئے[2]

---

[1] الأدب المفرد باسناد صحيح، دیکھیے الصحیحہ تحت رقم: ۲۵۰۲۔

[2] صحیح مسلم رقم: ۲۶۸۸۔

درازئ عمر کی دعا

فقہا کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ کسی کو طول عمر کی دعا دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ایسا کیا جاسکتا ہے کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک سے زائد افراد کو طول عمر کی دعا سے نوازا ہے اور اللہ تعالی نے انھیں لمبی عمر عطا کی ہے۔ ذیل میں اس سلسلے میں وارد ہونے والی حدیثیں ملاحظہ ہوں:

حیات دراز فرما اور گناہ بخش دے!

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا گھرانہ مدینے کے ان معدودے چند گھرانوں میں سے ایک تھا جو رسول اکرم ﷺ سے حد درجہ قریب تھے۔ آپ ان کے یہاں بکثرت تشریف لے جاتے، کھانا تناول فرماتے اور بسا اوقات آرام بھی فرماتے۔ ایک دن آپ تشریف لے گئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی خدمت میں ایک گزارش ہے۔

فرمایا:

”وہ کیا ہے؟“

جواب دیا: اپنے ننھے خادم انس کے لیے دعا فرما دیجیے!

چنانچہ آپ نے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَ وَلَدَهُ، وَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَ اغْفِرْ ذَنْبَهُ“

(اے اللہ! اس کے مال و اولاد میں برکت دے۔ حیات دراز فرما اور گناہ بخش دے)

اس دعا کے چار حصے ہیں۔ اور چاروں قبولیت سے سرفراز ہوئے۔

مال میں اتنی برکت ہوئی کہ انصار میں سب سے بڑے مال دار بن گئے۔ دعائے نبوی کا جلوہ دیکھیے کہ ان کا ایک باغ سال میں دو مرتبہ پھل دینے لگا تھا اور اس میں ایک خوشبودار پودا تھا جس سے مشک عنبر کی خوشبو نکلتی تھی۔

اولاد میں اس قدر برکت ہوئی کہ ان کی بڑی صاحبزادی امینہ کے بقول حجاج بن یوسف کے بصرہ (جہاں انس بن مالک ﷛ قیام پذیر تھے) آنے تک ان کے ایک سو بیس بیٹے اور بیٹیاں دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ جب کہ حجاج سنہ ۷۵ھ میں بصرہ پہنچا اور اس کے بعد بھی وہ سترہ اٹھارہ سال زندہ رہے۔ اس بیچ میں وفات پانے والے اس پر مستزاد ہیں۔ رہی زندہ اولاد کی تعداد تو وہ بھی سو کے لگ بھگ تھی۔ وہ عرب کے کثیر الاولاد افراد میں سے ایک تھے۔

لگ بھگ سو سال کی عمر پائی اور سنہ ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں:

"اس قدر لمبی عمر ملی کہ اب زندگی سے اکتا گیا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اب لوگوں سے شرم آنے لگی ہے"۔

مزید فرماتے ہیں: "وَأَرْجُو الرَّابِعَةَ"[1]

(چوتھی چیز کی آس لگائے بیٹھا ہوں)

اللہ تعالیٰ تمھاری عمر خوب دراز کرے!

ام خالد رضی اللہ عنہا حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ سنہ ۷ھ میں اپنے والدین کے ساتھ مدینہ پہنچیں[2]۔

ایک دن رسول اکرم ﷺ کے پاس کچھ کپڑے آئے۔ اس میں ایک کالی چادر تھی۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ یہ کسے عطا کی جائے؟ صحابہ خاموش رہے تو ام خالد کو طلب کیا۔ وہ چھوٹی تھیں اس لیے گود میں اٹھا کر لائی گئیں۔ آپ نے چادر پہنا دی۔ چادر ان پر خوب جچ رہی تھی اس لیے تعریف کی اور فرمایا:

---

[1] مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن سعد وغیرہ۔ دیکھیے الصحیحة رقم: ۲۲۴۱، فتح الباری: ۴/ ۲۸۶-۲۸۸۔

[2] فتح الباری: ۱۰/ ۳۴۴۔

”أَبْلِیْ وَأَخْلِقِیْ“

(اللہ تعالیٰ تمھاری عمر خوب دراز کرے اور تمھاری زندگی طویل ہو)

حدیث کے ایک راوی امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

انھوں نے اس قدر طویل عمر پائی کہ ان کی درازئ عمر کے چرچے ہونے لگے۔[1]

اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان کے برابر عمر کسی اور عورت کو نہیں ملی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ کا ان کو پانا ان کی درازی عمر پر دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ وہ ان کے علاوہ کسی اور صحابی کو نہ پا سکے۔[2]

اللہ اس کی عمر دراز کرے!

ام قیس رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ ان کا لڑکا مر گیا تو اس قدر بدحواس ہو گئیں کہ غسل جنازہ دینے والے سے کہا کہ میرے بچے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو ورنہ مر جائے گا۔

ان کے بھائی عکاشہ بن محصن ﷺ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور صورت حال سے آگاہ کیا تو فرمایا:

”مَاقَالَتْ، طَالَ عُمُرُهَا“

(کیا کہا اس نے؟ اللہ اس کی عمر دراز کرے)

چنانچہ راوی کہتے ہیں:

ہمیں نہیں معلوم کہ اس کے برابر عمر کسی اور عورت کو ملی ہو۔[3]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۳۰۷۱، ۳۸۷۴، ۵۸۲۳، ۵۸۴۵، ۵۹۹۳۔

[2] فتح الباری: ۶/۲۲۷۔

[3] سنن نسائی رقم: ۱۸۸۱۔

رحمت کی دعا

متعدد صحابہ کو آپ نے تحصول رحمت کی دعاؤں سے نوازا اور ان کی زندگیاں لالہ زار بن گئیں۔ کسی کو فضل و کمال ملا، کوئی شہادت سے سرفراز ہوا تو کوئی معاشرتی مسائل حل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اسی قبیل کی دعائیں یہاں درج ہو رہی ہیں:

اے ابوبکر! اللہ تم پر رحم کرے!

جب یہ آیت نازل ہوئی:

”لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَاأَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ، مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً يُجْزَبِهِ“ [1]

(اے مسلمانو! افضل ہونے کا تعلق تمھاری تمناؤں سے ہے نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے۔ جو کوئی برا کام کرے گا اس کا بدلہ اسے دیا جائے گا)

تو ابوبکر ﷛ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں اپنے کیے ہوئے تمام برے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا؟

آپ نے فرمایا:

”اے ابوبکر اللہ تم پر رحم کرے! کیا تمھیں رنج و غم لاحق نہیں ہوتا، کیا تمھیں مصیبتوں کا سامنا نہیں ہوتا؟ انھی کے ذریعے تمھیں بدلہ دیا جاتا ہے“ [2]

ابوبکر ﷛ کی کتاب حیات کا ایک ایک صفحہ بلکہ سطر سطر رحمت خداوندی کا مظہر ہے۔ اس لیے ہم یہاں کچھ تحریر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

---

[1] النساء: ۱۲۳

[2] مسند احمد رقم: ۶۹، ۷۱۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح کہا ہے۔

اے اللہ! تو ان دونوں پر رحم کر کہ میں ان پر رحم کرتا ہوں!

اسامہ بن زید ؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ انھیں اپنی ایک ران پر بٹھاتے اور حسن بن علی ؓ کو دوسری پر۔ پھر انھیں اپنے سینے سے لگاتے اور فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا، فَاِنِّی أَرْحَمُھُمَا"[1]

(اے اللہ! تو ان دونوں پر رحم کر کیوں کہ میں ان پر رحم کرتا ہوں!)

نیز مرض الموت میں بھی آپ نے اسامہ بن زید ؓ کے لیے اشارے سے دعا فرمائی تھی۔[2]

اب اگر ان دونوں صحابہ کی زندگیوں کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوگا کہ رحمت خداوندی قدم قدم پر ان پر سایہ فگن رہی۔ اسامہ بن زید ؓ ایک غلام کے بیٹے تھے۔ ایک باندی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ کالے کلوٹے تھے اور ناک نقشہ بہت اچھا نہ تھا۔ لیکن فضل و کمال کا یہ حال تھا کہ عمر بن خطاب ؓ عطایا کی تقسیم کے وقت انھیں اپنے فرزند عبداللہ ؓ پر فوقیت دیتے تھے۔[3]

رہی بات حسن بن علی ؓ کی تو آپ جوانان جنت کے سردار قرار پائے۔ دنیا میں دو برسر پیکار اسلامی قوتوں کے درمیان مصالحت کرا کے عالم اسلام کو اتحاد کی لڑی میں پرونے کی سعادت حاصل کی اور سرور کونین کی پیشین گوئی کے مطابق مقام سیادت سے سرفراز ہوئے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مرتبۂ شہادت بھی عطا ہوا۔ اس سے بڑھ کر رحمت خداوندی کا فیضان اور کیا ہو سکتا ہے!!

اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے!

جنگ خیبر کا موقع تھا۔ رسول اکرم ﷺ اپنے احباب کے ساتھ خیبر کی راہ میں تھے۔ عامر بن اکوع نامی ایک اچھے شاعر اور حدی خواں بھی ہم رکاب تھے۔ کسی نے ان سے شعر سنانے کی فرمائش کر ڈالی۔

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۶۰۰۳۔ مسند احمد رقم: ۲۱۷۸۷۔

[2] سنن ترمذی رقم: ۳۸۲۶۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔

[3] سنن ترمذی رقم: ۳۸۲۲۔ حدیث ضعیف ہے۔

چنانچہ وہ سواری سے اترے اور حدی خوانی کرنے لگے۔ ارشاد ہوا:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا　وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءَ لَكَ مَا أَبْقَيْنَا　وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا　وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيْحَ بِنَا أَبَيْنَا

(اے اللہ! اگر تیرا فضل شامل حال نہ ہوتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا۔ ہم صدقہ کرتے نہ نماز پڑھ سکتے۔ پس جلدی ہماری مغفرت فرما۔ جب تک ہم زندہ رہیں ہماری جانیں تیرے راستے میں فدا ہیں۔ اگر ہماری مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم پر سکینت نازل فرما۔ آج چلا چلا کر وہ ہمارے خلاف میدان میں آئے ہیں۔ ہمیں جب باطل کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں)

آپ نے پسندیدگی کے انداز میں پوچھا:

”یہ کون شعر پڑھ رہا ہے؟“

جواب ملا: عامر بن اکوع۔

فرمایا:

”يَرْحَمُهُ اللّٰهُ“

(اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے)

ایک روایت میں دعا کے الفاظ ہیں:

”غَفَرَلَكَ رَبُّكَ“

(تیرا رب تیرے گناہ بخش دے)

چوں کہ صحابہ کا تجربہ تھا کہ آپ نے جب بھی کسی خاص شخص کے لیے مغفرت طلب کی وہ شہادت سے سرفراز ہوا، اس لیے عمر فاروق ؓ بے ساختہ بول اٹھے:

اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں عامر سے لطف اندوز ہونے کا مزید موقع کیوں نہ عطا کیا؟

پورا راستہ طے ہوا۔ اسلامی فوج خیبر پہنچی۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ یہودیوں کا سردار مرحب تکبر کا اظہار کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا نمودار ہوا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّيْ مَرْحَبُ　　شَاكِيُ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوْبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

(خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں؛ ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار! جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہو)

ادھر اسلامی فوج کی طرف سے عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے طلوع ہوئے:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّيْ عَامِرُ　　شَاكِيُ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

(خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں۔ ہتھیار پوش، شہ زور اور جنگ جو)

پھر دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا؛ مرحب کی تلوار عامر کی ڈھال میں جا چبھی۔ عامر رضی اللہ عنہ نے اسے جھک کر نیچے سے مارنا چاہا، لیکن ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ انھوں نے یہودی کی پنڈلی پر وار کیا تو تلوار کا سرا پلٹ کر ان کے گھٹنے میں آ لگا۔ اور یہی زخم ان کی وفات کا باعث بنا۔ اس طرح وہ دعائے رسول کی برکت سے اللہ تعالی کی رحمت و مغفرت کے چادر تلے آ گئے۔[1]

آج رات کون اس کی ضیافت کرے گا؟

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں بھوک سے بے تاب ہوں۔ آپ نے اس کے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس خبر بھیجی۔ لیکن جواب آیا کہ اللہ کی قسم ہمارے پاس پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ آپ نے دوسری زوجہ کے پاس خبر بھیجی لیکن ان کے

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۴۱۹۶۔ صحیح مسلم رقم: ۱۸۰۷۔

یہاں سے بھی اسی طرح کا جواب آیا۔ تمام ازواج کے پاس پیغامات بھیجے لیکن ہر ایک نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرے پاس پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جب اپنے گھر میں انتظام نہ ہوسکا تو فرمایا:

”مَنْ يُضِيفُ هٰذَا اللَّيْلَةَ، رَحِمَهُ اللّٰهُ“

(آج رات کون اس کی ضیافت کرے گا؟ اللہ اس پر رحم کرے)

اس پر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس کے لیے حاضر ہوں۔

چنانچہ مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرو۔

نیز کہا: تمھارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟

جواب ملا: نہیں! صرف بچوں کی خوراک ہے۔

انھوں نے کہا: بچوں کو کسی چیز کے ذریعہ بہلا دو۔ رات کا کھانا مانگیں تو کسی طرح سے سلا دینا۔ مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا اور اس پر ظاہر کرنا کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔

چنانچہ وہ سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ مہمان نے کھانا کھایا اور اہل خانہ نے بھوکے رات گزاردی۔

چوں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے خود بھوکے رہ کر آپ کے مہمان کی ضیافت کی اور خود کو آپ کی دعا کا مستحق ٹھہرایا، اس لیے اللہ نے ان پر رحمتوں کی بارش اس طرح کی کہ ان کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمادی:

”وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ“[1]

(اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود تنگی میں ہوں)

---

[1] الحشر:۹

اس طرح ان کی یہ قربانی دعائے رسول کی برکت سے انھیں حیات جاوداں عطا کر گئی۔[1]

اللہ اس شخص پر رحم کرے جو ان کفار کو ہم سے دور ہٹا دے!

غزوۂ احد کے موقعے پر رسول اکرم ﷺ کو چہار جانب سے گھیر لیا گیا تھا۔ آپ کے اردگرد صرف نو جاں نثار صحابہ بچ گئے تھے؛ سات انصار اور دو مہاجر۔ صورت حال کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا رَدَّهُمْ عَنَّا“

(اللہ اس شخص پر رحم کرے جو ان کفار کو ہم سے دور ہٹا دے)

چنانچہ ایک انصاری سامنے آئے۔ انھیں دھکیلنے کی جی توڑ کوشش کرتے رہے اور جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

پھر آپ نے وہی جملہ دوہرایا۔ دوسرے انصاری نکلے۔ دفاع کا حق ادا کرتے رہے اور شہادت سے ہم کنار ہوئے۔ آپ اسی جملے کو دوہراتے گئے اور ایک ایک انصاری دفاع رسول کا فریضہ انجام دیتے ہوئے رب دوجہاں کے حضور ہدیۂ جاں پیش کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ساتوں کو شہادت نصیب ہو گئی، جو ایک مؤمن کے لیے رب کائنات کی طرف سے نہایت حسین تحفہ اور اس کی رحمت کے بے شمار مظاہر میں سے ایک اہم مظہر ہے۔[2]

اے اللہ! ان پر رحم فرما!

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ 9 بیٹیاں اور بھاری قرض چھوڑ گئے تھے۔ باغ کے پھلوں کے علاوہ ادائیگی قرض کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ پھلوں کے کٹنے کا وقت قریب آیا

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۳۷۹۸، ۴۸۸۹، صحیح مسلم رقم: ۲۰۵۴

[2] مسند احمد رقم: ۱۴۴۱۴۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

تو قرض خواہوں نے بشدت تقاضے شروع کر دیے۔ جب کہ ایک سال کے پھلوں سے قرض کی ادائیگی ممکن نہ تھی۔ اس لیے وہ خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور قرض خواہوں سے بات کرنے کی گزارش کی۔ آپ نے ان کے ہاں تشریف لانے کا وعدہ کیا اور رخصت کر دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے اور اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لانے والے ہیں، تم آپ ﷺ سے کوئی گزارش نہ کرنا!

آپ تشریف لائے۔ انھوں نے ایک بکری ذبح کی۔ کھانے پینے سے فراغت کے بعد رخصت ہونے لگے تو نیک بخت عورت نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! میرے اور میرے شوہر کے لیے رحمت کی دعا فرما دیجیے! یا ہمارے لیے رحمت کی دعا فرما دیجیے!

آپ نے ان کی گزارش کو قبول کرتے ہوئے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ“

(اے اللہ! ان پر رحم فرما)

آپ رخصت ہو گئے تو جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا؟

سعادت مند خاتون نے جواب دیا: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائیں اور دعا کیے بغیر واپس چلے جائیں؟![1]

جابر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کی زندگیاں رحمت خداوندی کا مظہر تھیں۔ اللہ نے ان کے قرض کی ادائیگی کا بہتر انتظام کر دیا۔ ایک بھائی اور نو بہنیں تھیں لیکن اس تعلق سے انھیں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ان کی اہلیہ نے بہنوں کی پرورش و پرداخت میں اچھا کردار ادا کیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کو لگ بھگ ۹۰ سال کی طویل عمر ملی۔ اپنے زمانے میں مدینے کے مفتی رہے۔ بکثرت حدیث روایت کرنے والے صحابہ میں سے ایک ہیں۔ ان سے کل ۱۵۴۰ حدیثیں مروی ہیں۔ یہ سب رحمت خداوندی کے

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۴۲۴۵۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

مظاہر ہی تو ہیں!![1]

اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحم فرما!

جب کوئی قوم زکوۃ کا مال حاضر کرتی تو رسول اکرم ﷺ اسے دعا سے نوازتے ہوئے فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ"

(اے اللہ! ان پر رحم فرما)

چنانچہ عبداللہ بن ابی اوفی ؓ کے والد نے ایک مرتبہ زکوۃ حاضر کی تو فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ أَبِیْ أَوْفٰی"

(اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحم فرما)

آل ابی اوفی کے بارے میں مجھے زیادہ کچھ نہ مل سکا لیکن اتنا جان لینا کافی ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی ؓ نے بڑی طویل عمر پائی۔ سنہ ۸۷ھ میں وفات پائی اور کوفہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی ہیں۔[2]

اے اللہ! عباد پر رحم فرما!

ایک دن رسول اکرم ﷺ گھر میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ مسجد میں۔ آپ نے ان کی آواز سنی تو فرمایا:

"عائشہ! یہ عباد بن بشر تو نہیں؟"

عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا:

---

[1] سیر أعلام النبلاء رقم الترجمہ: ۲٦۰

[2] الاستیعاب رقم الترجمہ: ۱۴۷۷۔ الاصابہ رقم الترجمۃ: ۴۵۵۷

”اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا“[1]

(اے اللہ! عباد پر رحم فرما)

چنانچہ عباد رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

”آپ جلیل القدر تھے۔ یمامہ کے دن کارہائے نمایاں انجام دیے۔ شجاعت و بہادری میں ممتاز تھے“[2]

---

[1] صحیح بخاری، تعلیقا، کتاب الشہادات، باب: ۱۱، ابو یعلی نے اسے موصولا روایت کیا ہے۔ فتح الباری: ۵/۳۳۳ لیکن اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ محمد بن اسحاق مدلس راوی ہیں اور انھوں نے عنعنہ کیا ہے۔

[2] السیر رقم الترجمہ: ۷۸۔

برکت کی دعا

متعدد صحابہ کو آپ نے برکت کی دعاؤں سے نوازا اور وہ دعائے نبوی کے ثمرات سے غایت درجہ لطف اندوز ہوئے۔ کسی کو دولت و ثروت ملی، کسی کو صالح اولاد تو کسی کو طول عمر کے ساتھ حسن عمل کی توفیق۔ ذیل میں ہم اسی نوع کی دعاؤں کے مطالعے سے اپنے ایمان کی تازگی اور حب رسول کے جذبے میں نکھار کا سامان کریں گے۔

اگر میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سابقین اولین اور ان دس خوش قسمت لوگوں میں سے ایک ہیں جنھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر جنت کی خوش خبری دی ہے۔ ان کے فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ شمار میں آسکیں۔

ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو تجارت شروع کر دی۔ جب کچھ روپے جمع ہو گئے تو ایک انصاری عورت سے شادی کر لی۔ آپ کو اس کی اطلاع ملی تو انھیں دعاؤں سے نوازا۔ فرمایا:

”بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ“ [1]

(اللہ تعالیٰ تجھے برکتوں سے نوازے)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں خوب مال و دولت سے نوازا۔ وہ مال دار ترین صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور یہ سب کچھ دعائے رسول ہی کا نتیجہ تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں:

دعائے رسول کی برکت سے حال یہ ہے کہ میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں تو اس کے نیچے سونا یا

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۵۱۵۵، صحیح مسلم رقم: ۱۴۲۷۔

چاندی ملنے کی توقع رہتی ہے۔[1]

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تجارت کے معاملے میں خوش قسمت واقع ہوئے تھے۔ آخرت کو سدھارے تو ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں، اور ایک سو گھوڑے چھوڑ گئے۔ جرف نامی جگہ میں بیس اونٹنیوں سے کھیتی کا کام لیا جاتا تھا۔[2]

آپ بہت بڑے فیاض اور سخی تھے۔ امت کو آپ کے مال سے کافی فائدہ پہنچا۔ تیس ہزار گھرانوں کو آزاد کیا۔ طلحہ بن عبداللہ بن عوف کہتے ہیں کہ اہل مدینہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے احسان مند تھے۔ ایک تہائی ان سے قرض لیتی تھی، ایک تہائی کا قرض وہ اپنے مال سے ادا کر دیتے تھے اور ایک تہائی کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ چالیس ہزار دینار میں ایک زمین بیچی اور پوری قیمت تقسیم کر دی۔ امام زہری کے بقول انھوں نے اسی تجارت سے کمائے ہوئے مال سے عہد نبوت میں کئی مرتبہ بھاری صدقے کیے۔ ایک مرتبہ چار ہزار پر مشتمل آدھا مال صدقہ کر دیا۔ پھر چالیس ہزار درہم صدقہ کیا۔ اللہ کے راستے میں پانچ سو گھوڑے دیے پھر پانچ سو اونٹ دیے۔

ایک مرتبہ غلہ جات سے لدے ہوئے سات سو اونٹ صدقہ کر دیا۔

وفات کے وقت ایک ہزار گھوڑوں، پچاس ہزار دینار، ازواج مطہرات کے لیے تقریباً چار لاکھ کی مالیت کے ایک باغ اور بدری صحابہ جن کی تعداد سو تھی کے لیے چار چار سو دینار کی وصیت کر گئے۔[3]

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی بہت سا مال چھوڑ گئے۔ اس میں کچھ سونا بھی تھا جسے کلہاڑوں

---

[1] فتح الباری: ۹/۲۹۳ [2] الاستیعاب رقم الترجمہ: ۱۴۵۳۔ [3] السیر رقم الترجمہ: ۹

سے توڑا گیا۔ حتی کے توڑنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تین ہزار بقیع میں چرتی ہوئی بکریاں چھوڑیں۔ آپ کی چار بیویاں تھیں جن میں سے ہر ایک کو آٹھویں حصہ کا چوتھائی اسّی اسّی ہزار ملا۔[1]

اللہ تعالیٰ تم دونوں کے لیے اس رات میں برکت عطا فرمائے!

ام سلیم رضی اللہ عنہا نہایت ہی صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں۔ ابوطلحہ انصاری ؓ کی زوجیت میں تھیں۔ ایک مرتبہ ان کا ایک لڑکا بیمار تھا۔ ابوطلحہ ؓ کام کاج لے لیے باہر گئے ہوئے تھے کہ بچے کی وفات ہو گئی۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اہل خانہ سے بتایا کہ تم ابوطلحہ کو بچے کی وفات کے بارے میں مت بتانا۔ میں خود ہی بتاؤں گی۔

چنانچہ ابوطلحہ ؓ آئے تو ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا۔ کھانے سے فارغ ہو گئے تو خوب بن سنور کر ان کے پاس آئیں۔ انھوں نے ان سے ہم بستری کی اور جب پورے طور سے آسودہ ہو گئے تو کہا:

اے ابوطلحہ! ذرا بتلاؤ! اگر کچھ لوگ کسی گھر والے کو کوئی چیز عاریۃً دیں، پھر وہ اپنی عاریت کے طور پر دی ہوئی چیز واپس مانگیں تو کیا ان کے لیے جائز ہے کہ وہ دینے سے انکار کر دیں؟

ابوطلحہ ؓ نے جواب دیا: نہیں!

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: تم اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ سے ثواب کی امید رکھو۔ یعنی تمھارا بیٹا اللہ ہی کا دیا ہوا تھا، اس نے اپنی امانت واپس لے لی ہے!

ابوطلحہ ؓ اس تاخیر سے غضب ناک ہو گئے اور فرمایا:

جب میں گھر آیا تھا تو تم نے مجھے کچھ نہیں بتلایا، اب جب کہ میں ہم بستری تک سے آلودہ ہو گیا ہوں، تم مجھے بیٹے کی وفات کی خبر دے رہی ہو؟

---

[1] البدایۃ والنہایۃ: ۷/ ۱۳۵۔ اردو ایڈیشن۔

اس وقت خاموش ہو گئے۔ صبح ہوئی تو خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور سب کچھ کہہ سنایا۔ آپ نے سارا ماجرا سن کر فرمایا:

”بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِيْ لَيْلَتِكُمَا“

(اللہ تعالیٰ تم دونوں کے لیے اس رات میں برکت عطا فرمائے)

چنانچہ دعائے رسول کی برکت سے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو حمل قرار پا گیا اور مقررہ مدت کے بعد ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ یہ لڑکا اتنا بابرکت نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نو بیٹے عطا کیے، سب کے سب قرآن کے قاری تھے۔[1]

اے اللہ! ان میں برکت دے اور ان کی روزی میں کشادگی عطا فرما!

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ ان کے والد کو بھی شرف صحابیت حاصل تھا۔ ایک مرتبہ ان کے والد نے انھیں بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کو بلا لاؤ۔ اللہ کے رسول ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ انھوں نے ذرا تیز قدم چل کر اپنے والدین کو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع دے دی۔ وہ آگے بڑھے۔ آپ کا استقبال کیا۔ آپ کے لیے اون کی رواں دار چادر بچھا دی اور ستو کو نمک پانی میں گھول کر ایک پیالے میں حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا:

”اللہ کا نام لے کر چاروں طرف سے کھاؤ اور بیچ والے حصے سے مت کھاؤ کیوں کہ برکت وہیں نازل ہوتی ہے“

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ اور اہل خانہ سب کھا چکے اور کچھ ستو بچ گیا۔ پھر آپ نے اہل خانہ کے حق میں یہ دعا فرمائی:

”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَ ارْحَمْهُمْ، وَ بَارِكْ عَلَيْهِمْ، وَوَسِّعْ عَلَيْهِمْ فِيْ أَرْزَاقِهِمْ“[2]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۱۳۰۱، ۵۴۷۰، صحیح مسلم رقم: ۵۶۱۳، ۶۳۲۲۔

[2] مسند احمد رقم: ۱۷۶۷۸۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(اے اللہ! ان کے گناہوں کو بخش دے، ان پر رحم کر، ان میں برکت دے اور ان کی روزی میں کشادگی عطا فرما!)

اس اہل خانہ پر اللہ کے الطاف وعنایات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عبداللہ بن بسر ؓ کو عمل صالح کے ساتھ لمبی عمر ملی۔ سنہ ۸۸ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ایک قول کے مطابق سنہ ۹۶ھ میں سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ ارض شام میں فوت ہونے والے سب سے آخری صحابی ہیں۔

حسن عمل کا کیا کہنا! چہرے پہ سجدے کا نشان تھا۔ وضو کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ حافظ ذہبی نے انھیں ''برکۃ الشام'' یعنی ارض شام کی برکت جیسے الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے۔[1]

اللہ تمھیں برکت عطا فرمائے!

جیسا کہ کئی بار گزر چکا ہے کہ جابر بن عبداللہ ؓ کے والد محترم غزوۂ احد میں شہید ہو چکے تھے۔ وہ سات یا نو لڑکیاں چھوڑ گئے تھے۔ اب ایک ایسی عورت کی ضرورت تھی جو ہوش مند اور سلجھی ہوئی اور امور خانہ داری میں ماہر ہو، تاکہ گھر کو سنبھال سکے اور بہنوں کی پرورش و پرداخت میں جابر ؓ کا ہاتھ بٹا سکے۔ اس جذبے کے تحت انھوں نے ایک شوہر دیدہ عورت سے نکاح کیا۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنی بہنوں کا خیال رکھتے ہوئے باکرہ کی بجائے ایک شوہر دیدہ عورت سے نکاح کیا ہے تو ان کے اس جذبے کی تحسین کی اور دعا سے نوازا۔ فرمایا:

''بَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ''[2]

(اللہ تمھیں برکت عطا فرمائے)

چنانچہ دعائے رسول کے طفیل میں ان کا پورا گھرانہ رب کی برکتوں سے مستفید ہوتا رہا جیسا

---

[1] سیر اعلام النبلاء رقم الترجمہ: ۲۹۹۔ الاصابۃ رقم الترجمہ: ۴۵۶۶۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۵۳۶۷، ۶۳۶۷، صحیح مسلم رقم: ۷۱۵۔

کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

ورم دور ہو جاتا!

حذیم نامی ایک صحابی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اپنے ایک ننھے سے بچے کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے کئی بیٹے ہیں جو داڑھی والے ہیں، یعنی بڑے ہو چکے ہیں۔ یہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا ہے، اس کے لیے دعا فرما دیجیے!

آپ نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا:

”بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ“ یا یہ کہا: ”بُوْرِكَ فِيْكَ“

(اللہ تجھے برکت دے یا اس میں برکت دی جائے)

چنانچہ دعائے رسول کے فیض سے انھیں بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ ان کے پاس چہرہ پھولے ہوئے شخص یا تھن پھولے ہوئے چوپائے کو لایا جاتا تو اپنے ہاتھوں پہ تھکتھکاتے، بسم اللہ کہتے، انھیں اپنے سر کے اسی حصے پہ رکھتے جہاں رسول اکرم ﷺ نے دست مبارک رکھا تھا پھر اپنا ہاتھ اس شخص یا جانور پر پھیر دیتے اور ورم دور ہو جاتا۔[1]

---

[1] مسند احمد رقم: ۵۶۶، علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے، الصحیحۃ رقم: ۲۹۵۵۔

بارش کی دعا

عہد رسول میں جب بھی قلت باراں کی وجہ سے لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہوتا، رسول اکرم ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے۔ آپ دعا فرماتے۔ رب کی رحمتوں کا نزول ہوتا اور مشکلات رفع ہو جاتیں۔ ذیل میں اس نوع کی حدیثیں ملاحظہ ہوں:

ہفتے بھر بارش ہوتی رہی!

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ انہی دنوں کی بات ہے، آپ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! بارش نہ ہونے کی وجہ سے جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپ اللہ سے بارش کی دعا فرمائیے۔

اتنے میں دیگر لوگوں نے بھی کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بارش نام کی ایک بوند بھی نہیں، درخت سرخ ہو چکے اور جانور تباہ ہو رہے ہیں۔ آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ ہمیں سیراب کرے!

رسول اللہ ﷺ نے یہ سنتے ہی ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا“

(اے اللہ! ہمیں سیراب کر، اے اللہ! ہمیں سیراب کر، اے اللہ! ہمیں سیراب کر)

حاضرین نے بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔

دعا سے پہلے آسمان آئینے کی طرح صاف تھا اور بادل کا نام ونشان نہ تھا۔ لیکن یکا یک پہاڑ کے پیچھے ڈھال کی طرح بادل نمودار ہوا، آسمان کے بیچ میں پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور برسنے لگا۔

اتنی زوردار بارش شروع ہوگئی کہ صحابہء کرام کا گھر پہنچنا مشکل ہوگیا۔ ایک ہفتہ اس طرح بارش ہوتی رہی کہ سورج کا دیدار نہ ہوسکا اور مدینے کی نالیاں بھر گئیں۔

دوسرے جمعے کو پھر آپ خطبہ دے رہے تھے کہ وہی شخص کھڑے ہوکر عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! بارش کی کثرت سے مال ومنال پر تباہی آگئی اور راستے بند ہوگئے۔ اللہ سے دعا کیجیے کہ بارش روک دے!

ان کے ساتھ ساتھ لوگوں نے بھی عرض کیا کہ مکانات منہدم ہوگئے اور راستے بند ہوگئے۔ اللہ سے دعا کیجیے کہ بارش بند کردے!

اس پر نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا:

’’اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا، اَللّٰھُمَّ عَلَی الْآکَامِ وَ الْجِبَالِ وَ الظِّرَابِ وَ الْأَوْدِیَۃِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ‘‘

(اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش برسا، ہم سے اسے روک دے، ٹیلوں، پہاڑوں، پہاڑیوں، وادیوں اور باغوں کو سیراب کر)

دعائے رسول کے ساتھ ہی بادل ٹکڑے ٹکڑے ہوکر دائیں بائیں چلے گئے۔ بارش ختم ہوگئی اور صحابہء کرام رضی اللہ عنہم مسجد سے نکلے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ البتہ مدینے کے اردگرد اب بھی بارش ہو رہی تھی۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں کو اپنے نبی کا معجزہ اور قبولیت دعا کا ایک نمونہ دکھایا ہے[1]

بارش شروع ہوگئی!

رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ عورتیں روتی ہوئی آئیں اور قلت بارش کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۹۳۲، ۱۰۱۳، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔ صحیح مسلم رقم: ۸۹۷۔

”اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا، نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ، عَاجِلًا غَیْرَ آجِلٍ“

(اے اللہ! ہمیں سیراب کر، ایسی بارش عطا کر جو مددگار ہو، انجام کے اعتبار سے اچھی ہو، سرسبزی لانے والی ہو، نفع بخش ہو، نقصان دہ نہ ہو، جلدی آئے اور دیر نہ کرے۔)

چنانچہ دعائے رسول کے ساتھ ہی آسمان بادلوں سے ڈھک گیا اور بارش شروع ہو گئی۔[1]

ہمیں بارش عطا کر!

ایک مرتبہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بارش کے رک جانے کی شکایت کی۔ آپ نے لوگوں سے ایک دن نکلنے کا وعدہ کیا اور مصلی میں منبر رکھنے کا حکم دیا۔

مقررہ دن رسول اللہ ﷺ سورج نکلتے ہی نکل پڑے، منبر پر تشریف لے گئے اور تکبیر وتحمید کے بعد فرمایا:

”تم نے علاقے میں خشک سالی اور بارش کے آنے میں تاخیر کی شکایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ اسے پکارو اور تمھاری دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے“۔ پھر ہاتھوں کو اٹھا کر یہ دعا فرمائی:

”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ، اَللّٰھُمَّ أَنْتَ اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا أَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ، وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّۃً وَبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ“

(ساری تعریف اللہ کی ہے جو سارے جہاں کا رب ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے۔ اے اللہ! تو اللہ ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم محتاج۔ ہمیں بارش عطا کر اور اسے ہمارے لیے قوت اور ایک وقت تک رسائی کا سامان بنا)

---

[1] سنن ابی داؤد رقم: ۱۱۶۹، حدیث صحیح ہے۔

آپ ہاتھ اٹھاتے گئے، یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر قبلہ رو ہو کر چادر پلٹی اور منبر سے نیچے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔

چنانچہ اللہ کے حکم سے آسمان پر بادل چھا گئے۔ بادل گرجے، بجلی چمکی اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ مسجد نبوی بھی پہنچ نہ سکے کہ پانی کے دھارے بہنے لگے اور لوگ بھاگ بھاگ کر محفوظ جگہوں میں پناہ لینے لگے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو ہنس پڑے اور فرمایا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اس کا بندہ و رسول ہوں''۔[1]

خوب بارش ہوئی

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ استسقا کے لیے لوگوں کے ساتھ مصلی تشریف لے گئے، قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز میں آپ نے بآواز بلند قرأت کی۔

چنانچہ خوب بارش ہوئی۔[2]

اے اللہ! ہمیں سیراب کر!

ایک دیہاتی نے خدمت رسول میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں ایسے لوگوں کے پاس سے آیا ہوں، جنھیں قلت بارش کی وجہ سے غذائی اجناس میں سخت کمی کا سامنا ہے اور ان کے جانور بھی چارہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے ہیں۔

آپ ان کی بات سن کر منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

---

[1] سنن ابی داؤد رقم: ۱۱۷۳، حدیث حسن ہے۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۱۰۲۳-۱۰۲۸، صحیح مسلم رقم: ۸۹۴، سنن ترمذی رقم: ۵۵۶، سنن ابی داؤد رقم: ۱۱۶۶-۱۱۶۷، سنن نسائی رقم: ۱۵۰۴، سنن ابن ماجہ رقم: ۱۱۶۷۔

"اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا ، طَبَقًا غَدَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ"[1]

(اے اللہ! ہمیں سیراب کر، ایسی بارش عطا کر جو مددگار ثابت ہو، انجام کے اعتبار سے اچھی ہو، لگاتار اور بکثرت برسے، جلدی آئے اور دیر نہ کرے)

دعائے رسول کی برکت سے اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ جدھر سے بھی آتے یہی کہتے کہ ہمارے اندر زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

لوگ سیراب ہو گئے!

رسول اکرم ﷺ تبوک کی طرف نکلے تو سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ دوران سفر پانی کی شدید قلت کا سامنا رہا۔ اسلامی لشکر ایک منزل میں اترا۔ سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ تلاش بسیار کے باوجود پانی مل نہیں پا رہا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض لوگوں نے اپنے اونٹ ذبح کیے، اس کے اوجھ کو پھاڑ کر گوبر نکالا، اسے نچوڑ کر اس سے اپنی پیاس بجھائی اور گوبر کو اپنے سینے پر رکھ کر ٹھنڈک حاصل کرنے کی کوشش کی۔

ایسے حالات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایسے موقعوں پر آپ اللہ کے حضور دست سوال دراز کرتے ہیں اور اللہ بھی آپ کی دعاؤں کو سنتا ہے، تو کیوں نہ آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں تاکہ ہم اس بحرانی کیفیت سے نکل سکیں۔ ان کی گزارش پر آپ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا شروع کر دی۔ ابھی آپ کے ہاتھ اٹھے ہوئے ہی تھے کہ آسمان ابر آلود ہوا اور بارش شروع ہو گئی۔ لوگوں نے اپنے پاس موجود تمام برتن بھر لیے اور سیرابی حاصل کر لی۔

اس واقعے کے چشم دید گواہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اس بات کا پتہ لگانے کے لیے اِدھر اُدھر گئے کہ بارش کتنی دور تک ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر کے جائے قیام کے باہر ایک بوند بھی نہیں گری تھی۔[2]

---

[1] سنن ابن ماجہ رقم: ۱۲۷۰ شیخ خلیل مامون شیحا نے اس کی سند کو صحیح اور اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ البتہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعیف الترمذی رقم: ۲۶۲۔

[2] دلائل النبوۃ: ۲۳۱/۵۔ اس کے محقق کے بقول اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" [۱۹۴/۶- ۱۹۵] میں نقل کیا ہے اور کہا ہے: اسے بزار اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور بزار کے رجال ثقہ ہیں۔

علم میں برکت کی دعا

علم دنیوی و اخروی خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے بغیر دنیا سنور سکتی ہے نہ آخرت۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آپ نے متعدد افراد کو خزانۂ علم عطا کیے جانے کی دعاؤں سے نوازا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمان علم و فن کا آفتاب و ماہتاب بنا دیا۔

اے اللہ! اسے کتاب کا علم عطا کر!

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے چچازاد بھائی اور ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے، وفات نبوی کے وقت راجح قول کے مطابق تیرہ سال کے تھے اور ۷۱ سال کی عمر میں سنہ ۶۸ھ میں وفات پائی۔[۱]

رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں ایک سے زائد بار رحمت کی دعا فرمائی تھی؛ ایک مرتبے کا ذکر وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ“

(اے اللہ! اسے کتاب کا علم عطا کر)

ایک دوسری روایت میں دعا کے الفاظ ہیں:

”اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ“[۲]

(اے اللہ! اسے حکمت سکھا)

یہاں حکمت سے مراد بھی فہم قرآنی ہے۔[۳]

---

[۱] المرعاۃ: ۱/ ۷۰ [۲] صحیح بخاری رقم: ۷۵، ۳۷۵۶، ۷۲۷۰۔ سنن ترمذی رقم: ۳۸۲۴۔ [۳] فتح الباری: ۱/ ۱۷۰۔

اور دوسرے مرتبے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ آپ میری خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ رات میں تہجد کے لیے اٹھے اور قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو میں نے وضو کا پانی رکھ دیا۔ پانی دیکھ کر رکھنے والے کے بارے میں دریافت کیا تو خالہ محترمہ نے میرا نام بتایا۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے:

”اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ“[1]

(اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور تفسیر کا علم عطا کر)

ایک اور موقعے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے آخری حصے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے بازو میں کھڑا کر لیا۔ آپ نماز میں لگ گئے تو میں پھر پیچھے ہٹ گیا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو پیچھے ہٹنے کا سبب دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! کیا کسی کو یہ زیب دیتا ہے کہ آپ کے بازو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے جب کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟؟

آپ کو میری یہ بات اچھی لگی اور اللہ سے دعا کی کہ میرے علم و فہم کو بڑھا دے۔[2]

رسول مقبول ﷺ کی ان دعاؤں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو علم و حکمت کا آفتاب و ماہتاب بنا دیا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے عم زاد اور اس امت کے ”حبر“ ہیں۔ کتاب اللہ کے مفسر اور ترجمان ہیں۔ ”حبر“ (عظیم دینی پیشوا) اور ”بحر“ (علم کے سمندر) کہلاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی ایک جماعت سے بڑی مقدار میں حدیث روایت کرنے کی سعادت

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۱۴۳، صحیح مسلم رقم: ۲۴۷۷، مسند احمد رقم: ۳۰۲۳، ۳۰۳۲، ۳۱۰۲۔

[2] مسند احمد رقم: ۳۰۶۰۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے

رکھتے ہیں۔ ان سے بھی صحابہ اور تابعین کی بہت بڑی تعداد نے روایت کی ہے۔ ان کے بہت سے مفردات ہیں جو ان کے علاوہ دیگر صحابہ کے نہیں۔ کیوں کہ وہ وسیع علم، پختہ فہم، کامل عقل، بے پایاں فضل اور شرافت ونجابت کے حامل تھے۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ"[۱]

مسروق کہتے ہیں کہ میں ابن عباس ؓ کو دیکھتا تو کہتا: آپ حسن و جمال کے بے تاج بادشاہ ہیں۔

لب کشائی فرماتے تو کہتا: فصاحت و بلاغت آپ کے گھر کی لونڈی ہے۔

علمی مسائل پر گفتگو فرماتے تو کہتا: آپ علم وفن میں یکتائے روزگار ہیں۔[۲]

آپ کتاب اللہ کے لطائف و معارف، اسرار و رموز اور معانی و مفاہیم سے واقفیت کے باب میں یکتا و یگانہ تھے۔ اس سلسلے میں عمر بن خطاب اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی یہ شہادت ان کے حق میں کافی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”عبد اللہ بن عباس قرآن کے بڑے اچھے ترجمان ہیں“۔[۳]

روایت حدیث کے باب میں بکثرت حدیث روایت کرنے والے صحابہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان سے مروی حدیثوں کی تعداد ۱۶۶۰ ہے۔[۴]

افتا اور مسائل کے استنباط و استخراج میں بھی کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ موزوں فتوی کسی کا نہیں سنا الا یہ کہ کوئی حدیث پیش کر دے۔[۵] علامہ ابن القیم کے بقول ابوبکر محمد بن موسی نے ان کے فتاوے کو بیس کتابوں میں جمع کیا ہے۔[۶]

---

[۱] البدایۃ والنھایۃ: ۸/ ۳۲۵۔ [۲] سیر أعلام النبلاء رقم الترجمۃ: ۲۷۳۔

[۳] الاستیعاب رقم الترجمۃ: ۱۶۱۰۔ البدایۃ والنھایۃ: ۸/ ۳۲۹۔ [۴] تدریب الراوی: ۲/ ۲۷۷۔

[۵] الاستیعاب رقم الترجمۃ: ۱۶۱۰۔ [۶] اعلام الموقعین: ۱/ ۱۰۔

خلاصۂ تحریر یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مفسرین کے سردار، محدثین کے سرتاج اور فقہا کے رہبر تھے اور ان کا یہ علم و حکمت اعجاز نبوت کا ایک دل کش پہلو ہے۔

اللہ تجھ پر رحم کرے، تو تو ایک سیکھا سکھایا بچہ ہے!

عبداللہ بن مسعود ؓ ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے، عقبہ بن معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن کی بات ہے، رسول اللہ ﷺ اپنے رفیق خاص ابو بکر ؓ کے ساتھ کفار کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر کہیں جا رہے تھے کہ ان کے یہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا:

”عزیزم! کیا آپ ہمیں دودھ پلا سکتے ہیں؟“

انھوں نے جواب دیا: یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں، اس لیے میں آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا۔

آپ نے فرمایا:

”کیا آپ کے پاس کوئی جذعہ (آٹھ یا نو مہینے کا بکری کا بچہ) ہے، جس کی ابھی تک جفتی نہیں ہوئی ہو؟“

عرض کیا: جی ہاں!

پھر انھوں نے آپ کے سامنے ایک بکری کا بچہ حاضر کر دیا۔ آپ نے اس کی ٹانگ کو اپنی ساق اور ران کے درمیان دبایا، تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ تھن دودھ سے بھر گئے۔ ابو بکر ؓ ایک پیالہ نما پتھر لائے۔ آپ نے اس میں دودھ دوہا۔ خود نوش فرمایا۔ ابو بکر ؓ کو پلایا اور عبداللہ ابن مسعود کو پینے کے لیے دیا۔ اس کے بعد تھنوں کو سکڑنے کا حکم دیا تو وہ سکڑ گئے۔[1]

اسی موقعے پر انھوں نے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اس کلام کا کچھ حصہ سکھا دیجیے جو آپ نے کہا ہے!

---

[1] مسند احمد رقم: ۴۴۱۲، ۳۵۹۸، ۳۵۹۹، شیخ شعیب أرنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

تو فرمایا:

”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ، فَإِنَّكَ غُلَيِّمٌ مُعَلَّمٌ“ [1]

(اللہ تجھ پر رحم کرے، تو تو ایک سیکھا سکھایا بچہ ہے!)

چنانچہ اللہ تعالی کی رحمتیں ان پر سایہ فگن ہو گئیں۔ پہلے تو انھیں قبول اسلام کی توفیق ملی، پھر علم کا وافر حصہ عطا ہوا۔ آپ ایک مفسر، فقیہ اور محدث تھے۔ علامہ ذہبی نے انھیں ”امام، حبر (عظیم دینی پیشوا) اور فقیہ امت“ جیسے القاب سے یاد کرنے کے بعد لکھا ہے:

”آپ سابقین اولین اور ستودہ صفات علما میں سے تھے“

آگے لکھتے ہیں:

”آپ کے مناقب بے شمار ہیں، علم کا بہت بڑا ذخیرہ روایت کیا ہے“

مزید لکھتے ہیں:

”ذہین و فطین علما میں شمار ہوتے تھے“۔ [2]

اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب سکھا اور عذاب سے بچا!

معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقعے پر مسلمان ہوئے۔ کاتب رسول ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام کے گورنر مقرر رہوئے۔ سنہ ۴۱ھ میں پورے عالم اسلام کے خلیفہ بنے اور سنہ ۶۰ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ“۔ [3]

(اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب سکھا اور عذاب سے بچا)

علامہ سندھی فرماتے ہیں:

---

[1] مسند احمد رقم: ۳۵۹۸، ۷۰۶۱، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

[2] السیر رقم الترجمہ: ۹۲۔ [3] مسند احمد، رقم: ۱۷۱۵۲، الصحیحہ رقم: ۳۲۲۷۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں کتاب اللہ اور حساب کے علم سے بہرہ در ہونے کی دعا اس لیے فرمائی کہ امرا کو اس کی ضرورت پڑتی ہے اور عذاب سے بچانے کی دعا اس لیے کی کہ امارت کی ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں جو کوتاہیاں رہ جائیں ان کی مغفرت ہو جائے۔ کیوں کہ عموما امارت کوتاہیوں سے خالی نہیں ہوتی۔[1]

چنانچہ معاویہ ؓ ایک عالم فاضل، اعلی سمجھ بوجھ کے حامل اور حکمرانی کی تمام تر خصوصیات سے مالا مال صحابی رسول تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے اس بات کی شکایت کی کہ معاویہ ؓ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں تو انھوں نے اسے یہ کہہ کر خاموش کر دیا:

"إِنَّهُ فَقِيهٌ"۔[2]

(بلاشبہ وہ فقیہ ہیں)

علامہ ابو نعیم فرماتے ہیں:

آپ کا شمار کاتبین، حساب دانوں، فصحا، حلم و بردباری کے پیکر اور با وقار لوگوں میں ہوتا ہے۔[3]

ابن عباس ؓ کہتے ہیں:

میں نے حکومت کے لیے معاویہ ؓ سے زیادہ مناسب آدمی نہیں دیکھا۔[4]

---

[1] مسند احمد بتحقیق الشیخ شعیب ارنووط و معاونیہ: ۲۸/۳۸۳-۳۸۴۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۳۷۶۵۔

[3] الاصابۃ: ۳/۱۸۵۶

[4] أیضا

خرید و فروخت میں برکت کی دعا

مال کو اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور مال کمانے کا ایک اہم ذریعہ تجارت ہے۔ کئی ایسے صحابہ تھے جنھوں نے تجارت کے ذریعے کافی دولت کمائی اور ان کی دولت سے اسلام اور مسلمانوں کا اچھا خاصا فائدہ ہوا۔ ایک سے زائد صحابہ کے لیے آپ نے خرید و فروخت میں برکت کی دعا فرمائی تھی اور اللہ نے دعائے رسول کی برکت سے انھیں خوب خوب نوازا بھی تھا۔

عبداللہ کی خرید و فروخت میں برکت عطا فرما!

غزوۂ موتہ میں جعفر بن ابی طالب ﷛ شہید ہو گئے تو تیسرے دن رسول اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا:

''آج کے بعد تم میرے بھائی پر مت روؤ''

پھر فرمایا: ''میرے بھائی کے دونوں بیٹوں کو حاضر کرو''

انھیں حاضر کیا گیا تو ان کے بال بڑے اور پراگندہ ہو جانے کی وجہ سے چوزوں کی مانند معلوم ہو رہے تھے۔ چنانچہ حجام کو بلوایا۔ ان کے سر کے بال اتروا دیے اور فرمایا:

''محمد میرے چچا ابو طالب کے مشابہ ہے اور عبداللہ جسمانی ساخت اور عادت و اخلاق کے اعتبار سے میرے مشابہ ہے''

پھر عبداللہ بن جعفر ﷛ کے ہاتھ کو پکڑ کے اونچا کیا اور تین بار فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اخْلُفْ جَعْفَراً فِیْ أَھْلِهٖ، وَبَارِكْ لِعَبْدِاللّٰهِ فِیْ صَفْقَةِ یَمِیْنِهٖ''

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۷۵۰، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(اے اللہ! جعفر کے اہل خانہ میں تو اس کی نیابت فرما اور عبداللہ کی خرید وفروخت میں برکت عطا فرما)

چنانچہ دعا کا پہلا حصہ اس طور پر قبولیت سے سرفراز ہوا کہ خود رسول خدا ﷺ نے ان کے بچوں کی ولایت قبول کرلی۔

اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خرید وفروخت میں برکت ہونے کا اشارہ اس سے ملتا ہے کہ ان کا ہاتھ بڑا لمبا تھا۔ جود وسخا میں خوب شہرت رکھتے تھے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ انھیں ''قطب السخاء'' (سخاوت کا محور) کہا جاتا تھا۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان کی سخات کے واقعات بکثرت مشہور ہیں۔[1]

اور ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

''شریف الطبع، جود وسخا کے حامل، مرنجا مرنج طبیعت کے مالک، حسن اخلاق کے پیکر، راست باز اور سخی تھے۔ انھیں ''بحر الجود'' (سخاوت کا سمندر) کہا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اہل اسلام میں ان سے زیادہ سخی نہیں تھا۔[2]

اے اللہ! اس کی خرید وفروخت میں برکت عطا فرما!

ایک بار مدینے میں سامان تجارت لانے والا قافلہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عروۃ بن ابو الجعد بارقی رضی اللہ عنہ کو ایک دینار دیا اور فرمایا کہ ہمارے لیے ایک بکری خرید لاؤ۔ عروہ رضی اللہ عنہ قافلے کے پاس گئے۔ بھاؤ تاؤ کیا اور ایک دینار میں دو بکریاں خرید لیں۔ واپسی میں انھیں ایک صاحب ملے جو بکری خریدنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک بکری ان کے پاس ایک دینار میں بیچ ڈالی۔ پھر خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ رہا آپ کا دینار اور یہ رہی آپ کی بکری!

آپ نے فرمایا:

---

[1] الاصابہ رقم الترجمہ: ۴۵۹۳۔

[2] الاستیعاب رقم الترجمۃ: ۱۵۲۳۔

”یہ کیسے ہوا؟“

انھوں نے پورا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے ان کی اس ہنر مندی سے خوش ہو کر فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَہٗ فِیْ صَفْقَۃِ یَمِیْنِہٖ“

(اے اللہ! اس کی خرید و فروخت میں برکت عطا فرما)

دعائے رسول کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں خوب ترقی عطا کی۔ وہ خود فرماتے ہیں:

آج میں کوفہ کے کناسہ نامی جگہ پہ کھڑا ہو جاتا ہوں اور چالیس ہزار نفع کما لیتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ مٹی بھی خرید لیتے تو ان کو اس میں نفع ہوتا۔ کوفہ کے مال دار ترین افراد میں ان کا شمار ہوتا تھا۔[1]

پورا ایک اونٹ مع غلہ نفع میں حاصل کر لیتے!

عبداللہ بن ہشام ؓ ایک صحابی ہیں۔ چھوٹے تھے تو ان کی والدہ زینب بنت حُمید انھیں لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس سے بیعت لے لیجیے!

آپ نے فرمایا:

”یہ تو ابھی بچہ ہے!“

پھر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعاؤں سے نوازا۔

دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت کچھ عطا کیا تھا۔ چنانچہ ان کے دادا جب غلہ وغیرہ خریدنے بازار جاتے تو ان کو ساتھ لے لیتے تاکہ آپ ﷺ کی دعاؤں کی برکت شامل حال رہے۔

بعض دفعہ راستے میں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر ؓ مل جاتے تو عبداللہ بن ہشام سے درخواست کرتے کہ ہمیں بھی تجارت میں شامل کر لیجیے تاکہ دعائے نبوی کی برکتوں سے ہم بھی مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ انھیں شریک کر لیتے اور کبھی پورا ایک اونٹ مع غلہ نفع میں حاصل کر لیتے۔[2]

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۹۳۵۶، ۱۹۳۶۲، ۱۹۳۶۷۔ صحیح بخاری رقم: ۳۶۴۲۔ سنن ترمذی رقم: ۱۲۵۸۔ سنن ابی داؤد رقم: ۳۳۸۴۔ سنن ابن ماجہ رقم: ۲۴۰۲۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۲۵۰۱، ۲۵۰۲، ۶۳۵۳۔

کھانے پینے کی چیزوں میں برکت کی دعا

مسلمانوں کی ابتدائی زندگی انتہائی فقر و فاقے میں گزری تھی۔ کئی کئی دن گزر جاتے کہ ان کو کھانے کی کوئی چیز نہیں ملتی، اسی طرح عرب کے خشک و ریگستانی ملک میں سب سے کم یاب جنس ایک پانی کا چشمہ تھا۔ ایسے میں اگر دعائے رسول کی برکتیں شامل حال نہ ہوتیں تو انھیں جن پریشانیوں اور کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑتا اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ مسلمانوں کو فاقے کا سامنا ہے اور کھانے کی چیز نہیں کے برابر یا پیاس سے نڈھال ہیں اور پانی ندارد۔ ایسے میں دعائے رسول نے مسیحائی کی اور مسائل حل ہو گئے۔ اگلے صفحات میں ہم اعجاز نبوت کے اسی پہلو کے جلووں کا مشاہدہ کریں گے۔

کھجور میں برکت

یہ گزر چکا ہے کہ غزوۂ احد کے موقعے پر عبداللہ بن عمرو بن حرام ﷛ شہید ہوئے تو نو بیٹیاں اور ڈھیر سارا قرض چھوڑ گئے۔ جائیداد کے طور پر بس کھجور کا باغ چھوڑ گئے تھے، جس کے پھلوں سے قرض کی ادائیگی میں کئی سال لگ جاتے۔ یہاں یہ اضافہ کر دوں کہ سارا قرض یہودیوں سے لے رکھا تھا۔ ایک یہودی تو ایسا تھا جو تیس وسق (لگ بھگ پینتالیس کوئنٹل) پاتا۔

پھل کٹنے کا وقت قریب آیا تو سارے قرض خواہوں نے بشدت تقاضے شروع کر دیے۔ ویسے عبداللہ ﷛ کے فرزند جابر ﷛ بھی چاہتے تھے کہ کسی طرح قرض سر سے اتر جائے، بہنوں کے لیے کچھ لے جا سکیں یا نہ سکیں۔ لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ ان کی لاچاری پہ ترس کھا کر قرض خواہ کچھ نرمی برتتے اور اپنے قرض کا کچھ حصہ معاف کر دیتے۔ لیکن اس کی کوئی امید نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس لیے وہ خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور قرض خواہوں سے بات کرنے کی اپیل کی۔ لیکن اس کا الٹا اثر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو درمیان میں دیکھ کر قرض خواہوں کے تقاضے میں اور سختی آ گئی۔ آپ نے قرض دار کی یتیمی اور تنگ دستی کا حوالہ دے کر ان کے سامنے کئی متبادل رکھے، مثلاً ایک سال کی مہلت دے دیں یا باغ سے جتنی کھجور نکلے اسے سب مل کر لے لیں اور اپنے اپنے قرض سے دست بردار ہو جائیں۔ لیکن وہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ حتی کہ تیس وسق والے یہودی سے بھی کہا کہ باغ کے پورے پھل اپنے قرض کے بدلے لے لو، پھر بھی وہ تیار نہ ہوا۔

اب رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق کھجوروں کو توڑنے کے بعد قسموں کے اعتبار سے الگ الگ ڈھیر لگایا گیا۔ پھر ہر ڈھیر کے گرد چکر لگائے اور برکت کی دعائیں کیں۔ اس کے بعد سب سے بڑے ڈھیر کے پاس بیٹھ کر قرض خواہوں کو ناپ کر دینا شروع کر دیا۔

کچھ لوگوں کو دینے کے بعد نماز کا وقت آ گیا تو آپ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز کے لیے چلے گئے۔ ہاں جابر ﷛ کو یہ حکم دے گئے کہ باقی لوگوں کو ناپ کر دیتے جاؤ، اللہ قرض ضرور اتار دے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے ناپ کر دینا شروع کر دیا۔ سارا قرض ادا ہو گیا اور کھجوریں جوں کی توں باقی رہی۔ ایک دانا بھی کم نہ ہوا۔[1]

ایک صاع جو اور بکری کے بچے میں برکت

غزوۂ احزاب کے موقعے پر خندق کھودی جا رہی ہے۔ سخت تنگی کے ایام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب تین دن سے بھوکے ہیں، بھوک کی شدت کی وجہ سے آپ کے پیٹ پر پتھر بندھے

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۴۳۵۹، ۱۵۰۰۵، ۱۵۲۰۶، ۱۵۲۵۷، ۱۵۲۸۱۔ صحیح بخاری رقم: ۲۱۲۷، ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۴۰۵، ۲۶۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳۵۸۰، ۴۰۵۳، ۶۲۵۰۔ سنن ابی داؤد رقم: ۲۸۸۴، سنن نسائی رقم: ۳۶۳۷-۳۶۴۲۔ سنن ابن ماجہ رقم: ۲۴۳۴۔

ہوئے ہیں۔ جابر بن عبداللہ ﷜ سے یہ منظر دیکھا نہ جا سکا، اس لیے اجازت لے کر گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا: کیا تمھارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں۔

نیک بخت بیوی ایک تھیلا نکال لائی، جس میں ایک صاع جو تھے، اسے پیس کر آٹا بنایا۔ گھر میں ایک بکری کا بچہ تھا، جابر ﷜ نے اسے ذبح کیا، بوٹیاں کیں اور ہانڈی میں رکھ دیا پھر رسول اللہ ﷺ کو بلانے کے لیے نکل پڑے۔ چلنے لگے تو ان کی بیوی نے تنبیہ کر دی کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ زیادہ لوگوں کو بلا کر ہمیں شرمندہ مت کیجیے گا۔

جابر ﷜ نے خدمت رسول میں حاضر ہو کر آپ کے کان میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیس لیے ہیں، جو ہمارے پاس تھے۔ آپ دو ایک صحابہ کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔

آپ نے ان کی گزارش سن کر فرمایا:

''یہ تو بہت ہے اور بڑھیا ہے!''

پھر بآواز بلند فرمایا:

''اے اہل خندق! جابر نے تمھارے لیے کھانا تیار کروایا ہے۔ بس اب سارا کام چھوڑ دو اور جلدی چلے چلو''

اس غیر متوقع اعلان پر بے ساختہ جابر ﷜ کے منہ سے ''اِنَّا لِلّٰهِ'' نکل پڑی۔

اب کیا تھا، تمام مہاجر و انصار چل پڑے۔

آپ نے جابر ﷜ کو یہ ہدایت دے دی کہ جب تک میں نہ آجاؤں ہانڈی چولھے سے اتارنا اور نہ آٹے کی روٹی پکانی شروع کرنا۔

جابر ﷜ گھر پہنچے تو دونوں میاں بیوی اس صورت حال سے پریشان تھے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپ کے سامنے گندھا ہوا آٹا رکھا گیا تو اس میں اپنا لعاب دہن ملا

دیا اور برکت کی دعا کی، پھر ہانڈی میں بھی لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلاؤ، وہ میرے سامنے روٹی پکائے۔ یہ بھی فرمایا کہ گوشت ہانڈی سے نکالو لیکن ہانڈی کو چولھے سے نہ اتارنا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بذات خود روٹی کو چورا کر کے اس میں گوشت ملا کر اپنے صحابہ کو پیش کرنے لگے۔

دعائے رسول کی برکت دیکھیے کہ اس مختصر سے کھانے سے تقریباً ایک ہزار صحابہ شکم سیر ہو گئے اور کھانا بچ بھی گیا۔ آپ نے فرمایا:

”بچا ہوا کھانا تم خود کھاؤ اور لوگوں کے یہاں ہدیہ میں بھیجو کیوں کہ لوگ آج کل فاقے میں مبتلا ہیں“

جابر ؓ فرماتے ہیں:

اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اتنے ہی کھانے کو سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔ جب سب لوگ واپس ہو گئے تو ہماری ہانڈی اسی طرح ابل رہی تھی جس طرح شروع میں تھی اور آٹے سے روٹیاں برابر بن رہی تھیں۔[1]

اے اللہ! اس میں خوب برکت عطا فرما!

اسی غزوۂ خندق کے موقعے پر ایک دن انصاری صحابی ابوطلحہ ؓ نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں اور کروٹ بدل رہے ہیں۔ پس وہ گھر گئے اور اپنی اہلیہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں اور کروٹ بدل رہے ہیں۔ مجھے آپ کی آواز میں بھی نقاہت محسوس ہوئی۔ لگتا ہے آپ بھوک سے بے تاب ہیں۔ کیا تمھارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۳۰۷۰، ۴۱۰۱-۴۱۰۲۔ صحیح مسلم رقم: ۲۰۳۹۔ مسند احمد رقم: ۱۵۰۲۸۔

انھوں نے کہا: ہاں!

چنانچہ نیک بخت خاتون نے جو کی چند روٹیاں نکالیں اور اپنے دوپٹے کے ایک حصے میں لپیٹ کر اپنے فرزند انس ؓ کے بغل میں چھپا دیا اور دوسرا حصہ ان کے جسم پر ڈال کر خدمت رسول میں روانہ کر دیا۔

انس ؓ پہنچے تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ساتھ میں بہت سے صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انس ؓ جا کر کھڑے ہوئے تو پوچھا:

”کیا تمھیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟“

عرض کیا: جی ہاں!

آپ نے فرمایا:

”کچھ کھانا دے کر؟“

عرض کیا: جی ہاں!

آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے صحابہ سے فرمایا:

”چلو چلتے ہیں!!“

انس ؓ آگے آگے چل رہے تھے اور مہمانوں کی مقدس جماعت پیچھے پیچھے۔

ابوطلحہ ؓ دروازے پر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ پہنچتے ہی انس ؓ نے ساری باتیں بتا دیں تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: ام سلیم! رسول اللہ ﷺ اپنے احباب کے ساتھ تشریف لائے ہیں جب کہ ہمارے پاس اتنا کھانا تو ہے نہیں جو سب کو کفایت کر سکے!!

جواب میں ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال خاتون نے کہا: اللہ اور اس کے رسول حقیقت حال سے زیادہ واقف ہیں، ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں!

اب ابو طلحہ ﷜ نے آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔ گھر پہنچے تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس مختصر سا سامان ہے جو سب کو کفایت نہیں کرسکتا۔

آپ نے فرمایا:

”اسے حاضر کرو، یقیناً اللہ اس میں برکت ڈال دے گا“۔

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روٹیاں پیش کیں۔ آپ کے حکم سے ان کا چورا کردیا گیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گھی کی کپی نچوڑ کر چند قطرے ڈال دیے، اس طرح سالن کا انتظام ہوگیا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈال کر برکت کی دعا کی۔ پھر آپ کے حکم سے دس دس افراد کو باری باری بلا کر کھانا کھلایا گیا۔

اسے دعائے رسول کی برکت اور رب قدیر کے الطاف وعنایات کی کرشمہ سازی کے علاوہ اور کیا کہا جائے کہ چند روٹیوں سے اسی افراد شکم سیر ہوکر باہر نکلے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور اہل خانہ نے کھانا تناول کیا۔ اور جو کچھ بچ گیا اسے پڑوسیوں کو بھجوادیا۔[1]

مسند احمد میں دعا کے الفاظ یوں وارد ہوئے ہیں:

”بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ أَعْظِمْ فِيْهَا الْبَرَكَةَ“

(اللہ کے نام سے، اے اللہ! اس میں خوب برکت عطا فرما)

حَیس میں برکت!

رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے جگر گوشے انس بن مالک کے ہاتھوں ایک برتن میں حَیس (کھجور، پنیر [یا ستو] اور گھی ملا کر بنا ہوا کھانا) بھیجا اور کہا: ہماری طرف سے سلام پیش کرنے کے بعد عرض کرنا کہ یہ مختصر سا ہدیہ ہے، قبول

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۴۲۲، ۳۵۷۸، ۵۳۸۱، ۵۴۵۰، ۶۶۸۸۔ صحیح مسلم رقم: ۲۰۴۰۔ سنن ترمذی رقم: ۳۶۳۰۔ صحیح ابن حبان رقم: ۶۵۳۴۔

[2] مسند احمد رقم: ۱۳۵۴۷، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ہو جائے تو زہے نصیب!

انس ﷺ نے حاضر خدمت ہو کر والدہ ماجدہ کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے فرمایا:

"اسے رکھو... اور فلاں، فلاں، فلاں اور جس سے بھی ملاقات ہو، سب کو بلا لاؤ"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ جتنے لوگوں کا نام لیا گیا تھا انھیں اور جتنے لوگوں سے ملاقات ہوئی سب کو بلا لائے۔ دیکھتے ہی دیکھتے حجرۂ رسول اور صفہ کھچا کھچ بھر گیا۔ تقریباً تین سو افراد جمع ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے کھانے پہ دست مبارک رکھ کر دعا فرما دی۔ پھر دس دس افراد کو بلاتے گئے اور فرماتے گئے:

"بسم اللہ کہہ لیا کرو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے"۔

لوگ آتے گئے اور کھاتے گئے۔ کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ تقریباً تین سو افراد کے آسودہ ہونے کے بعد دستر خوان اٹھایا گیا تو اندازہ لگانا مشکل تھا کہ دستر خوان بچھاتے وقت کھانا زیادہ تھا یا اٹھاتے وقت!!![1]

کنویں میں پانی بھر گیا

صلح حدیبیہ کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ حدیبیہ نامی کنویں کے پاس اپنے چودہ سو صحابہ کے ساتھ اترے۔ کنویں کا پانی نکالنا شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے کنواں خالی ہو گیا اور اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ بچا۔

رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو کنویں کے پاس تشریف لائے، اس کے کنارے بیٹھ گئے، ایک برتن پانی منگایا، وضو کیا، کلی کی، اللہ سے دعا فرمائی، وضو کے لیے استعمال شدہ پانی کنویں میں ڈال دیا اور فرمایا:

"اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دو"۔

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۵۱۶۳، صحیح مسلم رقم: ۱۴۲۸۔

تھوڑی ہی دیر میں پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ سب لوگ جب تک وہاں ٹھہرے رہے اس سے خود سیراب ہوتے رہے اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتے رہے۔[1]

توشے میں برکت

غزوۂ تبوک کے موقعے پر دوران سفر مسلمانوں کو سخت غذائی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس سے تنگ آ کر بعض حضرات نے سواری کے اونٹوں کو ذبح کر کے اس کے گوشت سے کام چلانے کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجازت مل بھی گئی، لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آج ہم سواری کے جانوروں کو ذبح کر کے کھا جاتے ہیں تو سواری کے جانور کم ہو جائیں گے۔ کل دشمن سے مقابلہ ہو گا تو ہم بھوکے اور پیدل ہوں گے۔ اس لیے یہ ارادہ ترک کر کے اگر آپ لوگوں کو حکم دیں کہ ان کے پاس جو بھی کھانے کی چیزیں بچی ہوئی ہیں، اسے جمع کر دیں اور آپ اس میں برکت کی دعا فرما دیں تو اللہ آپ کی دعا میں ضرور برکت دے گا اور ہمارے کھانے پینے کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اس دانش مندانہ رائے کو پسند فرمایا۔ چمڑے کی ایک چٹائی لا کر بچھوا دی اور لوگوں کو اپنا اپنا بچا ہوا توشہ اس پر ڈالنے کا حکم دیا۔

اب جس کے پاس جو کچھ تھا جمع کر دیا۔ کوئی ایک مٹھی مکئی لایا، کوئی ایک مٹھی کھجور تو کوئی روٹی کا ایک ٹکڑا۔ زیادہ سے زیادہ جو کسی سے جمع ہو سکا وہ ایک صاع کھجور تھی۔ اس طرح چٹائی پر کچھ چیزیں جمع ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر برکت کی دعا فرمائی اور اپنے اصحاب کو اپنا اپنا برتن لا کر کھانے کا سامان لے جانے کا حکم دیا۔ سب نے اپنے اپنے برتن بھرنے شروع کر دیے لشکر میں جتنے بھی برتن تھے سب بھر لیے گئے، سب نے آسودہ ہو کر کھا بھی لیا، پھر بھی کھانے کا سامان جتنا تھا اتنا بچ گیا۔

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۳۵۷۷، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱۔ صحیح مسلم رقم: ۱۸۰۷۔ مسند احمد رقم: ۱۶۵۱۷، ۱۸۵۶۳، ۱۸۶۷۱۔

[1] صحیح مسلم رقم: ۲۷۔ مسند احمد رقم: ۹۴۶۶، ۱۱۰۸۰، ۱۵۴۴۹۔ صحیح ابن حبان رقم: ۶۵۳۰۔

ایک مٹھی کھجور میں برکت

ایک دن ابو ہریرہ ؓ اپنی ہتھیلی میں چند کھجور رکھ کر خدمتِ رسول میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس میں برکت کی دعا فرما دیجیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کھجوروں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور ان کی درخواست کے مطابق برکت کی دعا کر دی۔ نیز فرمایا کہ انھیں ایک تھیلے میں رکھ لو، جب ضرورت محسوس ہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر کھجور لے لینا اور اسے پھیلانا مت!

اللہ تعالیٰ نے اس مختصر سی کھجور میں اتنی برکت دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے اسی کھجور میں سے اتنے اور اتنے اونٹ کھجور اللہ کے راستے میں خیرات کیے۔ جب کہ ہم اسی میں سے کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے بھی تھے۔

یہ تھیلا ابو ہریرہ ؓ کی کمر میں بندھا رہتا تھا۔ شہادت عثمان ؓ کے حادثۂ غیر مرضیہ کی وجہ سے جہاں امت بہت سی برکتوں سے محروم ہو گئی، وہیں ابو ہریرہ ؓ کا یہ تھیلا بھی کٹ کر گر گیا۔[1]

تھنوں میں دودھ اتر آیا

ہجرت کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ اپنے رفیق خاص ابو بکر ؓ کے ساتھ چھپتے چھپاتے مکے سے مدینے کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ابو معبد کے خیمے میں اترے اور ان سے کھانے پینے کے لیے کچھ مانگا، لیکن ان کی طرف سے یہ جواب ملا کہ ہماری تمام بکریاں گابھن ہو چکی ہیں، جس کی وجہ سے فی الوقت ہمارے پاس دودھ کا انتظام نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بکری کیسی ہے؟ ابو معبد نے اسے حاضر کیا تو اس پر برکت کی دعا فرمائی۔ جس کے نتیجے میں اس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ آپ نے ایک بڑا پیالہ دودھ دوہا۔ خود نوش فرمایا، اپنے احباب کو پلایا اور ابو معبد کو بھی پیش کیا۔

آپ کے اس معجزہ کے مشاہدے کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔[2]

---

[1] مسند احمد رقم: ۸۶۲۸۔ سنن ترمذی رقم: ۳۸۳۹۔ صحیح ابن حبان رقم: ۶۵۳۲۔ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ صحیح سنن الترمذی رقم: ۳۰۱۵۔

[2] أخرجه البزار باسناد حسن ۔ دیکھیے السیرة النبویة الصحیحة: ۱/۲۱۳-۲۱۵۔

مسئلے کی وضاحت کے لیے دعا

کئی بار ایسا بھی ہوا کہ رسول اکرم کو کچھ مسائل درپیش ہوئے، جو باعث الجھن تھے۔ پس مدبر کائنات کی طرف رجوع کیا اور چٹکی میں مسئلہ حل ہو گیا۔ اس سلسلے کے کچھ واقعات ملاحظہ ہوں:

اے اللہ! گرہ کشائی فرما!

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رات کے وقت مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک انصاری صحابی آ کر کہنے لگے:

اگر ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے اور اس کا چرچا کرے تو اس پر کوڑے برسیں گے، قتل کر دے تو بطور قصاص قتل کیا جائے گا اور خاموش رہے تو اس کے اندر غیظ و غضب کا لاوا پک رہا ہوگا۔ ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ میں اس کے سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ سے ضرور پوچھوں گا۔

چنانچہ اگلے دن خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے اور اس کا چرچا کرے تو اس پر کوڑے برسیں گے، اسے قتل کر دے تو آپ اسے بطور قصاص قتل کر دیں گے اور اگر منہ بند رکھے تو اس کے سینے میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک رہی ہوگی۔ ایسے میں اسے کیا کرنا چاہیے؟

چوں کہ اس سلسلے میں اب تک کوئی حکم نہیں آیا تھا، اس لیے آپ نے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ افْتَحْ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ “

(اے اللہ! گرہ کشائی فرما۔ اے اللہ! گرہ کشائی فرما)

ساتھ ہی اللہ رب العزت سے دعائیں کرنے لگے۔

چنانچہ یہ آیات نازل ہو گئیں:

”وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ٥“[1]

(جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہ فاسق لوگ ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں، تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی ذات نہ ہو، تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ سچوں میں سے ہیں۔ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو، اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ کا عذاب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر نہ ہوتا، (تو تم پر مشقت اترتی) اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور حکمتوں والا ہے۔)

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۱۴۹۵۔ سنن ابی داؤد رقم: ۲۲۵۳۔ مسند احمد رقم: ۴۲۸۱۔ سنن ابن ماجہ رقم: ۲۰۶۸۔

اے اللہ! معاملے کو صاف کر دے!

ایک شخص نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بتایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو تنہائی میں پایا ہے۔ انھوں نے اس معاملے کو دربار رسالت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی کو بلایا اور حقیقت جاننی چاہی لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ اب آخری راستہ لعان کا بچا تھا، اس لیے ان دونوں کے درمیان لعان کرا دیا۔ نیز حقیقت آشکارا ہو جائے، اس ارادے سے یہ دعا فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ بَیِّنْ"

(اے اللہ! معاملے کو صاف کر دے)

مدعی زرد رنگ، کم گوشت اور سیدھے بالوں والے تھے اور جسے انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ پانے کا دعوی کیا تھا وہ گندمی، گٹھے ہوئے جسم کا، بھرے گوشت والا تھا اور اس کے بال بہت زیادہ گھنگریالے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے معاملہ صاف کر دیا۔ بچہ پیدا ہوا تو شکل وصورت کے اعتبار سے اسی شخص کے مشابہ تھا جس کے ساتھ عورت کے شوہر نے اسے پانے کا الزام لگایا تھا۔[۱]

جادو کھل گیا!

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا گیا۔ اس کا اثر آپ پر یہ ہوا کہ کسی کام کے بارے میں آپ خیال کرتے کہ اسے انجام دے دیا ہے لیکن اسے انجام نہیں دیا ہوتا۔ بے چینی کے عالم میں ایک

---

[۱] صحیح بخاری رقم: ۵۳۱۰، ۵۳۱۶، ۶۸۵۶، صحیح مسلم رقم: ۱۴۹۷، سنن نسائی رقم: ۳۴۷۰ - ۳۴۷۱، سنن ابن ماجہ رقم: ۲۵۶ و مسند احمد رقم: ۳۱۰۶، ۳۱۰۷، ۳۳۶۰، ۳۴۴۹۔ نیز واقعے کی ترتیب کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/۵۶۹۔ واضح ہو کہ ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق یہ واقعہ بھی اسی انصاری صحابی کا ہے، جس کے بارے لعان کی آیتیں نازل ہوئی ہیں اور جن کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

دن آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اللہ تعالی کے حضور مسلسل دعائیں کرر ہے تھے۔ دعا سے فارغ ہوئے تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

”عائشہ! تمھیں معلوم ہے، میں اللہ سے جو بات پوچھ رہا تھا اللہ نے اس کا جواب دے دیا ہے؛ میرے پاس دو فرشتے آئے، ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: ان صاحب کو کیا بیماری ہے؟

دوسرے نے کہا: ان پر جادو کر دیا گیا ہے۔

پہلے نے کہا: جادو کس نے کیا ہے؟

دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے۔

پہلے نے سوال کیا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟

دوسرے نے جواب دیا: کنگھے اور بال میں۔

پہلے نے پوچھا: جادو کہاں ہے؟

دوسرے جواب دیا: نر کھجور کے خوشے میں، زروان کے کنویں کے اندر ایک پتھر کے نیچے دفن ہے“۔

چنانچہ آپ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس کے اندر سے جادو نکالا۔ آپ نے فرمایا کہ یہی وہ کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا تھا۔ اس کا پانی مہندی کے رنگ جیسا رنگین تھا اور اس کے کھجوروں کے درختوں کے سر شیطانوں کے سروں جیسے تھے۔

وہ جادو کنویں سے نکالا گیا۔ اور دوبارہ دفن کر دیا گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ آپ نے اس کا توڑ کیوں نہیں کر دیا؟ فرمایا:

”اللہ تعالی نے مجھے شفا دے دی ہے۔ اب میں پسند نہیں کرتا کہ لوگوں میں شور وہنگامہ ہو“۔[1]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۳۱۷۵، ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم رقم: ۲۱۸۹۔

فتح و نصرت کی دعا

محمد عربی ﷺ اللہ کے رسول تھے۔ اس کے دین کی سربلندی آپ کا مشن تھا۔ آپ اس مشن کو لے کر چلے تو راستے میں روڑے اٹکائے گئے۔ بزور قوت آگے بڑھنے سے روکا گیا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بھی قوت کے استعمال کی اجازت دے دی۔

مخالفین ظاہری ساز و سامان کے اعتبار سے حد درجہ فائق تھے۔ بظاہر ان کا پلڑا بھاری معلوم ہوتا۔ لیکن مدبر کائنات کی تائید و نصرت آپ کے شامل حال ہوتی۔ اس لیے آپ ہمیشہ فتح مند ہوتے۔

قرآن مجید کے اندر متعدد مقامات پر اس نکتے کی وضاحت کی گئی ہے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو ظاہری اسباب کے اعتبار سے کمتر ہونے کے باوجود شاندار فتح حاصل ہوئی۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

”وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ“[1]

(اور اللہ نے میدان بدر میں تمھاری مدد کی جب کہ تم نہایت کمزور تھے)

اور آگے کہتا ہے: ”وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ“[2]

(اور مدد تو صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے جو بڑی حکمت و عزت والا ہے)

اور غزوۂ احزاب میں مدینے کا محاصرہ کرنے والے گروہوں کے ناکام و نامراد لوٹنے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

”وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا، وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ، وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا“[3]

---

[1] آل عمران: ۱۲۳۔ [2] آل عمران: ۱۲۶۔ [3] الاحزاب: ۲۵۔

(اور اللہ نے کافروں کو غیظ و غضب بھرے دلوں کے ساتھ واپس کر دیا۔ اپنی کوئی بھی مراد حاصل نہ کر سکے۔ اور اللہ مومنوں کی طرف سے قتال کے لیے کافی ہو گیا اور اللہ بڑی قوت والا زبردست ہے)

اور غزوۂ حنین کے موقعے پر جب بعض نو مسلموں کے منہ سے یہ نکل گیا کہ آج ہم قلت تعداد کی بنیاد پر نہیں ہار سکتے،[1] تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے اندر یہ احساس جاگزیں کرنے کے لیے کہ طاقت کا اصل سرچشمہ اللہ کی ذات والا صفات ہے، یہ دعا پڑھنی شروع کر دی:

”اَللّٰهُمَّ بِكَ أُحَاوِلُ، وَبِكَ أَصُوْلُ وَبِكَ أُقَاتِلُ“۔[2]

(اے اللہ! میں تیرے ہی سہارے کوشش کرتا ہوں، تیرے ہی سہارے حملہ کرتا ہوں اور تیرے ہی سہارے جنگ کرتا ہوں)

اس سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کی ہار جیت کا انحصار افرادی قوت اور ساز و سامان کی قلت و کثرت پر نہیں بلکہ حق پر قائم ہونے اور اس کا پرچار کرنے کی وجہ سے اللہ کی تائید غیبی اور نصرت پر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام اوقات میں بھی یہ دعا فرماتے:

”رَبِّ أَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِيْ وَ لَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْلِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدَىٰ إِلَيَّ، وَانْصُرْنِيْ عَلَىٰ مَنْ بَغَىٰ عَلَيَّ، رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّاراً، لَكَ ذَكَّاراً، لَكَ رَهَّاباً، لَكَ مِطْوَاعاً، إِلَيْكَ مُخْبِتاً، لَكَ أَوَّاهاً مُنِيْباً، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ، وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ، وَأَجِبْ دَعْوَتِيْ، وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ، وَاهْدِ قَلْبِيْ، وَسَدِّدْ لِسَانِيْ، وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ قَلْبِيْ“۔[3]

(اے میرے پروردگار! میری مدد فرما، میرے خلاف مدد نہ کر۔ مجھے غالب کر مغلوب نہ کر۔

---

[1] فتح الباری: ۳۴/۸۔ [2] مسند احمد رقم: ۱۸۹۳۳۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین کے مطابق اس کی سند صحیح اور مسلم کی شرط پر ہے۔ [3] مسند احمد رقم: ۱۹۹۷، سنن ابی داؤد رقم: ۱۵۰۰، سنن ترمذی رقم: ۳۵۵۱، صحیح سنن ترمذی رقم: ۲۸۱۶۔

میرے حق میں تدبیر کر میرے خلاف تدبیر نہ کر۔ مجھے ہدایت عطا کر اور ہدایت کا حصول میرے لیے آسان بنا۔ اے میرے پروردگار! تو مجھے اپنا بہت زیادہ شکر گزار، بکثرت ذکر کرنے والا، خوف کھانے والا، اطاعت گزار، خشوع وخضوع کرنے والا، عاجزی کرنے والا اور توبہ کرنے والا بندہ بنا۔ اے میرے پروردگار! میری توبہ قبول فرما، میرے گناہ دھو دے، میری دعا قبول کر، میری حجت ثابت کر دے، میرے دل کی رہنمائی فرما، میری زبان کو درست فرما اور میرے دل کو کینہ، حسد وبغض کی آلائشوں سے پاک کر دے)

اور جب کسی قوم کا ڈر ہوتا تو یہ دعا فرماتے:

''اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ''[1]

(اے اللہ! ہم تجھ کو ان دشمنوں کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں)[1]

اور جب غزوہ کرتے تو زبان پر ہوتا:

''اَللّٰھُمَّ أَنْتَ عَضُدِیْ، وَأَنْتَ نَصِیْرِیْ، وَبِكَ أُقَاتِلُ''[2]

(اے اللہ! تو میرا دست وبازو ہے، تو میرا معاون ومددگار ہے اور تیرے ہی سہارے میں قتال کرتا ہوں)

کتب سیرت اس بات پر شاہد ہیں کہ عہد نبوت میں جب بھی اسلامی فوج کفر وشرک کے علم برداروں کے بالمقابل ہوتی تو رسول اکرم ﷺ اپنے پاک پروردگار سے تائید ونصرت کی طلب میں جٹ جاتے۔ اس کے آستانے پر ماتھا ٹیک کر گڑگڑاتے، عاجزی کرتے اور فتح کی دعائیں کرتے۔

آپ کا یہ افتقار الی اللہ اس وقت اور بڑھ جاتا جب اسلامی لشکر مشکل حالات سے دوچار

---

[1] سنن ابی داؤد رقم: ۱۵۳۷۔

[2] مسند احمد رقم: ۲/۱۲۹۰۹۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ہوتا۔

رب جلیل بھی اپنے وعدے کو نبھاتے ہوئے اپنے نبی کی دعائیں سنتا اور مسلمانوں کو فتح یاب کرتا۔

آگے ہم حدیث وسیرت کی کتابوں سے مختلف غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کی گئی دعاؤں اور اہل اسلام کی فتح مندی کی شکل میں نمودار ہونے والے اثرات کا مختصراً ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ!

اے اللہ اگر تو نے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو تیری عبادت نہیں ہو گی!

غزوۂ بدر تاریخ اسلام کی اہم ترین جنگوں میں سے ایک ہے۔ اس جنگ میں مسلمان اور مشرکین مکہ آمنے سامنے تھے۔ مسلمان مدینے سے جنگ کے ارادے سے نہیں نکلے تھے، اس لیے زیادہ تیاری بھی نہیں کی تھی۔ صرف تین سو تیرہ افراد رسول عربی ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ان کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور ستر اونٹ۔ قابل ذکر ہتھیار تھے نہ رسد کا حسب دل خواہ انتظام۔ جب کہ قریش مکہ معظمہ سے بڑے ساز و سامان کے ساتھ نکلے تھے ہزار آدمی کی جمعیت تھی جو عمدہ قسم کے ہتھیاروں سے لیس تھی۔ سو سواروں کا رسالہ تھا۔ روسائے قریش سب شامل تھے۔ رسد کا یہ انتظام تھا کہ امرائے قریش باری باری ہر روز دس دس اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے۔

قریش پہلے ہی مقام بدر پر پہنچ کر مناسب جگہوں پر قبضہ کر چکے تھے۔ اسلامی لشکر ۱۷/ رمضان کی شب کو وہاں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے مقابل فوج کی تعداد اور تیاریوں کا پتہ لگایا۔ مناسب جگہ پہ اپنے ساتھیوں کو اتارا۔ پھر قادر مطلق کے آستانے پہ سر ٹیک دیے، جس کے دین کی سربلندی آپ کے خوابوں کی تعبیر تھی۔ آپ نے رات کیسے گزاری آیئے اس کا بیان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

”ہم نے بدر کے دن دیکھا کہ ہم میں سے تمام حضرات سو رہے تھے، اگر کوئی جاگ رہا تھا تو

وہ اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ آپ ایک درخت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے، دعائیں کر رہے تھے اور رو رہے تھے۔ یہ سلسلہ صبح تک چلتا رہا۔

رات میں ہلکی سی بارش ہوئی تو ہم نے بارش سے بچنے کے لیے پیڑ کے نیچے پناہ لے لی یا چمڑے کی ڈھالوں کے ذریعہ خود کو بارش سے بچانے کا انتظام کیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ بارش سے بے خبر اپنے رب سے دعائیں کرتے رہے۔ آپ کہہ رہے تھے:

”اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكْ ھٰذِہِ الْفِئَةَ لَا تُعْبَدْ“[1]

(اے اللہ! اگر تو نے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو تیری عبادت نہیں ہوگی)۔

پھر جب دن میں دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں، اس وقت آپ کا کیا حال تھا، عمر بن خطاب ؓ سے سنیے۔ وہ فرماتے ہیں:

”بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین پر نظر دوڑائی تو ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی، جب کہ آپ کے اصحاب صرف تین سو تیرہ تھے۔ پس آپ قبلہ رخ ہوئے، اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلایا اور اپنے رب کے حضور باآواز بلند فریاد کرنا شروع کیا:

”اَللّٰھُمَّ أَنْجِزْ لِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ، اَللّٰھُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِیْ، اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكْ ھٰذِہِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْأَرْضِ“۔

”اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے جو عہد کیا ہے اسے ایفا کر۔ اے اللہ! اگر تو نے اہل اسلام کے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی“

آپ قبلہ رو ہو کر ہاتھوں کو پھیلا کر اپنے رب سے فریاد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے

---

[1] مسند احمد رقم: ۹۴۸، ۱۰۲۳، ۱۱۶۱۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ نیز دیکھیے السيرة النبوية الصحيحة: ۲/ ۳۶۰-۳۶۱۔

کندھوں سے چادر گر گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، چادر اٹھائی، آپ کے کندھوں پر ڈالی اور آپ کو پیچھے سے پکڑتے ہوئے فرمایا: ''بس کیجیے اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ ضرور اپنے وعدے کو پورا کرے گا''۔[1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے اپنے نبی کی مدد فرمائی[2] مسلمانوں کو ثابت قدمی عنایت کی اور کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔[3] نتیجے میں افراد و ساز و سامان کے اعتبار سے کم تر ہونے کے باوجود مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ قریش کا غرور خاک میں مل گیا۔ ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید ہوئے جو عموماً قائد، سردار اور بڑے سربرآوردہ حضرات تھے۔ جب کہ مسلمانوں کا نقصان معمولی نوعیت کا تھا۔ ان کے صرف چودہ افراد شہید ہوئے اور کسی کو قیدی نہ بنایا جا سکا۔

دعائے رسول کی برکت سے حاصل ہونے والی اس فتح کی اہمیت کے تعلق سے مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس کے بعد سے آج تک مسلمانوں کو جتنی فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں اور ان کی جتنی حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہوئیں وہ سب اسی فتح مبین کی رہین منت ہیں، جو بدر کے میدان میں اس مٹھی بھر جماعت کو حاصل ہوئی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو ''یوم الفرقان'' (فیصلہ کن دن) قرار دیا ہے''۔[4]

اے اللہ! یہ پیدل ہیں، انھیں سواری عطا کر!

رسول اکرم بدر کے دن تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ نکلے تو یہ دعا فرمائی:

''اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ، اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ، اَللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ''

(اے اللہ! یہ پیدل ہیں، انھیں سواری عطا کر۔ اے اللہ! یہ ننگے ہیں، انھیں پہنا دے عطا

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۰۸، ۲۲۱ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

[2] الأنفال: ۹۔ [3] الأنفال: ۱۲۔ [4] نبی رحمت، ص: ۲۸۷۔

کر۔ اے اللہ! یہ بھوکے ہیں، انھیں کھانا فراہم کر)

حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

چنانچہ اللہ تعالی نے بدر کے دن انھیں فتح عطا فرمائی۔ جب وہ لوٹے تو ان میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کے پاس ایک یا دو اونٹ نہ ہوں۔ انھیں پہننے کے لیے کپڑے اور کھانے کے لیے اسباب بھی مل چکے تھے۔[1]

اے اللہ! ان کی مدد فرما!

کعب بن اشرف ایک سرمایہ دار اور ممتاز یہودی تھا۔ عرب اور یہود دونوں سے اس کے برابر کے تعلقات تھے۔ حسن و جمال میں مشہور اور اچھا شاعر تھا۔ اسلام اور اہل اسلام سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ بدر میں مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی تو جل بھن کر رہ گیا۔ رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی ہجو کی، مکہ جا کر قریش کے مقتولین پر مرثیے کہے، انھیں مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور مدینہ لوٹا تو مسلمان عورتوں کے بارے میں واہیات اشعار کہنے شروع کر دیے۔

اس کی انھی شرارتوں سے تنگ آ کر ایک دن آپ نے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ کوئی جواں مرد تیار ہو اور اس کا کام تمام کر دے! محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور کچھ ایسی باتیں کرنے کی اجازت لے لی جن کے ذریعے اسے قریب لایا جا سکے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب کے پاس آئے اور یہ ظاہر کیا کہ محمد (ﷺ) کے بار بار زکوۃ اور صدقے کے مطالبے سے وہ تنگ آ چکے ہیں، آپ کی پیروی کر کے وہ پچھتا رہے ہیں، لیکن اب پیچھا چھڑا نہیں سکتے، انھیں بس آپ کے انجام کا انتظار ہے۔ فی الحال انھیں ایک یا دو وسق غلہ بطور قرض چاہیے اور اسی مقصد سے وہ یہاں آئے ہیں۔

کعب بن اشرف ان کی ان باتوں سے بہت خوش ہوا، لیکن تھا وہ یہودی بنیا، رہن رکھوائے

---

[1] سنن ابی داود رقم: 2747۔ باسناد حسن کما قال الشیخ ابوعبداللہ النعمانی الاثری۔

بغیر غلہ نہیں دے سکتا تھا۔ پہلے ان کی بیویوں اور بعد میں بیٹوں کو رہن رکھنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن محمد بن مسلمہ ؓ نے بڑی ہوشیاری سے اسے بطور رہن ہتھیار لینے پر تیار کر لیا اور رات کو اپنے چند احباب کے ساتھ آنے کا وعدہ کر کے نکل پڑے۔

رات کو محمد بن مسلمہ، حارث بن اوس، ابو عبس بن جبر اور عباد بن بشر ؓ کے ساتھ نکلے تو رسول اللہ ﷺ انھیں چھوڑنے کے لیے بقیع الغرقد تک تشریف لے گئے اور فرمایا:

”اللہ کا نام لے کر جاؤ“

پھر فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ أَعِنْھُمْ“

(اے اللہ! ان کی مدد فرما)

قلعے کے پاس پہنچ کر انھوں نے کعب بن اشرف کو پکارا۔ اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، ہر چند اس کی دلہن نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن نہیں مانا۔ نیچے اترا تو محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا: میں نے زندگی میں آج کی جیسی خوشبو نہیں سونگھی ہے۔ کعب نے جواب میں کہا: ایسا کیوں نہ ہو، میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ معطر اور حسین عورت ہے۔ اب محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا: کیا میں آپ کا سر سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے بخوشی اجازت دے دی تو خود بھی سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔

وہ پوری طرح مانوس ہو گیا تو دوبارہ سونگھنے کی اجازت لے لی۔ اس بار سونگھنے کے بہانے اسے مکمل طریقے سے دبوچ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: اسے لے لو! بس کیا تھا، انھوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اس کا کام تمام کر دیا۔

یوں دعائے رسول کی برکت سے دنیا ایک بہت بڑے طاغوت سے پاک ہو گئی۔[1]

اے اللہ! انھیں ہم پر غالب ہونے نہ دینا!

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۳۹۱، صحیح بخاری رقم: ۲۵۱۰، ۳۰۳۱، ۳۰۳۲، ۴۰۳۷، صحیح مسلم رقم: ۱۸۰۱۔

جنگ احد کے دن مسلمان تقریباً جنگ جیت چکے تھے کہ جبل عینین پر متعین تیر اندازوں نے اپنی جگہ سے ہٹنے کی بھیانک غلطی کر ڈالی۔ نتیجے میں جنگ کا پانسا پلٹ گیا۔ مسلمان دونوں جانب سے گھر گئے۔ ایک کے بعد ایک صحابہ شہید ہوتے چلے جا رہے تھے۔ خود رسول اکرم ﷺ کے گرد کفار کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ آپ کے جسم اطہر پر کئی زخم لگے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ آج کفر کے آہنی ہاتھوں سے اسلام کا وجود پاش پاش ہو کر رہ جائے گا۔ ایسے میں نبی اکرم ﷺ نے عرش والے کے دروازے پہ دستک دی اور فتح و نصرت کی درخواست کی۔ فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَعْلُوْنَا"[1]

(اے اللہ! انھیں ہم پر غالب ہونے نہ دینا!)

نیز بار بار یہ دعا فرما رہے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ فِيْ الْأَرْضِ"[2]

(اے اللہ! اگر تو چاہے تو زمین پر تیری پرستش نہ ہو!)

آپ کی دعاؤں کے لیے بابِ اجابت کھولا گیا۔ مسلمانوں کو نقصان تو ہوا لیکن انھیں دونوں طرف سے گھیر لینے کے باوجود کفار کو حسب دل خواہ کامیابی نہ مل سکی۔ مسلمانوں کے وجود کو مٹانا تو دور کی بات وہ ان کے عزم و حوصلے کو پست کرنے میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ جنگ کے دوسرے ہی دن مسلمان مشرکین کا پیچھا کرتے ہوئے حمراء الاسد تک پہنچ گئے اور وہاں تین دن ٹھہرے رہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ انھیں اس جنگ میں نقصان اٹھانا پڑا تھا لیکن ان کے عزم و حوصلے کی عمارت میں دراڑ نہیں پڑی تھی۔

اے اللہ! انھیں شکست دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے!

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۶۰۹۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے رفقا نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

[2] مسند احمد رقم: ۱۲۵۴۰۔ صحیح مسلم رقم: ۱۷۴۳۔

شوال سنہ ۵ھ میں یہودیوں کے بھڑکانے پر قریش اور غطفان سمیت عرب کے بیش تر قبائل دس ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر جرار لے کر مدینے کی طرف چل پڑے۔ یہ اتنا بڑا لشکر تھا کہ غالباً مدینے کی پوری آبادی (عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کو ملا کر بھی) اس کے برابر نہ تھی۔ حملہ آوروں کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو مدینے میں داخل ہونے سے پہلے روکنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مدینے کے شمالی رخ پر خندق کھودنی شروع کر دی۔ آپ خود اپنے ہاتھوں سے مٹی اٹھا رہے تھے اور بہ آواز بلند فرما رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا   وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلَىٰ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا   وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا[1]

(اے اللہ! اگر تیرا فضل خاص شامل حال نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ صدقے دیتے نہ نماز پڑھتے۔ پس ہم پر سکینت نازل فرما۔ اگر ٹکراؤ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کا علم اٹھایا ہے۔ اگر انھوں نے فتنہ انگیزی کا ارادہ کیا تو ہم سر نہیں جھکائیں گے)۔

خندق تیار کرنے کی انوکھی دفاعی تدبیر کی وجہ سے یہ لشکر مدینے میں داخل تو نہیں ہو سکا لیکن مدینے کا محاصرہ کر لیا۔ اور ہر پل اس بات کا خطرہ لگا رہتا کہ کہیں یہ خندق کو پاٹ کر اندر نہ داخل ہو جائے۔ یہود ان بنو قریظہ کی بدعہدی سے حالات اور نازک ہو گئے، کیوں کہ اب خود اندرون مدینہ جنگ کا ایک اور محاذ تیار ہو گیا تھا۔ اس پر مستزاد تھے منافقین کے طعنے اور مسلمانوں کے اندر تزلزل پیدا کرنے کی خاطر ریشہ دوانیاں۔

ایسے حالات تھے کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب سے فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔ آپ فرما رہے تھے:

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۲۸۳۷، صحیح مسلم رقم: ۱۸۰۳۔

”اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ، سَرِیْعَ الْحِسَابِ، اِھْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ“

(اے اللہ! کتاب اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے! ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انھیں شکست دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے)

ایک روایت میں دعا کے الفاظ یوں ہیں:

”اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ، وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، ھَازِمَ الْأَحْزَابِ، اِھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ“ [1]

(اے اللہ! کتاب اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے اور لشکروں کو شکست دینے والے! انھیں شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما)

اور ایک دن جب دشمن کی جانب سے خندق عبور کرنے کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے مسلمانوں کو دن بھر دفاع میں لگے رہنا پڑا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور خود رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ عصر کی نماز ادا نہ کر سکے تو آپ نے سخت بیزاری کے عالم میں فرمایا:

”مَلَأَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ وَ قُبُوْرَھُمْ نَارًا کَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ“

(اللہ ان کے سمیت ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، جس طرح انھوں نے ہمیں عصر کی نماز سے مشغول رکھا، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا)

ایک روایت میں دعا کے الفاظ ہیں: ”مَلَأَ اللّٰہُ أَجْوَافَھُمْ وَ قُبُوْرَھُمْ نَارًا“ [2]

(اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے)

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۲۹۳۳، ۲۹۶۶۔ صحیح مسلم رقم: ۱۷۴۲، اور مسند احمد رقم: ۱۹۱۰۷۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۲۹۳۱، ۴۱۱۱، ۴۵۳۳، ۶۳۹۶، صحیح مسلم رقم: ۶۲۷-۶۲۸)

اسے ان دعاؤں کی برکت کے علاوہ اور کیا نام دے سکتے ہیں کہ اتنی بڑی جمعیت میں ہونے کے باوجود مشرکین خندق عبور نہ کر سکے۔ محاصرہ طویل ہوتا ہوا ۲۴ دنوں تک پہنچ گیا۔ جس سے لشکر کے مختلف گروہوں کے اندر بددلی پیدا ہونے لگی۔ پھر ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔ جس سے ان کی پست ہمتی میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تیز و تند ہوا بھیجی کہ ان کے خیمے اکھڑ گئے، ہانڈیاں الٹ گئیں، طنابوں کی کھونٹیاں اکھڑ گئیں اور راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ چنانچہ ابوسفیان نے واپسی کا اعلان کر دیا۔

یوں مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لیے آنے والا یہ لشکر ذلت و رسوائی کے بدترین حالات سے دوچار ہو کر ناکام و نامراد واپس ہوا اور اس ناکامی کے اثرات اس قدر دوررس نکلے کہ پھر کبھی وہ مسلمانوں پر حملے کی جرأت نہ کر سکے۔

اے اللہ! اِسے اُس پر غلبہ عطا کر!

غزوۂ خیبر کے موقعے پر اہل خیبر کا بادشاہ مرحب ہتھیار بند ہو کر رجز پڑھتا ہوا قلعے سے نکلا۔ وہ کہہ رہا تھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ   شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
أَطْعَنُ أَحْيَانًا وَ حِينًا أَضْرِبُ   إِذَا اللُّيُوثُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ
إِنَّ حِمَايَ لَلْحِمَىٰ لَا يُقْرَبُ

(خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں؛ ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار! جب بپھرے ہوئے شیر مقابلے کے لیے سامنے آئیں تو کبھی نیزے سے وار کرتا ہوں اور کبھی تلوار سے۔ میری حفاظت گاہ ایسی حفاظت گاہ ہے کہ اس کے قریب پھٹکا نہیں جا سکتا)

اس نے دعوتِ مبارزت دی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”کون اس سے نمٹے گا؟“

محمد بن مسلمہ ﷜ سامنے آئے تو فرمایا:

"فَقُمْ اِلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ أَعِنْهُ"

(اس کی طرف جاؤ، اے اللہ! اسے اس پر غلبہ عطا کر)

جب دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو بیچ میں ایک پرانا کانٹے دار پیڑ حائل ہو گیا۔ ہر ایک دوسرے سے بچنے کے لیے اس کی آڑ میں آنے لگے۔ جب کوئی اس کی آڑ میں آتا تو دوسرا اس کے سامنے کے حصے کو کاٹ دیتا۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کے لیے ظاہر ہو گئے۔ درخت کا حال یوں ہو گیا جیسے دونوں کے بیچ میں کوئی آدمی کھڑا ہو، اس کی ساری شاخیں کٹ چکی تھیں، پھر مرحب نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ڈھال کے ذریعے بچاؤ کیا، مرحب کی تلوار محمد بن مسلمہ کی ڈھال میں الجھ کر رک گئی اور محمد بن مسلمہ نے اس پر ایسا وار کیا کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔[1]

اے اللہ! وہ تیری تلواروں میں ایک تلوار ہے... اس کی مدد کر!

سنہ ۸ھ میں رسول اکرم ﷺ نے حدود شام میں واقع عرب باشندوں کی سرکوبی کے لیے تین ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا۔[2] سپہ سالار بالترتیب زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ ﷡ کو مقرر فرمایا۔[3]

جوش جہاد سے سرشار یہ پاک نفوس عرب قبائل اور رومیوں کی مشترکہ دو لاکھ فوج[4] سے ٹکرا گئے۔ تعداد کے اعتبار سے دونوں فریق میں زمین و آسمان کا فرق تھا لیکن مسلمان کبھی اس کثرت سے مرعوب نہیں ہوئے۔ زوردار لڑائی شروع ہو گئی۔ تینوں سپہ سالاروں نے بے مثل شجاعت و بہادری کا

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۵۱۳۴۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ البتہ دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحب کو علی ﷛ نے قتل کیا تھا اور محققین نے اسی کو صحیح کہا ہے۔

[2] فتح الباری: ۷/۶۵۰۔

[3] صحیح بخاری رقم: ۴۲۶۱۔

[4] (السيرة النبوية الصحيحة: ۲/۴۲۸)

مظاہرہ کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہادت حاصل کرلی۔ اب لوگوں کے مشورے سے خالد بن ولید ﷜ کمانڈر بنائے گئے۔

ادھر اسلامی پایۂ تخت مدینہ منورہ کا حال یہ تھا کہ رسول دو جہاں ﷺ نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا، منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

’’ایک خبر آئی ہے۔ اس کا تعلق غزوے پر روانہ ہونے والے تمھارے لشکر سے ہے۔ یہ لوگ چلے، یہاں تک کہ دشمن کے آمنے سامنے ہوئے۔ زید نے شہادت حاصل کرلی۔ تم اس کے لیے مغفرت طلب کرو‘‘

لوگوں نے ان کے لیے مغفرت طلب کی۔ بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

’’پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا اٹھایا اور دشمن پر زوردار حملہ کیا۔ یہاں تک کہ اس نے بھی شہادت حاصل کرلی۔ اس کے لیے مغفرت طلب کرو۔ پھر عبداللہ بن رواحہ نے علم سنبھالا اور ثابت قدم رہا۔ یہاں تک کہ اس نے بھی جاں نچھاور کردی۔ اس کے لیے بھی مغفرت طلب کرو۔ پھر خالد بن ولید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ وہ مامور سپہ سالاروں میں سے نہیں تھا۔ اس نے اپنے کو سپہ سالار بنالیا ہے‘‘

پھر اپنی انگلیوں کو اٹھایا اور فرمایا:

’’اَللّٰهُمَّ هُوَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِكَ، فَانْصُرْهُ—وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ مَرَّةً—فَانْتَصِرْ بِهِ‘‘[1]

(اے اللہ! وہ تیری تلواروں میں ایک تلوار ہے۔ اس کی مدد کر۔ اس حدیث کے راوی عبدالرحمٰن نے ایک بار کہا:۔ اس کے ذریعے فتح عطا کر)

چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں پر مسلسل وار کیے اور انھیں پیش قدمی سے روکے رکھا۔ دوسرے دن جنگ شروع ہوئی تو اسلامی فوج کی ترتیب میں وسیع

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۲۵۵۱۔ سنن ابن حبان رقم: ۷۰۴۸۔ شیخ شعیب ارنؤوط نے ابن حبان کی سند کو صحیح کہا ہے۔

پیمانے پر پھیر بدل کیے، جس سے دشمن یہ سمجھ کر مرعوب ہو گیا کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے۔ پھر خاص حکمت عملی کے تحت اسلامی فوج کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔ دشمن ان کی بے مثل شجاعت و بہادری سے پہلے ہی مرعوب ہو چکا تھا، اس لیے پیچھا کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اس طرح ایک دیو ہیکل لشکر سے ٹکر لینے کے باوجود مسلمان قابل ذکر نقصان اٹھائے بغیر واپس آ گئے۔

مسلمان اگرچہ جنگ جیت نہیں سکے تھے لیکن رومیوں کے دلوں میں اپنی جرات و بہادری کا سکہ جمانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ایک معمولی سی فوج اپنے سے ساٹھ ستر گنا زیادہ فوج سے ٹکرا گئی۔ اسے کوئی غیر معمولی نقصان بھی نہیں اٹھانا پڑا بلکہ اس نے اپنے وقت کی سب سے بڑی طاقت کو اچھا خاصا نقصان پہنچا دیا۔ یہ ایک عجوبۂ روزگار تھا، جس پر سارا عرب انگشت بدنداں رہ گیا۔ اسے دعائے رسول کی برکت کے علاوہ اور کیا کہیں گے؟؟

اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما!

غزوۂ حنین میں ابتدا میں مسلمان پسپا ہو گئے تھے اور ان میں زبردست بھگ دڑ مچ گئی تھی۔ ہوا یوں تھا کہ مسلمانوں نے جب ہوازن پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن چوں کہ وہ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے اس لیے جیسے ہی مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگے، انھوں نے اندھا دھند تیر برسانے شروع کر دیے۔[1]

اسلامی لشکر چوں کہ اس سے غافل تھا، اس لیے اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ جسے جدھر موقع ملا بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن اس شدید بھگ دڑ کے باوجود رسول اکرم ﷺ اپنے چند احباب کے ساتھ میدان میں جمے رہے۔ آپ کا رخ کفار کی طرف تھا، پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۴۳۱۷۔

(میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)

آپ کے اردگرد دشمنوں کا ہجوم جمع ہو گیا تو خچر سے اتر پڑے اور یہ دعا فرمائی:

''اَللّٰھُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ''

(اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما)

آپ یہ بھی فرما رہے تھے:

''اَللّٰھُمَّ اِنْ تَشَأْ أَنْ لَا تُعْبَدَ بَعْدَ الْيَوْمِ''

(اے اللہ! اگر تو یہ چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے تو کفار کو غالب کر دے)

پھر آپ کے حکم کے مطابق عباس رضی اللہ عنہ نے نہایت بلند آواز سے صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کو پکارا۔ پکار سنتے ہی جس تیزی کے ساتھ وہ بھاگے تھے اسی تیزی سے میدان جنگ میں واپس آ گئے اور دوبارہ دھواں دھار جنگ شروع ہو گئی۔ اب آپ نے ایک مٹھی مٹی لی اور دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا:

''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ''

(یہ چہرے بگڑ جائیں)

یہ مٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا، جس کی آنکھ اس سے نہ بھر گئی ہو۔[1] اس بار جنگ شروع ہوئی تو ہوازن مسلمانوں کے سامنے ٹک نہ سکے۔ مسلمانوں نے اتنا زوردار حملہ کیا کہ انھیں فرار اختیار کرنا پڑا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور بڑی تعداد میں واصل جہنم کیا۔ ان کے چھے ہزار افراد قید ہوئے، چار ہزار اوقیہ چاندی (چھے کوئنٹل سے چند ہی کیلو کم)، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں، مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اس کے علاوہ گھوڑے، گائیں اور گدھے بھی ملے، لیکن ان کی تعداد کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا۔[2]

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۱۷۷۴-۱۷۷۵ نیز دیکھیے مسند احمد رقم: ۱۲۲۲۰، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

[2] السيرة النبوية الصحيحة: ۲/۵۰۴۔

اے اللہ! ان کو صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس لا!

قرآن و صحیح حدیث کے اندر اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہء کرام رضی اللہ عنھم راہ خدا میں جاں نچھاور کرنے کو سرمایہء حیات تصور کرتے تھے اور مقام شہادت کے حصول کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ایک غزوے کی تیاری کر رہے تھے کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! دعا فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے۔ لیکن آپ نے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ سَلِّمْهُمْ وَغَنِّمْهُمْ“

(اے اللہ! انھیں صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس لا)

چنانچہ غزوے میں شریک ہوئے اور صحیح سلامت مال غنیمت سے لدے پھندے واپس آئے۔

کچھ دنوں کے بعد دوسرے غزوے کی تیاری چل رہی تھی کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ پھر حاضر ہوئے اور وہی گزارش کی۔ آپ نے پھر وہی دعا فرمائی اور اسی طرح صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس ہوئے۔

پھر تیسرے غزوے کی تیاری چل رہی تھی کہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اس سے قبل دو موقعوں پر آپ سے شہادت کی دعا کی گزارش کی تھی لیکن آپ نے ہمیں صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس آنے کی دعا دی تھی اور ہوا بھی وہی تھا۔ میں پھر آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے حق میں شہادت کی دعا فرما دیجیے! لیکن اس بار بھی آپ نے وہی دعا دی۔ فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ سَلِّمْهُمْ وَغَنِّمْهُمْ“

(اے اللہ! انھیں صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس لا)

اور ہوا بھی وہی۔

اب کی ابو امامہ ؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے کسی ایسے عمل کا حکم دیجیے جس سے اللہ مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا:

”تم روزے رکھا کرو کیوں کہ روزہ ایک بے مثال چیز ہے“

چنانچہ اس کے بعد ابو امامہ، ان کی زوجہ محترمہ اور ان کے خادم ؓ ہمیشہ روزے سے نظر آئے۔ ان کے گھر سے جب کبھی دن میں دھواں اٹھتا تو لوگ سمجھ جاتے کہ ان کے یہاں ضرور کوئی مہمان آیا ہے۔

کچھ دنوں بعد پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں روزے کا حکم دیا تھا، مجھے پوری امید ہے کہ یہ عمل ہمارے لیے خیر و برکت کا باعث ہوگا۔ اب مجھے کسی اور عمل کا حکم دیجیے۔ آپ نے فرمایا:

”یاد رکھو! تم اگر اللہ کے لیے ایک سجدہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمھیں ایک درجہ بلندی عطا کرے گا اور ایک گناہ مٹا دے گا“[1]

اے اللہ! تو انھیں میرے حوالے نہ کر.....!

رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ مدینے کے اردگرد ایک سریہ بھیجا۔ وہ خالی ہاتھ آئے۔ انھیں مال غنیمت حاصل نہ ہوسکا۔ آپ نے ان کے چہرے پہ مایوسی کے آثار دیکھے تو فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ إِلَيَّ فَأَضْعُفَ عَنْهُمْ، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَىٰ أَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوْا عَنْهَا، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى النَّاسِ فَيَسْتَأْثِرُوْا عَلَيْهِمْ“

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۲۱۴۰، ۲۲۱۹۵، ۲۲۲۲۰۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(اے اللہ! تو انھیں میرے حوالے نہ کر کہ میں ان کا بار نہ اٹھا سکوں، انھیں خود ان کے حوالے بھی نہ کر کہ وہ اپنا بوجھ اٹھانے سے عاجز رہ جائیں اور لوگوں کے حوالے بھی نہ کر کہ وہ ان پر اپنے کو ترجیح دینے لگیں)

پھر آپ نے یہ خوش خبری سنائی کہ تم روم و فارس کو فتح کر لو گے جس سے تمھارے اندر مال و دولت کی خوب فراوانی ہو گی۔[1]

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے چند سال بعد ہی یہ ممالک فتح ہو گئے، اسلامی سلطنت مدینہ منورہ کی طرف مال غنیمت کا سیلاب امنڈ پڑا، زر و جواہر کے انبار لگ گئے، مسلمانوں کے اندر حیرت ناک خوش حالی آ گئی اور چشم فلک نے برکت دعائے نبوی کے جی بھر کے نظارے کیے۔

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۲۴۸۷، سنن ابی داود رقم: ۲۵۳۵، مستدرک حاکم رقم: ۸۳۰۹۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے، ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ ابی عبداللہ النعمانی للأثری نے صحیح کہا ہے، البتہ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

کمزور اور مظلوم مسلمانوں کے لیے دعا

بیعت عقبہ کبریٰ کے بعد مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے مدینے کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ جیسے ہی قریش کو اس کی بھنک لگی، انھوں نے بھی رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کر دیں۔ لیکن ہزار رخنہ اندازیوں کے باوجود قریش مسلمانوں کو ہجرت سے باز رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ صرف دو ماہ چند دنوں کے اندر پورا مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی مکے کو خیر باد کہہ کر مدینہ پہنچ گئے۔

البتہ کچھ ایسے مسلمان ضرور رہ گئے جنھیں کفار بزور طاقت ہجرت سے باز رکھنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان پر سخت پہرے بٹھا دیے تھے، بیڑیوں میں جکڑ دیا تھا اور سخت اذیتیں دے رہے تھے تاکہ دین سے برگشتہ ہو جائیں۔

اے اللہ ولید بن ولید .... کو نجات دے!

ان مظلوم مسلمانوں میں تین زیادہ اہم نام یہ ہیں؛ ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہم۔ ولید بن ولید رضی اللہ عنہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ جنگ بدر کے موقعے پر کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے، قید ہوئے اور بھاری فدیہ دے کر چھڑائے گئے۔ آزاد ہو گئے تو اسلام قبول کر لیا۔ ان سے جب کہا گیا کہ مسلمانوں کے ساتھ تھے تب اسلام کیوں قبول نہیں کر لیا؟ جواب دیا: میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تم میرے سلسلے میں یہ گمان رکھو کہ قید و بند کی صعوبتوں سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ بس کیا تھا، کفار نے انھیں پابند سلاسل کر کے مشق ستم بنانا شروع کر دیا۔[1]

---

[1] الاستیعاب ص: ۷۴۶۔

سلمہ بن ہشام ؓ ابوجہل کے سگے بھائی تھے۔ سابقین اولین میں سے تھے۔ اونچے مقام والے اور فاضل صحابہ میں شامل ہوتے تھے۔ ہجرت حبشہ کا شرف بھی رکھتے تھے۔ عام صحابہ جب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو انھیں مکے ہی میں روک لیا گیا تھا اور سخت اذیتیں دی جانے لگی تھیں۔[1]

عیاش بن ابو ربیعہ ؓ ابوجہل کے ماں شریک بھائی تھے۔ قدیم الاسلام تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انھیں اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت حبشہ کا شرف بھی حاصل تھا۔

عمر فاروق ؓ کے ساتھ مدینے کے ارادے سے نکلے۔ قبا تک پہنچے تو ان کے پاس ان کے ماں شریک بھائی ابوجہل اور حارث آئے۔ دونوں کہنے لگے کہ ان کی ماں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک عیاش کو نہ دیکھے گی تیل لگائے گی نہ سائے میں جائے گی۔ عیاش ؓ کو اپنی ماں پر ترس آگیا اور مکہ لوٹ پڑے۔ راستے ہی میں رسیوں میں جکڑ دیے گئے اور پھر کتاب ظلم و جور کے صفحات الٹنے لگے۔[2]

مکے میں محبوس ان تینوں مظلوموں نے باہم مشورہ کیا اور کسی طرح کفار قریش کی گرفت سے نکل بھاگے۔ رسول ﷺ کو اس کی اطلاع ملی[3] تو فرض نمازوں میں رکوع کے بعد ان کے حق میں یہ دعا فرمانے لگے:

”اَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ ابْنَ الْوَلِيْدِ، وَسَلَمَةَ ابْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ ابْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ، وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ......“

(اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور مکے میں موجود دیگر کمزور مؤمنوں کو نجات دے)

ایک دن اچانک آپ نے دعا نہیں کی۔ صحابۂ کرام ؓ نے ترک دعا کی وجہ دریافت کی

---

[1] الاستیعاب ص: ۳۳۲۔ [2] الاستیعاب ص: ۵۸۸-۵۸۹۔

[3] رواہ عبدالرزاق مرسلا کما فی الفتح: ۸/۲۸۶۔

تو فرمایا کہ تینوں مدینہ پہنچ چکے ہیں۔[1]

اس طرح ان تینوں ستم رسیدہ افراد کو دعائے رسول کی برکت سے ہجرت کی سعادت حاصل ہوگئی۔ البتہ مکے میں اور بھی کچھ کمزور مسلمان بچ گئے تھے، جنھیں قریش کی جانب سے سخت ایذا رسانیوں کا سامنا تھا۔ لیکن وہ بھی کسی نہ کسی طرح بچ بچا کر موقع بموقع مدینہ پہنچتے رہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار نے اس کے سامنے بندھ باندھنے کی کوشش کی تو یہ کوشش خود ان کے گلے کا پھندا ثابت ہوئی۔ پھر بچے کھچے دکھیوں کے دکھوں کا مداوا اس وقت ہوگیا جب سنہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوگیا اور اسلام پورے جزیرۂ عرب پر چھا گیا۔

---

[1] احمد رقم: ۷۲۱۹، صحیح بخاری رقم: ۷۹۷، ۸۰۴، ۱۰۰۶، ۲۹۳۲، ۳۳۸۱، ۴۵۶۰، ۴۵۹۸، ۶۲۹۹، ۶۳۹۳، ۶۹۴۰۔ صحیح مسلم رقم: ۶۷۵، ابوداؤد رقم: ۱۴۴۲، نسائی رقم: ۱۰۷۳-۱۰۷۴، ابن ماجہ رقم: ۱۲۴۴، ابن خزیمہ رقم: ۶۲۱۔

مختلف صحابہ وصحابیات کے لیے دعائیں

یہاں ان دعاؤں کو نقل کیا جا رہا ہے جنھیں کسی جامع عنوان کے تحت درج نہ کیا جا سکا۔

نیا لباس پہنتے رہو!

رسول اکرم ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ کے بدن پر ایک سفید قمیص دیکھی تو فرمایا:

"یہ نئی ہے یا ڈھلی ہوئی؟"

عرض کیا: ڈھلی ہوئی۔

فرمایا:

"اِلْبَسْ جَدِيداً، وَعِشْ حَمِيداً، وَمُتْ شَهِيداً، وَيَرْزُقُكَ اللّٰهُ قُرَّةَ عَيْنٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"[1]

(نیا لباس پہنتے رہو، قابل تعریف زندگی بسر کرو، شہید بن کر فوت ہو اور اللہ تجھے دنیا و آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب کرے)

چنانچہ عمر فاروق ؓ کے شجر حیات کا پتہ پتہ اس دعائے نبوی کی قبولیت پر شاہد ہے۔ ان کی زندگی قیامت تک پیدا ہونے والے تمام اہل ایمان ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے قابل صد رشک ہے۔ ان کی حیات مبارکہ کا قبول اسلام سے لے کر وفات تک کا ہر واقعہ ان کی فکری بلندی، کردار کی عظمت، ایمان راسخ، پاکیزہ اخلاق اور انسانیت نوازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کی خدمات پر پچھلے صفحات میں مختصر انداز میں روشنی ڈالی جا چکی ہے، اس لیے اعادہ سے گریز کیا جاتا ہے۔

---

[1] مسند احمد رقم: ۵۶۲۰، صحیح ابن حبان رقم: ۶۸۹۷، شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔

اے اللہ! اگر چاہے تو اسے علی کر!

ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک انصاری خاتون کے مہمان ہوئے۔ انھوں نے آپ کے لیے بکری ذبح کی۔ آپ نے فرمایا:

”ضرور ہمارے یہاں ایک جنتی شخص داخل ہوگا“

چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔

پھر فرمایا:

”ضرور ہمارے یہاں ایک جنتی شخص داخل ہوگا“

چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔

پھر فرمایا:

”ضرور ہمارے یہاں ایک جنتی شخص داخل ہوگا“

نیز فرمایا:

”اے اللہ! تو اگر چاہے تو اسے علی کر“

چنانچہ علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔[1]

اے اللہ! اس کی زبان کو ثبات عطا کر اور اس کے دل کی رہنمائی فرما!

رسول اکرم ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے ایسی قوم کے پاس بھیج رہے ہیں جو مجھ سے زیادہ عمر والی ہے؟ میں نوعمر ہوں اور اپنے اندر منصب قضا کو سنبھالنے کی صلاحیت نہیں پاتا!

آپ نے ان کی عرض داشت سنی تو ان کے سینے پر دست مبارک رکھا اور فرمایا:

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۵۱۶۲، قال الشیخ الأرنؤوط ومعاونوہ: اسنادہ محتمل للتحسین۔

''اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهُ وَاهْدِ قَلْبَهُ''

(اے اللہ! اس کی زبان کو ثبات عطا کر اور اس کے دل کی رہنمائی فرما)

نیز فرمایا:

''اے علی! جب تمھارے سامنے دو فریق حاضر ہوں تو ان کے درمیان اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک فریق اوّل کے ساتھ ساتھ فریق ثانی کی بات بھی نہ سن لو۔ جب تم ایسا کرو گے تو تمھارے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا''

دعائے رسول کی برکت دیکھیے کہ علی ﷛ فرماتے ہیں:

''پھر میرے لیے کبھی کوئی فیصلہ الجھاؤ کا باعث نہ بنا اور مجھے کبھی فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی''

نیز فرماتے ہیں:

''اس دن سے آج تک میں برابر منصب قضا سنبھالتا رہا''[1]

اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خاص الخاص لوگ ہیں!

جب یہ آیت نازل ہوئی:

''إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا''

(اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے یعنی نبی کے گھرانے والوں سے گندگی کو دور کردے اور تمھیں اچھی طرح پاک کردے)۔ (الأحزاب: ۳۳)

تو آپ نے ایک چادر لی۔ اسے اپنے اور علی، فاطمہ، حسن وحسین ﷡ پر ڈال دیا۔ پھر اپنے دست مبارک کو باہر نکالا، آسمان کی طرف اٹھایا اور دو مرتبہ فرمایا:

''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ، وَطَهِّرْهُمْ

---

[1] مسند احمد رقم: ۸۸۲، سنن ابی داود رقم: ۳۵۸۲، سنن ترمذی رقم: ۱۳۳۱ صحیح الترمذی رقم: ۱۰۷۰۔

تَطْهِيرًا"[1]

(اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خاص الخاص لوگ ہیں، تو ان سے گندگی کو دور کر دے اور انھیں خوب اچھی طرح پاک کر دے)

اہل بیت سے مراد مذکورہ آیت نیز دیگر متعدد آیتوں کی بنیاد پر ازواج مطہرات ہیں۔ جب کہ مسند احمد کی مذکورہ حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ ان چاروں حضرات کو بھی اہل بیت میں شامل کیا جائے۔ اور مذکورہ حدیث میں ایک طرح سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ چاروں حضرات بھی اہل بیت میں شامل ہیں یا یہ دعا ہے کہ اے اللہ! ازواج مطہرات کی طرح ان کو بھی میرے اہل بیت میں شامل فرما۔[2]

جو بھی ہو، اتنا تو طے ہے کہ اس دعا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مذکورہ حضرات کو تمام قسم کی گندگیوں اور آلائشوں سے دور رکھا۔

اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر!

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ انھیں اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اٹھاتے اور فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا"[3]

(اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر)

اور ایک روایت میں ہے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا:

"یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۶۵۰۸، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح کہا ہے۔

[2] احسن البیان ص: ۵۵۲-۵۵۳۔

[3] صحیح بخاری رقم: ۳۷۴۷۔

ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کر'' [1]

چنانچہ محبوبیت خداوندی کی بنیاد پر صغار صحابہ میں شامل ہونے کے باوجود ان حضرات کو خلق خدا میں جو محبوبیت حاصل ہے وہ کسی پر مخفی نہیں!

میں تم دونوں کو اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں!

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جب چھوٹے تھے تو آپ انھیں ان الفاظ کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیتے:

''أُعِيذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ'' [2]

(میں تم دونوں کو اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطان، زہریلے جانور اور نظر بد سے)

چنانچہ اللہ تعالی نے مذکورہ تینوں چیزوں سے ان کی حفاظت فرمائی۔

عبداللہ اور قثم کے لیے دعا

ایک دن عبداللہ بن جعفر، قثم بن عباس اور عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم تینوں بچے کھیل رہے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے آگے اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھا لیا پھر انھیں دعائیں دیں۔ [3]

چنانچہ علامہ ذہبی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ کی شخصیت بڑی شاندار تھی۔ شریف النفس اور بڑے سخی تھے۔ منصب امامت سنبھالنے کے اوصاف سے متصف تھے'' [4]

---

[1] سنن ترمذی رقم: ۳۷۷۸، صحیح سنن ترمذی رقم: ۲۹۶۶۔ [2] صحیح بخاری رقم: ۳۳۷۱۔

[3] مستدرک حاکم رقم: ۶۴۱۱، حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، نیز دیکھیے أحکام الجنائز وبدعھا ص: ۲۱۲۔ [4] السير رقم الترجمه: ۳۱۵۔

اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتنا بتا دینا کافی ہے کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلے اور سمرقند میں مقام شہادت سے سرفراز ہوئے۔[1]

اے اللہ! جب تجھے سعد پکارے تو اس کی دعا قبول فرما!

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سابقین اولین اور ان خوش نصیب افراد میں سے ایک ہیں، جن کا نام لے لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوش خبری سنائی ہے۔ آپ کے ان گنت فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی:

''اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ''[2]

(اے اللہ! جب تجھے سعد پکارے تو اس کی دعا قبول فرما)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یہ دعا غزوۂ بدر کے موقعے پر فرمائی تھی۔[3]

چنانچہ دعائے رسول کی برکت سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات بن گئے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ اجابت دعا کے تعلق سے خاص شہرت رکھتے تھے۔[4]

سیرت و حدیث کی کتابوں میں آپ کی اجابت دعا کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

عہد فاروقی میں آپ کوفہ کے گورنر تھے۔ اہل کوفہ چوں کہ شکایتی ذہن و دماغ کے حامل تھے، اس لیے اس جلیل القدر صحابی کو بھی معاف نہ کر سکے۔ خلیفۂ وقت کے پاس شکایتوں کی ایک فہرست بھیج دی۔ اس میں یہ بھی درج تھا کہ آپ کو اچھی طرح نماز پڑھانا بھی نہیں آتا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

---

[1] السیر رقم الترجمہ: ۳۰۴۔
[2] سنن ترمذی رقم: ۳۷۶۰، سنن ابن حبان رقم: ۶۹۹۰، مستدرک حاکم رقم: ۶۱۱۸۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن الترمذی رقم: ۲۹۵۰۔
[3] فتح الباری: ۲/۳۰۶۔
[4] فتح الباری: ۲/۳۰۶)۔

مصلحتاً آپ کو معزول کر کے عمار بن یاسر ﷛ کو گورنر مقرر کر دیا۔ نیز واقعے کی تفتیش کے لیے سعد بن ابی وقاص ﷛ کی معیت میں ایک یا چند افراد کو کوفہ روانہ کیا۔ خلیفۃ المسلمین کی طرف سے بھیجے ہوئے شخص نے تمام مساجد میں جا کر آپ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ سب نے آپ کی تعریف کی لیکن مسجد بنی عبس میں پہنچے تو اسامہ بن قتادہ نامی ایک شخص کھڑا ہوا اور قاصد سے کہنے لگا: جب آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو سنیے! سعد (﷛) نہ فوج کے ساتھ جہاد کرتے تھے، نہ مال غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلے میں عدل و انصاف کرتے تھے۔

سعد بن ابی وقاص ﷛ نے اس کی اس الزام تراشی پر فرمایا:

”أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَ سُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمُرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ“

(اللہ کی قسم! میں تمھاری اس الزام تراشی پر تین دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریا و نمود کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر، اسے خوب محتاج بنا اور فتنوں میں مبتلا کر)

سعد بن ابی وقاص ﷛ کی یہ دعا بارگاہ رب العزت میں قبولیت سے سرفراز ہوئی۔ اس الزام تراشی کرنے والے شخص کو بڑے ہی کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑا؛ عمر اس قدر دراز ہوئی کہ بڑھاپے کی وجہ سے بھویں آنکھوں پر آ گئیں، سخت افلاس اور تنگ دستی نے آ گھیرا، فتنوں کی آماج گاہ بن گیا۔ بعض روایت کے مطابق دنیا کے سارے فتنے اس ایک شخص کے اندر جمع ہو گئے تھے۔ اس سے بڑھ کر فتنہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ سخت بڑھاپے کے عالم میں بھی گلیوں میں لڑکیوں کے ساتھ چھیڑ کھانی کیا کرتا تھا۔ جب اس کی ان حرکتوں پر اسے ٹوکا جاتا تو کہتا:

”شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ“[1]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۷۵۵۔ فتح الباری: ۲/۳۰۲-۳۰۶۔

(میں فتنوں کا شکار ایک بوڑھا آدمی ہوں جسے سعد [ؓ] کی بددعا لگ گئی ہے)

اے اللہ! اس کی تیر اندازی درست فرما!

رسول اکرم ﷺ نے سعد بن ابی وقاص ؓ کے لیے تیر کے نشانے پر لگنے کی دعا فرمائی تھی۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ رَمْيَتَهُ"[1]

(اے اللہ! اس کی تیر اندازی درست فرما)۔

چنانچہ ان کا تیر ہمیشہ نشانے پر لگتا تھا۔ سید التابعین سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص ؓ تیر اندازی میں بڑے ماہر تھے۔[2]

ایک ایسے آدمی کو شریک فرما جس سے تو محبت رکھتا ہے!

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا کہ فرمایا:

"اے اللہ اس کھانے میں ایک ایسے آدمی کو شریک فرما جس سے تو محبت رکھتا ہے اور وہ تجھ سے محبت رکھتا ہے"

چنانچہ سعد بن ابی وقاص ؓ نمودار ہوئے۔[3]

سعد بن ابی وقاص ؓ محبوب الٰہی تھے اس کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ ان دس افراد میں سے ایک تھے جن کا نام لے لے کر رسول اکرم ﷺ نے جنت کی خوش خبری دی تھی۔ اور انھیں اللہ سے بے پناہ محبت تھی اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ وہ قبول اسلام کی خاطر اپنی والدہ کی ناراضگی

---

[1] مستدرک حاکم رقم: ٦١٢٢۔ حاکم کہتے ہیں کہ اس کی روایت میں۔ یحیٰ بن ہانی بن خالد شجری متفرد ہیں اور وہ مدینہ کے تعلق رکھنے والے ثقہ شیخ ہیں۔ ذہبی نے بھی شجری کی توثیق کی ہے۔

[2] سیر أعلام النبلاء، رقم الترجمة: ١٠

[3] أخرجه البزار فی البحر الزخار، دیکھیے الصحیحة، رقم: ٣٣١٧۔

کو بھی خاطر میں نہ لائے۔ ان کے اسی عمل سے خوش ہو کر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی تھی:

’’وَاِنْ جَاهِدَاكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا‘‘ [1]

(اور اگر وہ دونوں تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کا علم نہیں تو ان کی بات نہ مانو) [2]

نیز انھوں نے اللہ کے راستے میں سب سے پہلا تیر کھانے کا شرف حاصل کیا۔ غزوۂ احد کے دن رسول خدا کے دفاع کا حق بخوبی ادا کیا اور ساسانی سلطنت کی راجدھانی مدائن انہی کی قیادت میں فتح ہوئی۔

سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا

ہجرت کے بعد جب ہر وقت کفار قریش کے حملے کا خدشہ لگا رہتا تو ایک شب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خانۂ رسول کی پہرے داری کے لیے پہنچے۔ ان کی اس جاں سپاری پر آپ نے انھیں دعاؤں سے نوازا۔ [3]

سچ تو یہ ہے کہ اس صحابی جلیل کی کتاب حیات کا ایک ایک ورق قابل صد رشک ہے اور اس میں آپ کی دعاؤں کا بڑا اہم رول رہا ہے۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ انھیں اس سے بے نیاز کر دے!

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار غزوۂ احد میں شہید ہو چکے تھے۔ عدت گزرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو عرض کیا کہ میں عیال دار اور نہایت ہی غیرت مند عورت ہوں۔ تو آپ نے فرمایا:

’’جہاں تک اس کے بچوں کا تعلق ہے تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ انھیں اس سے بے نیاز

---

[1] العنکبوت: ۸۔ [2] مسند احمد رقم: ۱۵۶۷، صحیح مسلم رقم: ۱۷۴۸۔ [3] صحیح مسلم رقم: ۲۴۱۰۔

کر دے اور اس سے یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اس کی غیرت کو دور کر دے''۔[1]

چنانچہ انھوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ زوجہء رسول ہونے کا شرف حاصل کر لیا اور دعائے رسول کی برکت سے ان کی مشکلات حل ہو گئیں۔ ان کے بچوں کی کفالت کی ذمے داری خود رسول اللہ نے قبول کر لی اور غیرت اس حد تک کافور ہو گئی کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات میں وہ اس طرح رہتیں کہ گویا ان میں سے ہوں ہی نہیں۔ دوسری ازواج کے اندر جو غیرت تھی وہ بھی ان کے اندر نہیں تھی۔[2]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وہ حسن بے مثال، عقل رسا اور اصابت رائے کی حامل خاتون تھیں۔[3]

تین چیزوں میں عبداللہ بن زبیر کا کسی سے مقابلہ نہیں تھا!

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو انھیں رسول اکرم کی گود میں رکھا گیا۔ آپ نے ایک کھجور طلب فرمائی اور اسے چبا کر ان کے منہ میں ڈال دیا۔ اس طرح ان کے پیٹ میں جو چیز سب سے پہلے داخل ہوئی وہ آپ کا لعاب دہن تھا۔ پھر ان کے لیے دعا فرمائی اور اللہ سے ان کے حق میں برکت طلب کی۔[4]

اسی دعائے نبوی کا اثر تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آسمان صحابیت کے روشن ستارہ بن کر چمکے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

ان کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے؛ گرچہ وہ علم، فضیلت، اللہ کے راستے میں جہاد اور عبادت میں بڑے تھے۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر ﷺ سے اچھی نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۹۱۸۔ [2] دلائل النبوۃ: ۳/۴۶۴۔ [3] الاصابۃ رقم الترجمہ: ۱۲۰۵۷۔

[4] صحیح بخاری رقم: ۳۹۰۹، ۵۴۶۹۔

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ تین چیزوں میں عبداللہ بن زبیر ﷜ کا کسی سے مقابلہ نہیں تھا۔ شجاعت، عبادت اور بلاغت۔

وہ خود فرمایا کرتے:

اگر مجھے اپنی ہی طرح تین سو ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے افراد مل جائیں تو زمین پر بسنے والے تمام لوگوں کے حملے کی پروا نہ کروں۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ان کی بہادری ضرب المثل تھی۔[1]

اے اللہ! اُبی کے شک کو دور کر دے!

ابی ابن کعب ﷜ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ اس امت کے سب سے بڑے قاری ہیں۔[2]

نیز رب کائنات نے قرآن کی بعض سورتوں کے سلسلے میں اپنے نبی کو اس بات کا حکم دیا تھا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پڑھوائیں۔[3]

انہی ابی ابن کعب ﷜ نے ایک دن ایک شخص کو قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہوئے سنا تو انھیں کچھ فرق محسوس ہوا۔ پوچھا:

آپ کو ایسے کس نے پڑھایا ہے؟

ان کا جواب تھا: اللہ کے رسول ﷺ نے!

اس سے ان کے دل میں بڑا خلجان پیدا ہوا۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اسلام کے تعلق سے میرے دل میں جتنا خلجان اس دن پیدا ہوا اتنا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس لیے کہا: چلو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں!

چنانچہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر آپ سے انھیں پڑھوانے کی گزارش کی۔ آپ کے کہنے پر

---

[1] سیر أعلام النبلاء، رقم الترجمہ: ۲۷۵۔ [2] مسند احمد رقم: ۱۳۹۹۰۔ شیخ شعیب ارنووط اور ان کے رفقا نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [3] الاستیعاب رقم الترجمہ: ۶۔

انھوں نے پڑھا تو فرمایا:

''ٹھیک ہے!''

اس پر ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے ہمیں اس طرح نہیں پڑھایا تھا؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو''

ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! دونوں کیسے درست ہو سکتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلجان کو بھانپ لیا۔ اس لیے اپنے دست مبارک کو ان کے سینے پہ رکھا اور فرمایا:

''اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْ أُبَيٍّ الشَّكَّ''

(اے اللہ! ابی کے شک کو دور کر دے)

چنانچہ وہ پسینے سے شرابور ہو گئے۔ دل خوف سے بھر گیا لیکن آہستہ آہستہ یہ کیفیت ختم ہو گئی۔ ساتھ ہی سارا خلجان دور ہو گیا اور بعد میں پھر کبھی ویسا محسوس نہیں ہوا۔

اس کے بعد آپ نے مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کو سات حروف پر نازل کیا گیا ہے اور اس کی قرأت میں اتنے اختلاف کی گنجائش رکھی گئی ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے انصار کو جزائے خیر عطا کرے

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم کے حکم کے مطابق خزیرہ (ایک کھانا جو قیمے اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے) تیار کیا اور خانۂ رسول کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے انھیں دیکھ کر فرمایا:

''اس میں کیا ہے جابر! گوشت تو نہیں؟''

عرض کیا: نہیں!

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۱۰۹۲، ۲۱۱۵۲۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح کہا ہے۔

گھر واپس ہوئے تو والد محترم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ آپ کو گوشت کی اشتہا ہے۔ اس لیے ایک بکری ذبح کی، بھونا اور جابرؓ کے ہاتھوں بھیج دیا۔ وہ خانۂ رسول پہنچے تو پوچھا:

"اس میں کیا ہے؟"

جواب دیا: بھنا ہوا گوشت ہے۔

آپ انصار کی اس فداکاری سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے انصار کو جزائے خیر عطا کرے۔ خاص طور سے عبداللہ بن عمرو بن حرام (والد جابرؓ) اور سعد بن عبادہ کو۔"[1]

سعد بن عبادہ ؓ کو اس موقعے پر دعا میں شامل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے تو روزانہ ایک بڑے پیالے میں بھرا ہوا ثرید بھیجا کرتے۔ وہ پیالہ آپ کے ساتھ تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں گردش کرتا رہتا۔ نیز وہ روزانہ ۸۰ اصحاب صفہ کے رات کے کھانے کا انتظام بھی کیا کرتے تھے۔[2]

چنانچہ جابر ؓ کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام ؓ غزوۂ احد میں شہادت سے سرفراز ہوئے اور سعد بن عبادہ ؓ تا حیات اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرتے رہے یہاں تک کے خلافت فاروقی میں سنہ ۱۵ ہجری میں وفات پائی۔ دعائے رسول کی برکت سے آخرت میں جو کچھ ملنے والا ہے اس کا کوئی گمان بھی نہیں کرسکتا۔

تمھارے یہاں روزے دار افطار کریں!

ایک دن آپ سعد بن عبادہ ؓ کے یہاں تشریف لے گئے۔ انھوں نے روٹی اور سالن

---

[1] مسند ابی یعلیٰ اور بزار۔ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ الصحیحہ رقم: ۳۶۱۔

[2] السیر رقم الترجمہ: ۶۰۔

پیش کیا تو تناول فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ ارشاد ہوا:

”أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ“ [1]

(تمھارے یہاں روزے دار افطار کریں، تمھارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے تمھارے لیے دعائیں کریں)

چنانچہ جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑے مہمان نواز ثابت ہوئے تھے۔

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا

غزوۂ بدر کے موقعے پر جب قافلہ بچ نکلا اور قریش مکہ کا ایک بھاری بھرکم لشکر مکے سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے چل پڑا تو رسول اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا کہ آیا لشکر قریش سے بھڑا جائے یا نہیں؟ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! آپ وہی کیجیے جو اللہ کروائے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم بنو اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کے رب جایئے، جنگ کیجیے، ہم یہاں بیٹھ کر تماشہ دیکھیں گے۔ بلکہ آپ اور آپ کا رب جائیں جنگ کریں، ہم بھی آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ہمیں ”برک الغماد“ تک لے چلیں گے تو آپ کی معیت میں ہم وہاں تک پہنچنے کے لیے تیار ہیں۔

ان کی اس اطاعت شعاری اور جاں سپاری پر آپ نے ان کے حق میں کلمات خیر کہے اور دعائے خیر فرمائی۔ [2]

---

[1] سنن ابی داود رقم: ۳۸۵۴، صحیح سنن ابی داود: ۲/۷۳۰۔

[2] ابن سعد باسناد صحیح کما فی السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ: ۲/۳۵۸۔

چنانچہ اللہ تعالی کا ان پر خاص فضل و کرم رہا۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں:

آپ فاضل، نجیب، منتخب و چنندہ صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔[1]

آج جب وہ کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گیا!

غزوۂ بدر کے موقعے پر قریش کے جو بڑے بڑے لیڈران ڈھیر ہوئے تھے ان میں عتبہ بن ربیعہ بھی تھا۔ اس کے فرزند ابو حذیفہ ؓ مسلمان ہو چکے تھے اور اسلامی لشکر میں شامل تھے۔ انھوں نے جب اپنے باپ کو گھسیٹ کر قلیب بدر میں ڈالا جاتا ہوا دیکھا تو ان کے چہرے پہ ناگواری کے آثار نمودار ہو گئے۔ آپ نے اسے بھانپ لیا اور فرمایا:

”ابو حذیفہ! شاید یہ ناگواری اس منظر کو دیکھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے“

عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا باپ ایک باحیثیت اور سمجھ دار شخص تھا۔ مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام کا راستہ دکھا دے گا۔ لیکن میری توقع کے برخلاف آج جب وہ کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گیا تو مجھے بڑا رنج و ملال ہوا۔

آپ نے ان کی یہ بات سن کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔[2]

چنانچہ ۵۶ سال کی عمر پا کر جنگ یمامہ میں شہادت حاصل کی۔[3]

اے اللہ! اسے توفیق عطا کر!

عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کاتبان رسول میں سے ایک تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس کہیں سے خط آیا۔ جواب لکھنے کی ذمے داری ان کے سپرد ہوئی۔ جواب تحریر کیا اور پڑھ کر سنایا تو آپ نے پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] الاستیعاب رقم الترجمہ: ۱۵۶۷۔ [2] صحیح ابن حبان رقم: ۷۰۸۸۔ شیخ شعیب ارنؤوط نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

[3] الاصابہ: رقم الترجمہ: ۹۷۴۵۔

"أَصَبْتَ وَ أَحْسَنْتَ، اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُ" [1]

(بہت خوب، بہت اچھا، اے اللہ! اسے توفیق عطا کر)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں خوب توفیق سے نوازا۔ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں کاتب خلیفہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت اور عثمان غنی ؓ کے عہد میں کچھ دنوں تک بیت المال کے ذمے دار رہے۔ عہد عثمانی میں بیت المال میں کام کرنے کی وجہ سے تین لاکھ درہم پیش کیے گئے تو یہ کہتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ میں نے اللہ کے لیے کام کیا ہے اور اس کا بدلہ اللہ عطا کرے گا۔ عمر فاروق ؓ ان سے امور سلطنت میں مشورے لیا کرتے تھے۔

عمر فاروق ؓ نے ان سے فرمایا: اگر آپ اور لوگوں کی طرح پہلے اسلام قبول کیے ہوتے تو میں آپ پر کسی کو مقدم نہ کرتا۔

نیز وہ فرمایا کرتے: میں نے عبداللہ بن ارقم سے زیادہ خشیت الٰہی رکھنے والا نہیں دیکھا۔ [2]

اللہ اسے آسودہ نہ کرے!

معاویہ بن ابوسفیان ؓ کاتب رسول تھے۔ ایک دن کتابت کے لیے انھیں بلا بھیجا تو پتہ چلا کھانا کھا رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد پھر بلا بھیجا تو پتہ چلا کہ ابھی کھا ہی رہے ہیں۔ تو فرمایا:

"لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ"۔ [3]

(اللہ اسے آسودہ نہ کرے)۔

---

[1] مستدرک حاکم رقم: ۵۴۴۱، حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، البانی نے اسے جید کہا ہے۔ دیکھیے الصحیحہ رقم: ۲۸۳۸۔ [2] السیر رقم الترجمہ: ۱۹۴۔

[3] صحیح مسلم رقم: ۲۶۰۴، دیکھیے الصحیحہ رقم: ۸۲۔

حافظ ابن عساکر کے بقول یہ معاویہ ؓ کی فضیلت میں وارد ہونے والی صحیح ترین حدیث ہے[1]

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بددعا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ یہ جملہ بشر ہونے کے تقاضے سے آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا اور آپ نے اللہ سے یہ عہد لے رکھا تھا کہ بتقاضائے بشریت امت کے جس فرد کے حق میں آپ کی زبان سے بددعا نکل جائے اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو اسے اس کے حق میں برکت، پاکی اور قیامت کے دن اپنی قربت کے حصول کا ذریعہ بنادے[2]

اس طرح یہ جملہ درحقیقت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت ہے۔[3]

اے اللہ! اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یاب بنا!

رسول اکرم ﷺ نے معاویہ بن ابوسفیان ؓ کے بارے میں فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ''[4]

(اے اللہ! اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یاب بنا اور اس کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے)۔

معاویہ ؓ ہدایت یاب تھے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیوں کہ انھیں صحبت رسول کا شرف حاصل تھا، نیز کاتب وحی ہونے کی بھی سعادت رکھتے ہیں۔ رہی بات ان کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت ملنے کی تو یقیناً ایسا ہوا، کیوں کہ ان کے عہد میں اسلامی سلطنت نے خاصی وسعت اختیار کی، جس کے نتیجے میں لاکھوں لوگوں کو اسلام سے بہرہ ور ہونے کا موقع ملا۔ اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں:

ان کے زمانے میں مشرق، مغرب، شمال، جنوب ہر طرف اسلامی حکومت کے، قبے نے وسعت پائی۔ مسلمانوں نے بحری لڑائیاں شروع کیں اور رومیوں وعیسائیوں سے اپنی بحری طاقت کا

---

[1] الصحیحة تحت رقم: ۸۲۔ [2] صحیح مسلم رقم: ۲۶۰۳۔ [3] دیکھیے شرح النووی: ۱۶/۱۵۶، الصحیحہ رقم: ۸۲۔ [4] مسند احمد رقم: ۱۷۸۹۵، سنن ترمذی رقم: ۳۸۵۱، باسناد صحیح۔

لوہا منوایا۔[1]

اے اللہ! اسے ان لوگوں میں شامل فرما!

ایک دن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”میری امت کی ستر ہزار پر مشتمل ایک جماعت جنت میں اس طرح داخل ہوگی کہ اس کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے“۔

یہ سن کر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجیے کہ مجھے ان میں شامل کر دے!

آپ نے فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ مِنْھُمْ“

(اے اللہ! اسے ان لوگوں میں شامل فرما)

انھوں نے دوبارہ عرض کیا:

اے اللہ کے رسول کیا مجھے ان میں شامل کر لیا گیا؟

تو فرمایا: ”ہاں!“[2]

اے اللہ! جبریل امین کے ذریعے اس کی مدد فرما!

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پہچان شاعر رسول کی حیثیت سے ہے۔ اہل کفر کی جانب سے رسول دو جہاں ﷺ کی شان میں ہجویہ اشعار کہے جانے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا:

”اے حسان! اللہ کے رسول ﷺ کی جانب سے جواب دو“

نیز فرمایا:

---

[1] تاریخ اسلام: ۴۰/۲۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۴۲۶۵، ۵۷۰۳۔ نیز دیکھیے فتح الباری: ۵۰۲/۱۱۔

”اَللّٰھُمَّ أَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ“ [1]

(اے اللہ! جبریل امین کے ذریعے اس کی مدد فرما)

- چنانچہ جبریل امین کی مدد ان کے شامل حال رہی۔ اس کا اشارہ ہمیں آپ کے اس فرمان سے ملتا ہے:

”ان کی ہجو کرو، جبریل امین تمھارے ساتھ ہیں“۔ [2]

اسی کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے رسول دو جہاں کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے۔ [3] اور خود آپ ﷺ نے بھی ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا:

”هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفَى، وَاشْتَفَى“ [4]

(حسان نے قریش کی ہجو کر کے میرے اور اپنے دل کو ٹھنڈا کیا)۔

اللہ تمھارے خیر کی حرص میں برکت عطا کرے!

ایک دن ابو بکرہ رضی اللہ عنہ مسجد آئے تو دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ رکوع میں پہنچ چکے ہیں۔ وہ چاہ رہے تھے کہ رکعت مل جائے اس لیے دوڑتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ کو ان کے جوتوں کی آواز سنائی دی۔ دوڑنے کی وجہ سے ان کی سانس بھی پھول چکی تھی۔ جلد بازی میں صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے اور رکوع کی حالت میں آگے بڑھ کر صف میں شامل ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

”کون دوڑ رہا تھا؟“

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پوچھا:

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۴۵۳، ۳۲۱۲، ۶۱۵۲، صحیح مسلم رقم: ۲۴۸۵۔ [2] صحیح بخاری رقم: ۳۲۱۳، صحیح مسلم رقم: ۲۴۸۶۔

[3] صحیح بخاری رقم: ۳۵۳۱۔ [4] صحیح مسلم رقم: ۲۴۹۰۔

”کون صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا اور رکوع کی حالت میں آگے بڑھ کر صف میں شامل ہوا؟“

عرض کیا: جی میں!

فرمایا:

”زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ“[1]

(اللہ تمھارے خیر کی حرص میں برکت عطا کرے لیکن دوبارہ ایسا کام نہ کرنا)

چنانچہ ان کے اندر خیر کی حرص پروان چڑھتی رہی۔ کثرت عبادت کا یہ حال تھا کہ مسلسل عبادت و ریاضت میں لگے رہنے اور جسم کو آرام نہ دینے کی وجہ سے اتنے دبلے پتلے ہو گئے تھے کہ تیر معلوم ہوتے تھے۔[2]

اے اللہ! اسے ان میں شامل کر!

ام حرام رضی اللہ عنہا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ رسول اکرم ﷺ ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ایک دن آپ ان کے یہاں تشریف لے گئے تو انھوں نے کھانا پیش کیا، کھانا تناول کیا اور سو گئے۔ بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے مسکراہٹ کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

”میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جس طرح بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں“

ام حرام نے موقعے کو غنیمت جان کر عرض کیا کہ اللہ کے رسول! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل کر دے۔

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۰۴۰۵، ۲۰۴۳۵، صحیح بخاری رقم: ۷۸۳، سنن ابی داؤد رقم: ۶۸۳-۶۸۴۔ دیکھیے الصحیحہ رقم: ۲۳۰۔

[2] الاستیعاب ص: ۷۶۷۔

تو فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ“

(اے اللہ! اسے ان میں شامل کر)

پھر اپنا سر رکھ کر سو گئے۔ اس مرتبہ بیدار ہوئے تو مسکراہٹ آپ کے ہونٹوں پر کھلی ہوئی تھی۔ انھوں نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

”میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ غزوے کے لیے (خشکی کے راستے سے) جا رہے ہیں“

انھوں نے پھر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں بھی شامل کر دے!

تو فرمایا:

”تو پہلی فوج میں شامل ہوگی“۔ یعنی تمھیں بحری راستے سے جہاد کرنے کی سعادت حاصل ہوگی۔

چنانچہ بعد میں وہ عبادہ بن صامت ؓ کے نکاح میں آگئیں۔ اور سنہ ۲۸ھ میں عثمان غنی ؓ کے عہد میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ قیادت مسلمان پہلے سمندری غزوے کے لیے نکلے تو اپنے شوہر کے ساتھ روانہ ہوگئیں۔ مسلمان جزیرۂ قبرص پر حملہ آور ہوئے اور اسے فتح کر لیا۔ لوٹنے کی تیاریاں شروع ہوئیں، ان کے سامنے سواری لائی گئی، وہ سوار ہونے لگیں تو سواری نے انھیں گرا دیا اور اسی حادثے میں ان کی وفات ہوگئی۔[1]

اے اللہ! اسے خوب صورتی عطا کر!

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پانی طلب کیا تو عمرو بن اخطب ؓ نے پانی حاضر کیا اور پانی

---

[1] صحیح بخاری رقم ۶۲۸۲-۶۲۸۳۔ صحیح مسلم رقم: ۱۹۱۲۔ مسند احمد رقم: ۱۳۷۹۰۔ نیز دیکھیے فتح الباری: ۱۱/ ۸۶-۸۹۔

کے پیالے میں ایک بال گرا ہوا تھا اسے ہٹا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کا یہ عمل پسند آ گیا۔ انھیں قریب بلایا۔ سر اور داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ“

(اے اللہ! اسے خوب صورتی عطا کر)

ایک روایت میں دعا کے الفاظ یوں ہیں:

”اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ وأَدِمْ جَمَالَهُ“

(اے اللہ! اسے خوب صورتی عطا کر اور اس کی خوب صورتی کو برقرار رکھ)

دعائے نبوی کی برکت دیکھیے کہ عمر سو سے زائد ہوگئی پھر بھی ان کے سر اور داڑھی کے چند بال ہی سفید ہوئے تھے۔ اخیر عمر تک چہرے کی تازگی برقرار رہی اور بڑھاپے کے آثار ظاہر نہیں ہوئے[1]

اللہ تیری حفاظت کرے کیوں کہ تو نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے!

رسول اکرم ﷺ ایک سفر میں تھے۔ دوران سفر صحابہ سے فرمایا:

”تم آج سہ پہر اور رات بھر چلنے کے بعد ان شاء اللہ کل پانی تک پہنچ جاؤ گے“

لوگ چل پڑے۔ کسی کے پاس کسی پر دھیان دینے کا موقع نہیں تھا۔ آدھی رات گزر گئی۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو بہ پہلو چل رہے تھے۔ اسی درمیان آپ کو اونگھ آ گئی اور سواری سے گرنے لگے۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس انداز سے سہارا دے دیا کہ گرنے سے بچ گئے اور نیند بھی نہیں ٹوٹی۔ بعد ازاں سواری پر درست بیٹھ گئے۔

پھر چلتے رہے۔ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا تو پھر اونگھ آنے لگی اور نیند سے مغلوب ہو کر سواری سے گرنے جا رہے تھے کہ انھوں نے دوبارہ سہارا دے دیا اور نیند ٹوٹنے نہیں دیا۔

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۰۷۳۳، ۲۲۸۸۱، ۲۲۸۸۳، ۲۲۸۸۵، ۲۲۸۹۰۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

پھر چلتے رہے یہاں تک کہ طلوع فجر سے پہلے نیند سے مغلوب ہوکر گرنے لگے۔ اس بار پہلے کے مقابلے میں زیادہ جھک گئے تھے۔ بس گرنے ہی والے تھے کہ ایک بار پھر انھوں نے سہارا دے دیا اور گرنے سے بچالیا۔ لیکن اس بار نیند ٹوٹ چکی تھی۔ اس لیے فرمایا:

"کون؟"

عرض کیا: ابوقتادہ

فرمایا:

"میرے ساتھ کب سے چل رہے ہو؟"

عرض کیا: رات بھر اسی طرح چل رہا ہوں۔

فرمایا:

"حَفِظَكَ اللّٰهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ "[1]

(اللہ تیری حفاظت کرے کیوں کہ تو نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے)

چنانچہ انھوں نے بھرپور زندگی گزار کر سنہ ۵۵ ھ میں وفات پائی۔ اور ان شاء اللہ اخروی زندگی میں بھی ہر عذاب و سزا سے محفوظ اور رب کی نعمتوں سے محظوظ ہوں گے۔[2]

اے اللہ! اس پر خیر کی بارش کر اور اس کی زندگی کو مکدر نہ بنا!

جلیبیب (رضی اللہ عنہ) نامی ایک صحابی تھے۔ ان کے چہرے پہ آب و رنگ کی کمی تھی۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کی بات کہی تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں تو ایک نہ بکنے والا سودا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

"لیکن تم اللہ کے پاس نہ بکنے والا سودا نہیں ہو"

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۶۸۱۔ [2] السیر رقم الترجمہ: ۱۸۳۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری صحابی کو پیغام دیا۔ انھوں نے لڑکی کی والدہ سے مشورے کی اجازت طلب کی۔ لڑکی کی والدہ کے سامنے جلیبیب رضی اللہ عنہ سے نکاح کی بات رکھی گئی تو صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔ لڑکی پردے کے پیچھے سے اپنے ابا اماں کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ صحابی لڑکی کی والدہ کے انکار کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچانے نکل رہے تھے کہ لڑکی نے آواز دیا:

یہ پیغام کس نے دیا ہے؟

لڑکی کی والدہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے!

سعادت مند لڑکی نے کہا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی پیش کش کو ٹھکرا دیں گے؟ اگر رسول اللہ ﷺ نے انھی کو پسند کیا ہے تو میرا نکاح ان سے کر دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ مجھے ضائع نہیں کر سکتے۔

آپ کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس انصاری لڑکی کے ساتھ جلیبیب کا نکاح کر دیا اور لڑکی کے حق میں یہ دعا فرمائی:

”اَللّٰهُمَّ صُبَّ عَلَيْهَا الْخَيْرَ صَبًّا، وَ لَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا كَدًّا“

(اے اللہ! اس پر خیر کی بارش کر اور اس کی زندگی کو مکدر نہ بنا)

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ آپ نے دعا میں دولھا دلھن دونوں کو شامل کرتے ہوئے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ صُبَّ عَلَيْهِمَا الْخَيْرَ صَبًّا، وَ لَا تَجْعَلْ عَيْشَهُمَا كَدًّا“

(اے اللہ! ان دونوں پر خیر کی بارش کر اور ان کی زندگی کو مکدر نہ بنا)

اب دونوں پر خیر کی بارش کیسے ہوئی، ذرا ملاحظہ ہو:

جلیبیب رضی اللہ عنہ ایک غزوے میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ جنگ ختم ہوئی تو آپ نے انھیں تلاش کرنے کا حکم دیا۔ ان کی لاش سات کفار کی لاشوں کے بیچ میں ملی، جنھیں قتل کرنے کے بعد وہ خود بھی جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو ان کی لاش کے پاس کھڑے

ہو کر فرمایا:

”اس نے سات کفار کو قتل کیا اور خود بھی شہادت حاصل کر لی۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں“

آپ نے انھیں اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا۔ آپ کے بازو ان کے لیے تخت بنے رہے۔ قبر تیار ہوئی تو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے انھیں قبر کے اندر رکھا۔

جلیبیب تیرے نصیبے کا کیا کہنا!

رہی وہ عورت جسے وہ سوگ وار چھوڑ گئے تھے تو ان پر خیر کی بارش اس طرح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں بڑی فراخی عطا فرمائی۔ مدینے میں کوئی بے شوہر ایسی نہیں تھی جو ان سے زیادہ کشادہ دست اور خرچ کرنے والی ہو۔[1]

اللہ کرے یہ ابو خیثمہ ہو!

غزوۂ تبوک میں چند ایک کے سوا تمام مؤمنین صادقین نے شرکت کی تھی۔ اسلامی لشکر تبوک پہنچا تو پیچھے رہ جانے والوں کا ذکر چھڑا۔ اسی بیچ دور سے ایک انسان کا سایہ لشکر کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ آپ نے فرمایا:

”کُنْ أَبَاخَیْثَمَةَ“

(اللہ کرے یہ ابو خیثمہ ہو!)

چنانچہ قریب آئے تو سب نے دیکھا کہ وہ ابو خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ ہی تھے۔[2]

اے اللہ! تو اسے اچھا شہسوار بنا دے!

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۲۳۹۳، ۱۹۷۸۴۔ صحیح ابن حبان رقم: ۴۰۳۵۔ شیخ شعیب ارنووط اور ان کے رفقا نے اس کی سند کو امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ نیز دیکھیے ابو یعلی رقم: ۳۳۴۳ باسناد صحیح۔

[2] مسند احمد رقم: ۲۷۱۷۵۔ صحیح مسلم رقم: ۲۷۶۹۔

یمن کے قبیلۂ خثعم میں ذی الخلصہ نامی ایک بت خانہ تھا۔ اسے بڑی قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کعبۂ یمانیہ اور شام کے رخ پر ایک دروازہ ہونے کی وجہ سے کعبۂ شامیہ کہلاتا تھا۔[1] وہاں کفار و مشرکین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے، رسول کریم ﷺ کی ایذا رسانی کی تدبیر سوچتے، کعبۂ مقدس کی تنقیص کرتے اور ہر طرح سے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے۔ لہذا قیام امن کے لیے اس کا ختم کرنا ضروری تھا۔[2]

اللہ کے رسول ﷺ نے اس مہم کو انجام دینے کے لیے جریر بن عبداللہ بجلی ؓ کا انتخاب کیا۔ کیوں کہ یہ بت خانہ انہی کے علاقے میں پڑتا تھا اور وہ اپنے قوم کے اشراف میں شمار ہوتے تھے۔[3] انھیں قبیلۂ احمس کے ڈیڑھ سو نہایت عمدہ گھوڑ سواروں کے ساتھ بھیجنے کا ارادہ کیا۔ لیکن جریر ؓ گھوڑے کی سواری اچھی طرح نہیں کر پاتے تھے۔ خدمت اقدس میں یہ بات رکھی تو ان کے سینے میں دست مبارک رکھا اور فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا“

(اے اللہ! تو اسے اچھا شہسوار بنا دے اور اسے ہدایت کرنے والا و ہدایت یاب بنا دے!)

چنانچہ وہ ایک بہترین شہسوار بن گئے۔ گھوڑے سے کبھی نہیں گرے اور آپ نے جس مہم پر روانہ کیا تھا اسے کامیابی سے سر کر لیا۔[4]

اس کے دل کو پاک کر دے اور اسے عصمت عطا کر!

ابو امامہ باہلی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک دن اصحاب کے حلقے میں تشریف فرما تھے کہ ایک نوجوان نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے! یہ سن کر چاروں طرف سے

---

[1] فتح الباری: ۸/ ۸۹-۹۰۔ [2] شرح بخاری از علامہ داؤد راز: ۵/ ۵۷۶۔

[3] فتح الباری: ۸/ ۹۰۔ [4] صحیح بخاری رقم: ۳۰۲۰، ۳۰۳۶، ۳۰۷۶، ۳۸۲۳، ۴۳۵۵-۴۳۵۷، ۶۰۸۹، ۶۳۳۳، صحیح مسلم رقم: ۲۴۷۵۔

اس پر لوگوں نے ملامت شروع کر دی۔ آپ نے روکا۔ پھر اس نوجوان کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور دل دہی سے پوچھا:

''تم اس فعل کو اپنی ماں کے لیے پسند کرو گے؟''

عرض کیا: آپ پر قربان! نہیں یا رسول اللہ!

فرمایا: ''تو اور لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کریں گے۔ تو کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کرو گے؟''

عرض کیا: آپ پر قربان! نہیں یا رسول اللہ!

فرمایا: ''تو اور لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کریں گے۔ تو کیا تم اپنی بہن کے لیے یہ پسند کرو گے؟''

عرض کیا: آپ پر قربان! نہیں یا رسول اللہ!

فرمایا: ''تو اور لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کریں گے''

پھر اسی طرح خالہ اور پھوپھی کے متعلق پوچھا۔ اس نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد اس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ، وَطَهِّرْ قَلْبَهُ، وَحَصِّنْ فَرْجَهُ''

(اے اللہ! اس کے گناہوں کو بخش دے، اس کے دل کو پاک کر دے اور اسے عصمت عطا کر!)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان کا یہ حال تھا کہ وہ کسی کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔[1]

اللہ تیری گردن مار دے!

رسول اکرم ﷺ ایک غزوے کے لیے جا رہے تھے۔ دوران سفر ایک شخص دو بوسیدہ کپڑے

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۲۲۱۱۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

زیب تن کیے ہوئے اونٹ ہانکنے کے لیے نکلا۔ آپ نے اس کے کپڑے دیکھ کر پوچھا:

"کیا اس کے پاس اس کے علاوہ اور کپڑے نہیں ہیں؟"

عرض کیا گیا: اس کے تھیلے میں دو نئے کپڑے موجود ہیں۔

فرمایا:

"اس کا تھیلا لاؤ"

تھیلا حاضر کیا گیا۔ اسے کھولا تو سہی معنی میں اس میں دو نئے کپڑے موجود تھے۔ کپڑے دیکھ کر فرمایا:

"لو انھیں پہن لو اور بوسیدہ کپڑوں کو پھینک دو"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر اونٹ ہانکنے لگا تو آپ نے اس کے بخل پر تعجب کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"ضَرَبَ اللّٰهُ عُنُقَكَ"

(اللہ تیری گردن مار دے)

یہ سن کر وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا: اللہ کے راستے میں!

چنانچہ اس نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔[1]

خوب مال و دولت اور آل و اولاد سے نوازا!

عمرو بن حریث ﷛ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ میری خالہ مجھے خدمت نبوی میں لے گئی تو آپ نے میرے سر پہ ہاتھ رکھا اور میرے لیے کشادگی رزق کی دعا کی۔ ایک روایت کے مطابق برکت کی دعا کی۔[2]

چنانچہ بقول واقدی اللہ تعالی نے انھیں خوب مال و دولت اور آل و اولاد سے نوازا۔[3]

---

[1] مستدرک حاکم رقم: ۷۳۶۹۔ حاکم نے اسے امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

[2] الأدب المفرد، دیکھیے الصحیحة رقم: ۲۹۴۳۔

[3] السیر رقم الترجمه: ۲۹۲۔

مختلف شہروں، ملکوں، قبائل اور جماعتوں کے لیے دعا

رسول اکرم ﷺ نے انفرادی دعاؤں کے ساتھ ساتھ مختلف قبائل اور جماعتوں کو بھی دعاؤں سے نوازا ہے۔ اسی طرح متعدد شہروں اور ملکوں کو بھی دعائے خیر میں یاد رکھا ہے اور دعائے رسول کی برکت سے ان پر نوازشات کی برسات بھی ہوئی۔ ذیل میں اس قسم کی دعائیں ملاحظہ ہوں:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینے کی محبت پیدا کر دے!

رسول اکرم ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کے اصحاب کو یہاں کی آب و ہوا راس نہیں آ رہی تھی۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ خدا کی سب سے زیادہ وبا والی سرزمین تھی۔ چنانچہ متعدد صحابہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ بخار کا شکار ہونے والوں میں ابوبکر، بلال اور عائشہ ؓ بھی تھے۔ ابوبکر ؓ بخار میں گرفتار ہوئے تو یہ شعر پڑھتے:

كُلُّ امْرِیءٍ مُصَبَّحٌ فِیْ أَهْلِهٖ   وَالْمَوْتُ أَدْنَىٰ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

(ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے حالاں کہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے)

اور بلال ؓ کا جب بخار اترتا تو مکہ اور اس کی یادوں میں کھو کر بے قابو ہو جاتے اور بلند آواز سے فرماتے:

أَلَا لَیْتَ شَعْرِیْ هَلْ أَبِیْتَنَّ لَیْلَةً   بِوَادٍ وَحَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَجَلِیْلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ یَوْماً مِیَاهَ مَجَنَّةٍ   وَهَلْ یَبْدُوَنْ لِیْ شَامَةٌ وَطَفِیْلُ

(کاش! میں ایک رات مکے کی وادی میں گزار سکتا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل [گھاس] ہوتے۔ کاش! ایک دن میں مجنہ کے پانی پر پہنچتا اور کاش! میں شامہ اور طفیل

[پہاڑوں] کو دیکھ سکتا)

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی بخار زدگی اور اپنے پرانے وطن مکہ کے اشتیاق کو دیکھا تو فرمایا:

’’اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَ مُدِّنَا، وَصَحِّحْهَا لَنَا، وَ انْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ‘‘[1]

(اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینے کی محبت اسی طرح پیدا کر دے جس طرح مکے کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔ اور مدینے کی آب و ہوا کو ہمارے لیے صحت بخش کر دے۔ یہاں کے بخار کو جحفہ بھیج دے)

چنانچہ مدینے کی محبت، رسول اللہ ﷺ اور مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رگوں میں خون بن کر دوڑ نے لگی۔ علامہ عینی لکھتے ہیں:

’’اللہ نے اپنے نبی کی دعا کو قبولیت سے ہم کنار کیا۔ انھیں مدینے سے ایسی محبت ہو گئی کہ آخر وقت تک قائم رہی‘‘[2]

رسول اللہ ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینے کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری تیز فرما دیتے اور مدینے کی محبت میں اسے ایڑ لگاتے[3]

اور مہاجرین کو مدینے سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا فرماتے:

’’اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ‘‘[4]

(اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں مقدر کر دے)۔

---

[1] مؤطا امام مالک رقم: ۱۷۱۴، صحیح بخاری رقم: ۱۸۸۹، ۳۹۲۶، ۵۶۵۴، ۵۶۷۷، ۶۳۷۲، صحیح مسلم رقم: ۱۳۷۶۔

[2] عمدۃ القاری: ۷/۵۹۹۔ [3] صحیح بخاری رقم: ۱۸۸۶۔ [4] صحیح بخاری رقم: ۱۸۹۰۔

اور حجۃ الوداع کے موقع پر جب سعد بن ابو وقاص ﷛ بیمار ہو گئے تو انھیں یہ خیال سخت بے چین کیے ہوئے تھا کہ کہیں مکے ہی میں پیام اجل نہ آ جائے اور دیار رسول کی مٹی کا حصہ بننے سے محروم ہونا پڑے۔[۱]

مدینے کی آب و ہوا کو صحت افزا بنانے کی دعا کے سلسلے میں علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالی نے آپ کی دعا کو شرف قبول بخشا۔ وہاں کی آب و ہوا، مٹی، جائے سکونت اور زندگی پاکیزہ بن گئی۔ ابن بطال وغیرہ کہتے ہیں: یہاں اقامت پذیر ہونے والا اس کی مٹی اور دیواروں سے ایسی خوش بو محسوس کرے گا جو دوسری جگہ نہیں مل سکتی"۔[۲]

اور مدینہ کی وبا جحفہ منتقل ہو گئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک پراگندہ بال، کالی عورت مدینے سے نکلی اور جحفہ میں جا کر ٹھہر گئی۔ آپ نے اس کی تعبیر یہ لی کہ مدینے کی وبا جحفہ منتقل ہو گئی ہے۔[۳]

رہی یہ بات کہ مدینے کی وبا کو جحفہ منتقل کرنے کی دعا کیوں فرمائی جب کہ وہاں بھی انسان بستے تھے اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا تو اس سلسلے میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

"جحفہ کے رہنے والے یہودی تھے مسلمانوں کی ایذا رسانی اور دشمنی میں بڑے سخت تھے اسی لیے ان پر بد دعا کی اور اہل اسلام کے لیے خیر کا ارادہ فرمایا"۔[۴]

اور علامہ خطابی لکھتے ہیں:

"آپ نے جحفہ والوں کی طرف بخار منتقل کرنے کی دعا اس لیے فرمائی تا کہ وہ اسی میں الجھے رہیں اور مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچا سکیں۔ اسی دن سے جحفہ سب سے زیادہ بخار والے مقامات میں سے ایک بن گیا...... جب آپ نے انھیں بد دعا دی تو ان میں سے کوئی فرد باقی نہ رہا جو بخار کا شکار نہ ہوا

---

[۱] صحیح بخاری رقم: ۳۹۳۶۔ [۲] شرح الزرقانی: ۴/۳۰۲۔ [۳] صحیح بخاری رقم: ۷۰۳۸-۷۰۴۰۔

[۴] عمدۃ القاری: ۱۴/۶۵۰۔

ہو۔ ممکن ہے اسی دعا کی برکت سے مدینے میں طاعون داخل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ طاعون وبا ہے اور سیدنا رسول اللہ ﷺ نے وبا کو مدینے سے منتقل کرنے کی دعا فرمائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو ہمیشہ ہمیش کے لیے قبول کرلیا۔''[1]

اے اللہ! مدینہ والوں کے لیے ان کے پیمانوں میں برکت دے!

رسول اللہ ﷺ مدینہ اور اہل مدینہ کے حق میں بکثرت دعا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْ مِكْیَالِھِمْ، وَبَارِكْ لَھُمْ فِیْ صَاعِھِمْ وَمُدِّھِمْ''۔[2]

(اے اللہ! مدینہ والوں کے لیے ان کے پیمانوں میں برکت دے، ان کے لیے ان کے صاع اور ان کے مد میں برکت دے)

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب باغ کا پہلا پھل دیکھتے تو اسے (دعائے رسول کی برکت حاصل کرنے کے مقصد سے) خدمت رسول میں حاضر کرتے۔ آپ اسے اپنے ہاتھ میں لیتے اور فرماتے:

''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا، اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَبْدُكَ وَخَلِیْلُكَ وَنَبِیُّكَ، وَاِنِّیْ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ، وَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِیْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهٖ لِمَكَّةَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ''۔[3]

(اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے پھلوں میں برکت دے۔ ہمارے لیے ہمارے مدینے میں برکت دے۔ ہمارے لیے ہمارے صاع میں برکت دے۔ ہمارے لیے ہمارے مد میں برکت دے۔

---

[1] عمدۃ القاری: ۷/ ۵۹۸-۵۹۹۔ [2] مؤطا امام مالک رقم: ۱۷۰۱، صحیح بخاری رقم: ۲۱۳۰، ۶۷۱۴، ۷۳۳۱، صحیح مسلم رقم: ۱۳۶۸۔ [3] مؤطا امام مالک رقم: ۱۷۰۲، صحیح مسلم رقم: ۱۳۷۳۔

اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے۔ میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ انھوں نے مکے کے لیے تجھ سے دعا کی تھی [اور تو نے اسے قبول کیا تھا] اور میں مدینے کے لیے تجھ سے اس کی دگنی دعا مانگتا ہوں)۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلامی فتوحات کے ذریعہ اہل مدینہ پر اپنی برکتوں اور نوازشات کی خوب بارش کی۔ جیسے جیسے فتوحات کا سلسلہ دراز ہوتا گیا خوش حالی آتی گئی اور ان کی زندگیوں میں کشادگی پیدا ہوتی چلی گئی۔

علامہ طیبی لکھتے ہیں:

''میری زندگی کی قسم! اللہ کے حبیب ﷺ کی دعا قبولیت سے ہم کنار ہوئی۔ مدینہ خیر و برکت میں دیگر شہروں سے بازی لے گیا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں وہاں چہار جانب سے کسریٰ، قیصر اور خاقان کے خزانے اتنی بڑی مقدار میں پہنچے کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے''۔[1]

علامہ داؤد راز لکھتے ہیں:

''مدینے کے لیے آپ نے دعا فرمائی جو اسی طرح قبول ہوئی جس طرح مکہ شریف کے لیے حضرت ابراہیم کی دعا اللہ نے قبول فرمائی۔ بلکہ بعض خصوصیات برکت میں مدینہ ممتاز ہے؛ وہاں بکثرت پانی موجود ہے۔ آس پاس جنگل سبزہ سے لہلہا رہے ہیں۔ پھر آج کل حکومت سعودیہ۔ خلد اللہ بقاءھا۔ کی مساعی سے مدینہ ایک ترقی یافتہ شہر بنتا جا رہا ہے۔ جو سب آں حضرت ﷺ کی پاکیزہ دعاؤں کا ثمرہ ہے''۔[2]

پھر آپ کی دعا ''مدینہ والوں کی صاع اور مد میں برکت دے'' کا نتیجہ ہے کہ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی آج تک یہ پیمانے زندہ و پائندہ ہیں۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

''دعائے رسول کی برکت سے اہل مدینہ کے مد اور صاع میں اس طرح برکت دی گئی کہ اکثر

---

[1] شرح الزرقانی: ۲۸۶/۴۔ [2] شرح بخاری: ۳۲۲/۳۔

فقہائے امصار اور ان کے مقلدین آج تک کفاروں میں انہی کا اعتبار کرتے آئے ہیں''[1]

نوٹ: اس حدیث کے اندر مکے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جس دعا کا اشارہ ہے وہ یہ ہے:

''رَبَّنَا اِنِّیْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ، رَبَّنَا لِیُقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَۃً مِنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَ ارْزُقْھُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْكُرُوْنَ''[2]

(اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو تیرے بیت حرام کے پاس ایک وادی میں بسایا ہے جہاں کوئی کھیتی نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! میں نے ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ اس لیے تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے۔ اور بطور روزی انھیں انواع واقسام کے پھل عطا کرتا کہ وہ تیرا شکریہ ادا کریں)

اے اللہ! ہمارے مکے میں برکت عطا کر!

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دعا کی اور فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ مَكَّتِنَا، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا، وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا....''۔

(اے اللہ! ہمارے مکے میں برکت عطا کر۔ اے اللہ! ہمارے مدینے میں برکت عطا کر۔ اے اللہ! ہمارے شام میں برکت عطا کر۔ ہمارے صاع میں برکت عطا کر۔ ہمارے مد میں برکت عطا کر)۔

آج مکے کو جو مرکزیت، عقیدت، چہل پہل اور شان وشوکت حاصل ہے اس میں ابوالانبیا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی دعاؤں کو بھی بڑا دخل ہے۔

---

[1] فتح الباری: ۱۱/۳۴۷۔ [2] ابراہیم: ۳۷۔ [3] الصحیحة رقم: ۲۲۴۶

اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن پر برکت نازل فرما!

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَ فِيْ يَمَنِنَا“

(اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن پر برکت نازل فرما)

لوگوں نے کہا: اور ہمارے نجد کے لیے بھی برکت کی دعا کیجیے۔

لیکن دوبارہ فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَ فِيْ يَمَنِنَا“

(اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن پر برکت نازل فرما)

لوگوں نے پھر کہا: اور ہمارے نجد میں؟

تو فرمایا:

”وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہیں سے طلوع ہوگا“ [1]

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں:

بظاہر ان دونوں جگہوں کو خصوصیت کے ساتھ برکت کی دعاؤں سے نوازنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل مدینہ کی غذائی اجناس انھیں دونوں جگہوں سے درآمد کی جاتی تھیں۔ [2]

علامہ سندھی شام میں برکت کی دعا پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ برکت سے مراد یا تو اہل شام کے قبول اسلام کی برکت ہے (کیوں کہ وہ عہد نبوی کے بعد اسلام سے سرفراز ہوئے) یا پھر ان کے قبول اسلام کے بعد برکت۔ [3]

چنانچہ اگر شام میں برکت سے مراد ان کا قبول اسلام ہے، جو صرف برکت ہی نہیں بلکہ

---

[1] مسند احمد رقم: ۵۹۸۷، صحیح بخاری رقم: ۱۰۳۷، ۷۰۹۴، سنن ترمذی رقم: ۳۹۵۳۔

[2] تحفۃ الاحوذی: ۳۱۴/۸۔ [3] مسند احمد مع تخریج الشیخ شعیب أرنؤوط ومعاونیہ: ۴۶/۹۔

برکتوں کا سرچشمہ ہے، تو یہ بہت جلد حاصل ہوگئی، کیوں کہ عہد فاروقی ہی میں پورا شام اسلام کی آغوش میں آچکا تھا۔ اور اگر برکت سے مراد قبول اسلام کے بعد کی برکت ہے تو اس خطہ ارض میں اس کے وجود سے بھی کسی کو مجال انکار نہیں ہوسکتا، کیوں کہ شام علمی اور دینی اعتبار سے اسلام کا اہم ترین خطہ رہا ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں شام کی فتح کے بعد جلیل القدر صحابہ کرام ﷺ کی بہت بڑی تعداد یہاں آکر آباد ہوئی اور اسے خوب فیض یاب کیا۔ یہاں علم اور دین کی روایات اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ قائم اور باقی رہی ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا حسن اخلاق اسلامی اخلاق کا نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ ان کی ہر بات میں لطافت ونظافت ودلکشی تھی۔[1]

رہی بات یمن کی تو اس کے بارے میں اتنا جان لینا کافی ہے کہ عہد رسول ہی میں یمن اسلام کی آغوش میں آچکا تھا اور اسلام کے بعد یہ خطہ ارض ہمیشہ علم اور اہل علم کا مرکز رہا ہے۔

اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت پوری کر!

رسول اکرم ﷺ جب کفار مکہ کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے اپنے جائے ولادت اور محبوب شہر مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ چلے گئے اور مدینے نے نبی دو جہاں اور آپ کے ساتھ ہجرت کرنے والے صحابہ کے لیے جان ودل نچھاور کر دیا تو آپ اس سے حد درجہ محبت کرنے لگے۔ حتی کہ آپ کو یہ گوارا نہ تھا کہ خود آپ یا آپ کے صحابہ میں سے کوئی مکے کی خاک کا پیوند بنے۔

چنانچہ حجۃ الوداع کے موقعے پر سعد بن ابی وقاص ﷺ جب شدید بیمار ہوگئے اور آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰی أَعْقَابِهِمْ“[2]

(اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت پوری کرا اور انھیں الٹے پاؤں واپس نہ کر! یعنی انھیں مکے میں وفات نہ دے)۔

---

[1] جہان دیدہ: ص ۳۰۸۔ [2] صحیح بخاری رقم: ۳۹۳۶۔ صحیح مسلم رقم: ۱۶۲۸۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ جب بھی مکے میں داخل ہوتے تو فرماتے:

”اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مَنَايَانَا بِهَا حَتّٰى تُخْرِجَنَا مِنْهَا“۔[1]

(اے اللہ! تو ہمیں اس شہر سے نکالنے سے پہلے یہاں وفات نہ دے)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سعد بن خولہ ﷛ کے علاوہ کسی اور مہاجر صحابی نے مکے میں وفات نہیں پائی۔ سعد بن خولہ ﷛ بدری صحابی تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعے پر مکے ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے مکے میں فوت ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے رنج و غم کا اظہار فرمایا تھا۔[2]

اے اللہ! تو نے قریش کے اگلوں کو عذاب چکھایا!

رسول اکرم ﷺ نے جب شرک و بت پرستی سے معمور مکے میں توحید کی دعوت کا علم بلند کیا تو ہر طرف سے آپ کی مخالفت کی صدا بلند ہونے لگی۔ مخالفت کرنے والوں میں پیش پیش خود آپ کا قبیلہ قریش تھا۔ قریش کے مظالم سے زچ ہو کر مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔ پھر انھیں اپنے دفاع کے لیے ہتھیار اٹھانے کی اجازت ملی تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے قریش کو کئی جنگوں میں سخت نقصانات اٹھانے پڑے۔ نیز اہل اسلام کو اذیت پہنچانے کی وجہ سے انھیں قحط سالی اور قلت بارش جیسی آسمانی آفتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔

آہستہ آہستہ اسلام کی حقانیت ان کے سامنے واضح ہوتی گئی اور فتح مکہ کے بعد پورا قریش اسلام کی آغوش میں آ گیا۔ شاید اسی موقعے پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا:

---

[1] مسند احمد رقم: ۴۷۷۸۔ شیخ شعیب ارنووط اور ان کے معاونین لکھتے ہیں: اس کے رجال ثقہ اور شیخین کے رجال ہیں۔ اس کی سند صحیح ہے اگر سعید بن ابو ہند کا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت ہے، کیوں کہ ہم رجال کی کتابوں میں سعید کا ان سے سماع نہیں پا سکے۔ البتہ انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پایا ہے اور ان سے سنا بھی ہے۔ اس طرح وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے معاصر ہیں اور تدلیس کی صفت سے بھی متصف نہیں ہیں۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۲۷۴۲۔ نیز دیکھیے: فتح الباری: ۵/۳۵۸۔

"اَللّٰهُمَّ أَذَقْتَ أَوَّلَ قُرَيْشٍ نَكَالًا، فَأَذِقْ آخِرَهُمْ نَوَالًا"[1]

(اے اللہ! تو نے قریش کے اگلوں کو عذاب چکھایا پس ان کے پچھلوں کو انعام واکرام سے نواز!)

علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ممکن ہے کہ "نکال" سے مراد وہ ذلت و رسوائی اور عذاب وقتل ہے جس کا سامنا قریش کے پہلے لوگوں کو اپنے کفر وانکار کی بنیاد پر کرنا پڑا۔ اور "نوال" سے مراد وہ بیان سے باہر عزت، بادشاہت اور خلافت وحکمرانی ہے جو ان کے بعد والوں کو حاصل ہوئی"۔[2]

چنانچہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد قریش کو وہ عزت و وقار، نیک نامی اور شہرت، حکومت وسلطنت حاصل ہوئی جو قابل صد رشک ہے۔ انھوں نے صدیوں پورے عالم اسلام پر بڑی شان و شوکت اور کروفر کے ساتھ حکومت کی۔

اسی قریش کے ایک شخص (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) کے بارے میں کسریٰ نے کہا تھا:

میرے سامنے عمر کا نام نہ لیا کرو، میرے کندھے کپکپانے شروع ہو جاتے ہیں۔[3]

اور اسی قریش سے تعلق رکھنے والے ایک خلیفہ (ہارون رشید) نے فضا میں تیرتے ہوئے بادل کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

تو چاہے کہیں چلا جا لیکن برسے گا میری ہی سلطنت کے اندر۔[4]

سچ ہے:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا

اے اللہ! عبدالقیس کو بخش دے!

عبدالقیس قبیلہ ربیعہ کی ایک اہم شاخ تھی جو بحرین میں آباد تھی۔ عبدالقیس ہی کی بستی میں

---

[1] سنن ترمذی رقم: ۳۹۱۷، مسند احمد رقم: ۲۱۷۰۔ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح سنن ترمذی رقم: ۳۰۶۷۔

[2] تحفۃ الاحوذی: ۲۸۰/۱۰۔ [3] خطبات ظہیر: ص ۱۲۶۔ [4] ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ: ۲۱۳/۱۔

مدینہ کے بعد سب سے پہلے جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔ اس قبیلے کا وفد خدمت نبوی میں دو مرتبہ حاضر ہوا۔ پہلی مرتبہ سنہ ۵ھ میں یا اس سے پہلے۔ یہ وفد تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان کے سربراہ اُشج تھے۔ انھوں نے ایمان اور مشروبات کے بارے میں سوال کیا تھا۔ اور دوسری بار عام الوفود یعنی سنہ ۹ھ میں۔ اس بار وفد میں جارود العبدی شامل تھے، جو نصرانی تھے، اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلام ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔[1]

چوں کہ یہ لوگ جنگ وجدال کے بغیر برضا ورغبت مسلمان ہو گئے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ الْقَيْسِ إِذْ أَسْلَمُوا طَائِعِينَ غَيْرَ كَارِهِينَ، غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَوْتُورِينَ، إِذْ بَعْضُ قَوْمِنَا لَا يُسْلِمُونَ حَتّٰى يُخْزَوْا وَيُوتَرُوا"

(اے اللہ! عبدالقیس کو بخش دے۔ کیوں کہ یہ فرمان بردار ہو کر احساس ناگواری اور ذلت و کلفت کا بار اٹھائے بغیر مسلمان ہو گئے ہیں۔ جب کہ ہماری قوم کے بعض لوگ اس وقت تک اسلام قبول نہیں کرتے جب تک ذلت وکلفت کے کوڑے نہ کھالیں)

آپ ﷺ نے قبلہ رو ہو کر ان کے حق میں اور بھی دعائیں فرمائیں اور فرمایا:

"مشرق کے رہنے والوں میں سب سے اچھے لوگ عبدالقیس ہیں"۔[2]

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب جزیرۂ عرب کے اندر ارتداد کی وبا پھیل گئی تو عبدالقیس کے لوگ بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہے۔ وہ یہ کہہ کر مرتد ہو گئے کہ محمد عربی ﷺ نبی ہوتے تو کبھی نہ مرتے۔ لیکن یہاں دعائے نبوی کی برکت نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور ان کی عاقبت تباہ ہوتے ہوتے بچ گئی۔ جارود بن معلی عبدی ؓ نے انھیں ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا: یہ بتاؤ کہ محمد ﷺ سے پہلے بھی دنیا

---

[1] فتح الباری: ۸/ ۱۰۷۔ [2] مسند احمد رقم: ۱۷۸۹۲۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے احباب نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے لیکن اس میں دعا کا ذکر نہیں ہے۔

میں نبی آئے ہیں یا نہیں؟

سب نے کہا: ہاں! آئے ہیں۔

انھوں نے پوچھا: وہ سب عام انسانوں کی طرح اپنی زندگی پوری کر کے فوت ہو گئے یا نہیں؟

سب نے کہا: ہاں! وہ سب اپنی زندگی پوری کر کے فوت ہو گئے۔

اب جارود رضی اللہ عنہ نے کہا: بس اسی طرح محمد عربی ﷺ بھی اپنی مدت حیات پوری کر کے رخصت ہو گئے۔ اس لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ پھر انھوں نے باآواز بلند فرمایا: ”أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ“

ان کی اس پر اثر تقریر کا قبیلۂ عبدالقیس کے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ انھوں نے اسی وقت توبہ کی اور اسلام پر قائم ہو گئے۔ بعد میں دیگر قبائل کی جانب سے انھیں ارتداد کی طرف مائل کرنے کی لاکھ کوشش کی گئی لیکن ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی۔[1]

قبیلۂ احمس کے شہسواروں اور پیدل فوج کے لیے برکت کی دعا

پیچھے گزر چکا ہے کہ یمن کے قبیلۂ خثعم میں ذی الخلصہ نامی ایک بت خانہ تھا۔ اسے بڑی قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کعبۂ یمانیہ اور شام کے رخ پر ایک دروازہ ہونے کی وجہ سے کعبۂ شامیہ کہلاتا تھا۔[2]

وہاں کفار و مشرکین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے، رسول کریم ﷺ کی ایذا رسانی کی تدبیر سوچتے، کعبۂ مقدس کی تنقیص کرتے اور ہر طرح سے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے۔ لہٰذا قیام امن کے لیے اس کا ختم کرنا ضروری تھا۔[3]

اللہ کے رسول ﷺ نے اس مہم کو انجام دینے کے لیے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی معیت میں

---

[1] تاریخ اسلام از نجیب آبادی: ۱/۲۷۷۔ [2] فتح الباری: ۸/۸۹-۹۰۔

[3] شرح بخاری از علامہ داؤد راز: ۵/۵۷۶۔

قبیلہء احمس کے ڈیڑھ سو نہایت عمدہ گھوڑ سواروں کو بھیجا۔

معرکہ سر کرنے کے بعد جریر بن عبداللہ ؓ نے خدمت رسول میں قاصد کے ذریعے اطلاع بھیجی تو آپ نے ان کے اور احمس والوں کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

”فَبَارَكَ فِيْ خَيْلِ أَحْمَسَ وَ رِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ“

(آپ نے احمس والوں کے شہسواروں اور پیدل فوج کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی)

اور ایک روایت میں ہے:

”فَدَعَا لَنَا وَ لِأَحْمَسَ“ [۱]

(آپ نے ہمارے اور احمس والوں کے لیے دعا فرمائی)

جریر بن عبداللہ ؓ کا تعلق قبیلہء بجیلہ سے تھا۔ جب کہ قبیلہء احمس قبیلہء بجیلہ ہی کا بھائی تھا۔ دونوں کا سلسلہء نسب انمار بن اراش پر جا کر مل جاتا ہے۔ بلکہ قبیلہء خثعم کے لوگ بھی ان کے بھائی ہوتے تھے۔ کیوں کہ ان کا سلسلہء نسب بھی وہیں پہنچ کر ان کے ساتھ مل جاتا تھا۔ [۲]

اس طرح یہ سارے لوگ جریر بن عبداللہ ؓ کی اپنی قوم کے لوگ تھے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

عمر فاروق ؓ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو عراق کی جنگوں کے دوران تمام اہل بجیلہ کا قائد بنایا تھا۔ جنھوں نے جنگ قادسیہ میں فتح دلانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ [۳]

اے اللہ! آل محمد کو اتنی روزی دے کہ وہ زندہ رہ سکیں!

رسول اکرم ﷺ قناعت پسندی کو ترجیح دیتے تھے اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ دنیا کی

---

[۱] صحیح بخاری رقم: ۳۰۲۰، ۳۰۳۶، ۳۰۷۶، ۳۸۲۳، ۴۳۵۵-۴۳۵۷، ۶۰۸۹، ۶۳۳۳، صحیح مسلم رقم: ۲۴۷۵۔

[۲] عمدۃ القاری: ۱۲/۳۲۳ و فتح الباری: ۸/۸۹-۹۱۔ [۳] الاصابۃ، رقم الترجمہ: ۱۱۳۷۔

آسائشوں اور نعمتوں سے کم سے کم لطف اندوز ہوا جائے تا کہ آخرت کی نعمتوں اور آسائشوں سے لطف اندوزی کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہو سکیں۔ آپ کی قناعت پسندی کا ایک واضح نمونہ یہ حدیث بھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”میرے رب نے مجھے یہ پیش کش کی کہ بطحائے مکہ کو میرے لیے سونا بنا دیا جائے تو میں نے عرض کیا:

نہیں اے میرے رب! میں چاہتا ہوں کہ ایک دن آسودگی حاصل کروں اور ایک دن بھوکا ہی رہ جاؤں۔ جب بھوک لگے گی تو تیرے سامنے تضرع اختیار کروں گا اور جب آسودگی حاصل ہو گی تو تیرا شکر بجا لاؤں گا“[1]

اسی قناعت پسندی کے جذبے نے آپ سے یہ دعا کرائی:

”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا“[2]

(اے اللہ! آل محمد کو اتنی روزی دے کہ وہ زندہ رہ سکیں)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ شاہانہ ٹھاٹ باٹ اور امیرانہ طرز حیات کے برعکس نہایت ہی سادگی کی زندگی گزارتے تھے۔ فتوحات کی وجہ سے مدینے میں مال و دولت کی فراوانی کے باوجود حال یہ تھا کہ اکثر کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا۔ ہفتوں گھر میں چولھا تک نہیں جلتا تھا۔ پھر آل محمد ﷺ ہی کیا، ابتدائی ادوار میں تمام مسلمانوں کے اندر کفایت شعاری اور قناعت پسندی ایک امتیازی وصف کے طور پر پائی جاتی تھی۔ اور اسی کی بدولت انھوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ لیکن جب یہ کفایت شعاری جاتی رہی اور اس کی جگہ ریا و نمود اور فضول خرچیاں آگئیں تو پھر وہ پچھڑتے چلے گئے۔ اور آج حال یہ ہے کہ الامان والحفیظ!

---

[1] سنن ترمذی کما فی الفتح: ۱۱/۳۵۲۔

[2] مسند احمد رقم: ۹۷۵۳، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

اللہ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے....

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً، سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا، فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَىٰ مِنْ سَامِعٍ''[1]

(اللہ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے ہماری کوئی بات سنی اور اس کو اسی طرح دوسروں تک پہنچادیا جس طرح سنا تھا۔ کیوں کہ بہت سے ایسے افراد جنھیں حدیث پہنچائی جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں)۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں: حدیث سننے کے بعد اسے ہو بہو پہنچانے والے نے چوں کہ علم کی کھیتی کو سرسبز وشاداب رکھنے اور تجدید سنت کی کوشش کی، اس لیے اسے ایسی دعا عنایت فرمائی جو اس کے مناسب حال ہو۔ یہ دعا حدیث اور اس کے متلاشیان کے شرف وفضیلت پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ ان کو ایسی دعا سے نوازا گیا ہے جس میں امت کا کوئی فرد ان کا شریک نہیں ہے۔ اگر حدیث کی طلب، حفظ اور تبلیغ کا اس دعا کی برکتوں سے فیض یاب ہونے کے علاوہ کوئی اور فائدہ نہ ہوتا تو بھی کافی تھا[2]

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: اسی حدیث کی بنیاد پر طالب حدیث کے چہرے پہ بشاشت وتازگی خیمہ زن رہتی ہے۔[3]

اس کی اگر مثال ملاحظہ کرنا چاہیں تو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حالات پڑھیے۔ اعدائے سنت کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے قید وبند کی صعوبتیں درپیش ہونے کے باوجود ایک دن فرماتے ہیں:

''مَايَصْنَعُ بِىْ أَعْدَائِىْ، اِنَّ جَنَّتِىْ وَ بَشَاشَتِىْ فِىْ صَدْرِىْ، أَيْنَ رُحْتُ فَهِىَ

---

[1] مسند احمد، ترمذی اور ابن حبان۔ صحیح الجامع رقم: ۶۷۶۴۔ [2] تحفۃ الاحوذی: ۷/۷۰۔

[3] مسند احمد مع تخریج الشیخ شعیب ارنؤوط ومعاونیہ: ۷/۲۲۴۔

مَعِیْ لَا تُفَارِقُنِیْ"[1]

(میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ میری جنت اور میرا باغ میرے سینے میں ہے جہاں جاؤں گا وہ میرے ساتھ ہے)۔

الحمد للہ آج بھی فن حدیث بلکہ دینی علوم سے شغف رکھنے والے افراد دسیوں دشواریوں اور مشکلات کے باوجود خوش وخرم رہتے ہیں اور ان کی زندگیوں میں وہ رونق و دل کشی ہوتی ہے کہ دوسرے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یہ سب اسی دعائے رسول کی برکت ہے۔

---

[1] الوابل الصیب: ۶۶ دیکھیے: تاریخ دعوت و عزیمت: ۲/ ۱۷۶۔

کوئی محروم نہ رہا!

سچی بات یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی دعاؤں کے فیض سے کسی بھی صحابی کو محروم نہ رکھا۔ یہ نوازش اس قدر عام تھی کہ ہر ایک نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس سے اپنا حصہ اخذ کیا۔ ذیل کے صفحات کے مطالعے سے یہ بات نکھر کر سامنے آجائے گی۔

مہاجرین وانصار کو دعا

غزوۂ احزاب کے موقعے پر خندق کی کھدائی کے وقت آپ یہ دعا فرما رہے تھے:

"لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ فَأَصْلِحِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ"

(آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ پس تو انصار و مہاجرین کی اصلاح فرما)

ایک روایت میں ہے:

"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ فَأَكْرِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ"

(اے اللہ! آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ پس تو انصار و مہاجرین کو عزت عطا فرما)

ایک روایت میں ہے:

"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ"[1]

(اے اللہ! آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ پس تو انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما)

اے اللہ! حلق کرنے والوں پر رحم فرما!

سنہ ۶ھ کی بات ہے۔ رسول دو جہاں ﷺ اپنے چودہ سو احباب کے ساتھ عمرے کے ارادے

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۳۷۹۵-۳۷۹۷۔

سے نکلے۔ زائرین بیت اللہ شریف کی یہ مقدس جماعت حدیبیہ کے مقام تک پہنچی تو مشرکین مکہ انھیں اس مقدس کام سے روکنے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ بالآخر ایک معاہدہ طے پایا، جس کی رو سے مسلمان اس سال واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال سعادت عمرہ حاصل کریں گے۔

مسلمان اور خاص طور سے مہاجرین زیارت بیت اللہ کے سلسلے میں بڑے پر جوش تھے۔ وہ اس محرومی سے حد درجہ غمگین اور افسردہ خاطر ہوئے۔ اسی دل برداشتگی کا نتیجہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انھیں احرام اتارنے کا حکم دیا تو پس پیش کرنے لگے۔ آپ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے صورت حال کا ذکر کیا۔ وہ صحابہ کی فداکاری سے واقف تھیں۔ انھوں نے کہا: آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیں۔ آپ نے باہر آکر قربانی کی اور بال منڈوائے۔ اب جب سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلے میں تبدیلی نہیں ہوسکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارا۔ البتہ بعض لوگوں نے بال منڈوائے اور بعض نے فقط چھوٹے کرا لیے۔

چوں کہ بال منڈوانے کے اندر چھوٹے کرانے کے مقابلے میں حکم کی بجا آوری کا پہلو زیادہ نمایاں تھا، اس لیے آپ نے فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ“

(اے اللہ! بال منڈوانے والوں پر رحم فرما!)

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اور بال چھوٹے کرانے والے؟ تو فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ“

(اے اللہ! بال منڈوانے والوں پر رحم فرما!)

پھر عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اور بال چھوٹے کرانے والے؟ تو فرمایا:

”وَالْمُقَصِّرِیْنَ“

(اور بال چھوٹے کرانے والوں پر بھی رحم فرما)

بعض روایتوں میں دعا کے الفاظ ہیں:

”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ الْمُحَلِّقِیْنَ“[1]

(اے اللہ! بال منڈوانے والوں کو بخش دے)

علامہ خطابی رحمہ اللہ بال منڈوانے والوں کے لیے تین مرتبہ اور بال چھوٹے کرانے والوں کے لیے ایک مرتبہ دعا کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اہل عرب بال بڑے رکھنے اور اس سے زیب و زینت اختیار کرنے کے دل دادہ تھے۔ ان میں حلق شاذ و نادر ہی پایا جاتا تھا۔ بسا اوقات وہ اسے باعث شہرت اور اہل عجم کی عادت شمار کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے منڈوانے کو ناپسند کیا اور چھوٹے کرانے پر اکتفا کیا“[2]

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا آپ نے حجۃ الوداع کے موقعے پر بھی کی تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقعے پر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ چودہ سے پندرہ ہزار صحابہ تھے۔[3] جب کہ حجۃ الوداع کے موقعے پر نوے ہزار سے ایک لاکھ چوالیس ہزار نفوس قدسیہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔[4]

اے اللہ! انصار، انصار کے بیٹوں اور پوتوں پر رحم فرما!

غزوۂ حنین میں مسلمانوں کو بڑی مقدار میں مال غنیمت حاصل ہوا، جسے آپ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے والے نومسلموں میں تقسیم کر دیا تاکہ ان کی تالیف قلب ہو۔ اس سے انصار کے کچھ نوجوانوں کے دلوں میں ناراضگی پنپنے لگی۔ آپ کو اس کی اطلاع ملی تو انھیں ایک جگہ جمع کیا اور

---

[1] مؤطا رقم: ۹۱۲، مسند احمد رقم: ۵۵۰۷، بخاری رقم: ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، مسلم رقم: ۱۳۰۱-۱۳۰۲، نیز دیکھیے فتح الباری: ۳/۱۹۷۔

[2] فتح الباری: ۳/۱۹۷۔

[3] صحیح بخاری رقم: ۴۱۵۳۔

[4] مختصر سیرۃ الرسول للشیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب: ص۵۷۲۔ رحمۃ للعالمین: ۱/۲۳۰۔

اس خبر کی تصدیق چاہی۔ روسائے انصار نے کہا کہ یہ اطلاع صحیح ہے لیکن اعتراض کرنے والے ذمے دار قسم کے لوگ نہیں بلکہ کم عمر افراد ہیں۔

اس کے بعد آپ نے باہمی تعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ بتاؤ کہ جب میری یہاں آمد ہوئی تھی تو کیا تم گمراہ نہیں تھے کہ تمھیں اللہ نے ہدایت دی؟

فاقہ کش نہیں تھے کہ اللہ نے تمھیں غنی کر دیا؟

تم ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے کہ اللہ نے تمھارے دلوں میں باہمی الفت ڈال دی؟''

انھوں نے عرض کیا: بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر اس سے بھی زیادہ فضل و احسان ہے!

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو۔ اور سچی بات یہ ہے کہ تمھیں یہ کہنے کا حق ہے اور میری جانب سے تمھاری تصدیق بھی کی جائے گی۔ آپ ہمارے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کی۔

بے یار و مددگار آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی!

دھتکارے ہوئے آئے تو ہم نے آپ کو پناہ دی!

تنگ دستی اور بے بسی کے عالم میں آئے تو ہم نے آپ کی غم خواری کی!!

اے انصاریو! کیا تم نے اپنے اندر دنیا کی متاع حقیر کی خاطر ناراضگی پیدا کر لی، جو میں نے کچھ لوگوں کو اسلام کی طرف آمادہ کرنے کے لیے دیا ہے اور تمھیں تمھارے اسلام کے حوالے کیا ہے؟

اے انصاریو! کیا تم اس بات پر مطمئن نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ؟

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد بن جاتا۔

اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا"۔ اس کے بعد فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْأَنْصَارَ، وَأَبْنَاءَ الْأَنْصَارِ، وَأَبْنَاءَ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ"۔

(اے اللہ! انصار، انصار کے بیٹوں اور پوتوں پر رحم فرما)

آپ کے اس وعظ پر انصار اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے ہم اللہ کے رسول کی تقسیم سے مکمل طور پر راضی ہیں[1]

بچوں کو دعا

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا اور آپ ان کے حق میں دعا فرماتے[2]

زکوۃ پیش کرنے والوں کو دعا

جب بھی کوئی قوم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ کا مال حاضر کرتی تو فرماتے:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ"[3]

(اے اللہ! ان پر رحم فرما)۔

نوشادی شدہ جوڑوں کو دعا

عہد رسول میں جب کسی کی شادی ہوتی تو آپ شادی شدہ جوڑے کو اس دعا سے نوازتے:

"بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي الْخَيْرِ"[4]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۴۳۳۰-۴۳۳۶، صحیح مسلم رقم: ۱۰۵۹-۱۰۶۲، مسند احمد رقم: ۱۱۷۳۰۔ [2] صحیح بخاری رقم: ۶۳۵۵۔

[3] صحیح بخاری رقم: ۱۴۹۷، صحیح مسلم رقم: ۱۰۷۸۔ [4] مسند احمد رقم: ۸۹۵۶، سنن ابی داؤد رقم: ۲۱۳۰، سنن ترمذی رقم: ۱۰۹۱، صحیح ابن حبان رقم: ۴۰۵۲، صحیح سنن ترمذی رقم: ۸۷۱۔

(اللہ تعالی تجھ پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کے درمیان بھلائی میں اتفاق پیدا کر دے)۔

رخصت ہونے والے کو دعا

رسول اکرم ﷺ جب کسی کو رخصت کرتے تو فرماتے:

”أَسْتَوْدِعُ اللّٰهُ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ“ [1]

(میں تیرا دین، تیری امانت اور تیرے عمل کے خاتموں کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں)

بیمار شخص کو دعا

عہد رسول میں جب کوئی بیمار ہوتا تو اس کے جسم پر دایاں ہاتھ رکھتے اور فرماتے:

”أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَماً“ [2]

(اے لوگوں کے رب! بیماری کو دور کر دے۔ شفا عطا کر، کیوں کہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے علاوہ کوئی شفا دینے والا نہیں۔ ایسی شفا عطا کر کہ مریض بالکل چنگا ہو جائے)

چھینکنے کی دعا کا جواب دینے والے کو دعا

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب چھینکنے کے بعد ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ“ کہتے اور کوئی ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ کہتا تو فرماتے:

”يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُمْ“ [3]

(اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمھارا حال درست کرے)

---

[1] مسند احمد رقم: ۴۵۱۰، سنن ابی داود رقم: ۲۶۰۰، ۲۶۰۱، سنن ترمذی رقم: ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، الصحیحۃ رقم: ۱۴-۱۶۔

[2] مسند احمد رقم: ۲۴۹۵۹، صحیح مسلم: ۷/ ۱۵۔ [3] (مسند احمد رقم: ۱۷۴۸، دیکھیے الصحیحۃ رقم: ۲۳۸۷)

اس کے علاوہ بھی رسول اکرم ﷺ مختلف اوقات میں، مختلف انداز میں اپنے اصحاب کو دعاؤں سے نوازتے۔

آپ کی حکیمانہ تربیت کے ساتھ ساتھ ان دعاؤں کا بھی بڑا دخل تھا کہ روحانیت کی بلندی، قلب کی صفائی، اخلاقی ستھرا پن، مادی گرفت سے آزادی، خواہشات کی اتباع سے براءت اور فداکاری وجاں نثاری صحابہء کرام کا نشان امتیاز تھا۔ اللہ اور اس کے رسول سے بے پناہ محبت رکھتے۔ تکلیف میں صبر، ایذا رسانوں سے درگزر اور ضبط نفس کی تصویر تھے۔ انھیں رضائے الٰہی کی سچی طلب، اس کی راہ میں خود کو مٹانے کی عادت، حب جنت، علم کی حرص، دین کی سمجھ اور احتساب نفس کی دولت حاصل تھی۔ بھلے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا ان کا مشن تھا۔ وہ امانت دار، وفاشعار، علم دوست، امن جو، نڈر و بے باک، بات کے سچے اور کردار کے کھرے تھے۔ ان کی راتیں قیام وقعود، رکوع وسجود اور گریہ وزاری میں گزرتیں تو دن اللہ کے کلمے کی سربلندی کی تگ ودو میں۔

توفیق الٰہی بھی ان کے شامل حال رہی اور ایک قلیل عرصے میں دنیا کے دو عظیم ترین براعظموں، ایشیا وافریقہ کے بیش تر متمدن حصوں کو فتح کر کے تاریخ کی سب سے مضبوط، قابل رشک اور آئیڈیل حکومت کی بنیاد ڈالنے میں کامیابی حاصل کی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس نوزائیدہ جماعت نے اپنی تہذیب کی خود بنیاد ڈالی۔ نئی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ حالاں کہ اس کو اس سے پہلے اس کا تجربہ نہ تھا۔ اس کے باوجود اس کو ذرا ضرورت نہ پڑی کہ کسی دوسری قوم سے کوئی آدمی مستعار لے یا کسی معاملے میں کسی حکومت سے مدد چاہے۔ ایسی حکومت کی بنیاد ڈالی، جس کا سکہ دو بڑے براعظموں کے وسیع رقبے میں چلتا تھا۔ اس کے ہر شعبے اور ہر ضرورت کے لیے متعدد آدمی ایسے تھے جو اپنی لیاقت، کارکردگی، امانت ودیانت، قوت اور احساس ذمے داری میں بے نظیر تھے۔ یہ عالم گیر سلطنت قائم ہوئی تو اس نوزائیدہ قوم نے جس پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا، اس کو پورے آدمی فراہم کیے، جن میں کوئی عادل حاکم تھا، کوئی امانت دار خازن، کوئی منصف قاضی اور کوئی عبادت گزار قائد، کوئی پرہیزگار و متقی فوجی تھا۔[1]

---

[1] انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص: ۱۳۰۔

امت محمدیہ کے لیے دعا

آپ کی کچھ دعائیں ایسی ہیں کہ ان سے صرف آپ کے عہد کے لوگ ہی نہیں بلکہ قیامت تک وہ سارے خوش قسمت لوگ فیض یاب ہوتے رہیں گے جو امت محمدیہ میں شامل ہونے کی سعادت رکھیں گے۔ ذیل کے صفحات ملاحظہ ہوں:

اے اللہ! میری امت کو صبح سویرے میں برکت دے!

رسول اکرم ﷺ ہمیشہ فوج کو صبح تڑکے روانہ فرماتے تھے اور تمام امت کے لیے یہ دعا کی تھی:

”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا“

(اے اللہ! میری امت کو صبح سویرے میں برکت دے)

صخر غامدی ؓ نامی ایک تجارت پیشہ صحابی نے اس پر عمل کیا اور اپنا سامان تجارت عموماً صبح سویرے روانہ کرنا شروع کیا۔ چنانچہ دعا کی برکت ظاہر ہوئی اور خوب مال دار بن گئے۔[1]

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں:

انھیں یہ دولت اتباع سنت اور دعائے نبوی کی برکت سے حاصل ہوئی۔[2]

اے اللہ! میری امت کو تیرے راستے میں جہاد کرتے ہوئے...!

ابو بردہ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ أُمَّتِيْ فِيْ سَبِيْلِكَ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ“۔[3]

---

[1] سنن ابی داود رقم: ۲۶۰۶، سنن ترمذی رقم: ۱۲۱۲، صحیح سنن ترمذی رقم: ۹۶۸۔ [2] تحفۃ الاحوذی: ۹۲/۴۔ [3] مسند احمد رقم: ۱۵۶۰۸ و مواضع متعددۃ۔ مستدرک حاکم رقم: ۲۴۶۲۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو حسن کہا ہے)

(اے اللہ! میری امت کو تیرے راستے میں جہاد کرتے ہوئے زخم کھا کر یا طاعون کے ذریعہ فنا کر)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہاں "امت" سے رسول اکرم ﷺ کی مراد بالخصوص آپ کے اصحاب ہیں۔ کیوں کہ آپ نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی کہ آپ کی پوری امت کو عام قحط سالی کے ذریعے ہلاک کیا جائے نہ اس پر دشمن کو مسلط کیا جائے، جسے قبول کر لیا گیا تھا۔ آپ کی اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ پوری امت یا اس کا بیش تر حصہ عام ہلاکت اور دشمن کے تسلط سے محفوظ رہے۔ جب کہ مذکورہ حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ پوری امت موت اور قتل کے ذریعے فنا ہو جائے۔ اس لیے اس حدیث کو اصحاب رسول کی طرف پھیرنا متعین ہو گیا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اکثریت کو راہ خدا میں جنگ کرتے ہوئے شہادت عطا کی۔ اور باقی جو بچ گئے ان کے اس دنیا سے رخصت ہونے کا سبب طاعون بنا جو ان کے زمانے میں پھیلا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دونوں چیزوں کو جمع کر دیا"۔ [1]

چنانچہ ابوعبیدہ بن جراح ؓ کی قیادت میں سنہ ۱۷ھ میں ایک لشکر شام کی طرف گیا ہوا تھا کہ اسے طاعون نے گھیر لیا جسے طاعون عمواس کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں بہت سارے صحابہ فوت ہوئے۔ اسی موقعے پر معاذ بن جبل ؓ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"اے لوگو! بلاشبہ یہ بیماری تمھارے واسطے رحمت، تمھارے نبی کی دعا اور تم سے پہلے صالحین کی موت ہے"۔ [2]

یہ اثر شرحبیل بن حسنہ ؓ سے بھی مروی ہے۔ [3]

میں توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلوانا چاہتا ہوں!

---

[1] فیض القدیر: ۲/ ۱۴۶۔ [2] مسند احمد رقم: ۲۲۰۸۵۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے حسن کہا ہے۔

[3] مسند احمد رقم: ۱۷۷۵۶۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح کہا ہے۔

ایک مرتبہ قریش نے رسول اکرم ﷺ سے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے لیے سونا بنا دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا:

''کیا تم واقعی ایمان لے آؤ گے؟''

کہا: ہاں!

چنانچہ آپ نے دعا فرمائی تو جبریل امین آئے اور کہا: آپ کا رب آپ کو سلام پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صفا کو ان کے لیے سونا بنا دیا جائے لیکن اس معجزے کے ظہور پذیر ہونے کے بعد انکار کا راستہ اختیار کرنے والوں کو ایسی سزا دوں گا کہ ویسی سزا دونوں جہان میں کسی اور کو نہیں دوں گا۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں۔

آپ نے فرمایا:

''میں توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلوانا چاہتا ہوں''[1]

اے اللہ! جو میری امت کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے...!

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ مَنْ رَفَقَ بِأُمَّتِیْ فَارْفُقْ بِهٖ، وَمَنْ شَقَّ عَلَیْھِمْ، فَشُقَّ عَلَیْهِ''[2]

(اے اللہ! جو میری امت کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے، اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر اور جو اس کے ساتھ سختی سے پیش آئے اس پر سختی کر)

ملت اسلامیہ کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ اس دعائے نبوی نے قدم قدم پر مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ جن طاقتوں نے حق پسندی کی راہ اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا انھیں مضبوطی حاصل ہوتی گئی اور جن طاقتوں نے لاؤ لشکر کے نشے میں چور ہو کر حق پسندی

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۱۶۶، مستدرک حاکم رقم: ۷۶۰۱۔ علامہ ابن کثیر نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ دیکھیے السیرة النبویة الصحیة: ۱/۱۶۱۔

[2] مسند احمد رقم: ۲۴۳۳۷، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح کہا ہے۔

سے دامن چھڑاتے ہوئے ظلم واستبداد روا رکھا انھوں نے خود اپنی ہی جڑیں کھودیں۔ مثالوں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔

میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں!

ایک دن رسول اکرم ﷺ عالیہ سے چلے۔ بنو معاویہ کی مسجد سے گزرے تو اس میں داخل ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں۔ نماز سے فراغت کے بعد بڑی دیر تک دعا کرتے رہے۔ پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں، اس نے مجھے ان میں سے دو چیزیں عطا کیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میری امت کو قحط سالی کے ذریعے ہلاک نہ کرے تو قبول کر لیا۔ اس سے یہ بھی درخواست کی کہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے۔ (یعنی طوفان نوح کی طرح کسی طوفان وغیرہ کے ذریعے پوری امت کو اجتماعی طور پر ہلاک نہ کرے) تو اس نے قبول کر لیا۔ اس سے یہ بھی درخواست کی کہ میری امت آپسی ٹکراؤ کی شکار نہ ہو تو اس نے اسے رد کر دیا''۔[1]

ابن عمر اور خباب بن ارت ﷺ کی روایت میں دوسری چیز اس طرح ہے ''میں نے اس سے درخواست کی کہ میری امت پر اجنبی دشمن مسلط نہ کرے جو اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکے تو اس نے قبول کر لیا''۔[2]

میں نے اپنے رب سے چار چیزیں مانگیں

ابو بصرہ غفاری ﷺ روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے چار چیزیں مانگیں۔ اس نے تین چیزیں عطا کیں اور ایک روک

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۲۸۹۰۔

[2] (سنن ترمذی رقم: ۲۱۷۵، ۲۱۷۶۔ صحیح الترمذی رقم: ۱۷۶۷، ۱۷۶۸۔

لی۔ اس سے گزارش کی کہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے تو قبول کرلیا۔ میں نے التجا کی کہ ان پر دوسری قوم سے تعلق رکھنے والے دشمن کو مسلط نہ کرے تو اسے شرف قبول بخشا۔ میں نے درخواست کی کہ انھیں پچھلی قوموں کی طرح قحط سالیوں کے ذریعے ہلاک نہ کرے تو اسے بھی قبول کرلیا۔ اور میں نے گزارش کی کہ انھیں آپس میں بھڑا کر ان کی قوت کو ضائع نہ کرے تو رد کر دیا۔‘‘ [1]

میں نے اپنے رب سے پانچویں چیز طلب کی

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’مجھے چار چیزیں عطا کی گئیں جو ہم سے پہلے کسی اور کو عطا نہیں ہوئی تھیں۔ میں نے اپنے رب سے پانچویں چیز طلب کی تو وہ بھی عطا ہوئی؛ مجھ سے پہلے نبی اپنی بستی کی طرف مبعوث ہوتے تھے، ان کی دعوت کا دائرہ بستی تک ہی محدود ہوتا تھا، جب کہ میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ ایک مہینے کے فاصلے ہی سے دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنائی گئی ہے جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے اور خمس کا مال میرے لیے حلال کیا گیا ہے۔

میں نے اپنے رب سے پانچویں چیز کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ میری امت کا جو بندہ توحید پر قائم رہ کر اس سے ملے، اسے جنت عطا ہو تو میری یہ گزارش قبول کرلی۔‘‘ [2]

اے میرے رب! میری امت کے حق میں کچھ تخفیف فرما!

معراج کی رات نبی اکرم ﷺ کے توسط سے امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کی گئیں۔ آپ چوں کہ سراپا تسلیم و رضا تھے اس لیے پچاس نمازوں کا بھاری بھرکم بوجھ لے کر واپس آ رہے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

انھوں نے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۷۲۲۴۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔ [2] صحیح ابن حبان رقم: ۶۳۹۹۔

جواب دیا: پچاس نمازیں۔

انھوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور تخفیف کا مطالبہ کیجیے۔ کیوں کہ آپ کی امت یہ بوجھ اٹھا نہیں پائے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے اور میرے پاس اس کا تجربہ ہے۔

چنانچہ آپ واپس گئے اور عرض کیا:

''اے میرے رب! میری امت کے حق میں کچھ تخفیف فرما''

آپ کی گزارش پر اللہ نے پانچ نمازیں گھٹا دیں۔ اب موسی علیہ السلام کے پاس آئے اور پانچ نمازیں کم کیے جانے کی اطلاع دی تو انھوں نے فرمایا:

آپ کی امت اسے ادا نہیں کر پائے گی۔ دوبارہ جایئے اور تخفیف کا مطالبہ کیجیے۔

چنانچہ آپ برابر اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چکر لگاتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے محمد! دن اور رات میں پانچ نمازیں رکھی جاتی ہین جو دراصل پچاس ہی ہیں۔ کیوں کہ جو ایک نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اسے عملی جامہ نہیں پہناتا ہے تو اسے ایک نیکی ملتی ہے اور اگر عملی جامہ پہنا دیتا ہے تو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور جو ایک گناہ کا ارادہ کرتا ہے اور اسے عملی جامہ نہیں پہناتا ہے تو اس کے کھاتے میں کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ ہاں اگر اس کا ارتکاب بھی کر ڈالے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ موسی علیہ السلام کے پاس آئے اور پوری بات سنائی تو فرمایا:

پھر آپ اپنے رب کے پاس جایئے اور تخفیف کا مطالبہ کیجیے۔ لیکن آپ کو بار بار رجوع کرنے کی وجہ سے حیا آنے لگی تھی اس لیے پھر رجوع نہیں کیا۔[1]

اے اللہ! میں ایک انسان ہوں!

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۱۶۲۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے رب قدیر سے عرض کیا: اے اللہ! میں ایک انسان ہوں دوسرے انسانوں کی طرح خوش بھی رہتا ہوں اور ناخوش بھی۔ پس میں اپنی امت کے جس فرد پر بددعا کردوں اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو میری بددعا کو اس کے لیے گناہوں سے پاکی، برکت اور قربت کا ذریعہ بنا دے کہ وہ اس کے ذریعہ قیامت کے دن تیری نزدیکی حاصل کر سکے۔“ [1]

چنانچہ آپ نے متعدد موقعوں پر یہ وضاحت فرمائی ہے کہ آپ کی یہ دعا بارگاہ رب دو جہاں میں قبولیت سے ہم کنار ہوئی مثلاً صحیح مسلم میں عائشہ [2] اور انس بن مالک [3] رضی اللہ عنہما کی حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

میری امت کے لیے آسانی فراہم کر!

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”میرے رب نے پیغام بھیجا کہ قرآن کو ایک وجہ پر پڑھو، تو میں نے عرض کیا:

”میری امت کے لیے آسانی فراہم کر“

پس پیغام بھیجا کہ اسے دو وجوہ پر پڑھو۔ پھر میں نے عرض کیا:

”میری امت کے لیے آسانی فراہم کر“

تو پیغام بھیجا کہ سات وجوہ پر پڑھو۔ اور ہر گزارش کے عوض میں تمھیں ایک چیز مانگنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ تو میں نے کہا:

”اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! میری امت کو بخش دے“

اور تیسرے سوال کو میں نے اس دن کے لیے مؤخر کر رکھا ہے، جس دن مخلوق میری طرف راغب ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم (علیہ السلام) بھی“۔ [4]

---

[1] صحیح مسلم رقم: ۲۶۰۳۔ [2] رقم: ۲۶۰۰۔ [3] رقم: ۲۶۰۳۔

[4] صحیح الجامع رقم: ۲۰۷۱۔

اے میرے پروردگار! مزید عنایت ہو!

ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”میں نے اللہ عزوجل سے اپنی امت کے لیے شفاعت کا حق مانگا تو مجھے جواب ملا:

آپ کی امت کے ستر ہزار لوگوں کو بلا حساب وعذاب جنت میں داخل کیا جائے گا۔

میں نے عرض کیا:

”اے میرے پروردگار! مزید عنایت ہو!“

تو مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے دو مرتبہ لپ بھر کے دیا۔ نیز اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ سے لیا[1]

میں نے اپنے رب سے شفاعت کا حق مانگا

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ رات بھر قیام اللیل میں مشغول رہے اور ہر رکعت میں ایک ہی آیت دوہراتے رہے۔ آیت یہ تھی:

”اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ،وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُالْحَكِيْمُ“[2]

(اگر تو انھیں عذاب دے گا تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں معاف کر دے گا تو بے شک تو زبردست بڑی حکمتوں والا ہے)

ابو ذر ؓ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

”میں نے اپنے رب سے شفاعت کا حق مانگا تو مجھے عطا کر دیا۔ میری شفاعت ان تمام لوگوں کو حاصل ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں“۔[3]

---

[1] صحیح الجامع رقم: ۳۵۹۰۔ [2] المائدۃ: ۱۱۸۔ [3] مسند احمد رقم: ۲۱۳۲۸، ۲۱۴۹۵۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

اے اللہ! میری امت کا خیال رکھنا!

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام سے تعلق رکھنے والی یہ آیت ”رب انھن أضللن کثیرا من الناس فمن تبعه فانه منی “[1]، (اے میرے رب! ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔ پس جو شخص میری اتباع کرے گا وہ بے شک مجھ میں سے ہوگا) اور عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ آیت ”إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ، وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ “[2]، (اگر تو انھیں عذاب دے گا تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں معاف کر دے گا تو بے شک تو زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے) تلاوت کی تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

”اَللّٰھُمَّ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ“

(اے اللہ! تو میری امت کا خیال رکھنا، تو میری امت کا خیال رکھنا)

اور خوب روئے تو اللہ کے حکم سے جبریل امین آپ کے پاس آئے اور رونے کی وجہ دریافت کر کے اس کے حضور پہنچائی تو کہا: اے جبریل! محمد (ﷺ) کے پاس جا کر بتا دو کہ ہم آپ کی امت کے سلسلے میں آپ کو خوش کریں گے اور غم زدہ ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔[3]

میں نے اپنے رب سے گزارش کی

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”میں نے اپنے رب سے گزارش کی کہ بلوغت سے پہلے فوت ہونے والے بچوں کو عذاب نہ دے تو اسے قبول کر لیا گیا“۔[4]

---

[1] ابراہیم:۳۶۔ [2] المائدہ:۱۱۸۔ [3] مسند احمد رقم:۱۵۱۱۸، صحیح مسلم رقم:۲۰۲۔

[4] صحیح الجامع رقم:۳۰۰۲، الصحیحة رقم:۱۸۸۱۔

اے اللہ! میری قبر کو ''وثن'' نہ بننے دینا!

اللہ کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن کی پرستش کی جائے ''وثن'' کہلاتی ہیں۔ بعثت نبوی کے وقت اہل عرب غیر اللہ کی پرستش میں ڈوبے ہوئے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے طویل محنت و کوشش کے بعد انھیں اس دلدل سے نجات دلائی تھی۔ آپ کو اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں یہ امت دوبارہ شرک کی ہلاکت خیز وادی میں قدم نہ رکھ دے۔

اس بات کا بھی ڈر تھا کہ جس طرح پچھلی امتوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدوں میں بدل ڈالا تھا، اسی طرح امت محمدیہ بھی قبر پرستی کی راہ پر گامزن نہ ہو جائے۔ اس لیے ایک طرف انبیا و صالحین کے سلسلے میں غلو کرنے، ان کی قبروں کو پختہ بنانے، عبادت گاہ بنانے اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع کیا تو دوسری طرف اللہ تبارک و تعالی سے جو کہ مدبر اعظم ہے، یہ دعا بھی فرمائی:

''اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَناً''[1]

(اے اللہ! میری قبر کو ''وثن'' نہ بننے دینا)

اسی دعائے نبوی کی برکت ہے کہ آج جب کہ روئے زمیں پر سیکڑوں بلکہ ہزاروں صالحین اور بزرگوں بلکہ موہوم شخصیتوں کی قبروں کو بت بنالیا گیا ہے، آپ کی قبر اس سے محفوظ ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک محفوظ رہے گی۔

اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا...

عہد رسول میں ایک مرتبہ سورج گہنایا تو آپ نے اپنے اصحاب کو مسجد میں جمع کیا اور بڑی لمبی نماز پڑھائی۔ اتنا لمبا قیام کیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ رکوع نہیں کریں گے۔ پھر اتنا لمبا رکوع کیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اٹھیں گے ہی نہیں۔ رکوع سے اٹھے تو گریہ وزاری کرنے لگے اور فرمایا:

---

[1] مسند احمد رقم: ۷۳۵۸ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔

”رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ، وَأَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ“

(اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میری موجودگی میں تو انھیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا؟ کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہمارے استغفار کرتے ہوئے تو انھیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا؟)

نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

”سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جب یہ گہنا جائیں تو اس کے ذکر میں لگ جاؤ“

پھر فرمایا:

”میرے سامنے جنت لائی گئی، وہ اس قدر قریب تھی کہ میں چاہتا تو اس کے کچھ پھلوں کو چن لیتا۔ میرے سامنے جہنم بھی لائی گئی۔ وہ اس قدر قریب تھی کہ میں اس سے اپنا بچاؤ کرنے لگا۔ مجھے اس بات کا ڈر ہو گیا کہ کہیں اس کی لپٹیں تم تک پہنچ نہ جائیں۔ اسی لیے میں نے یہ کہنا شروع کر دیا:

”اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میری موجودگی میں تو انھیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا؟ کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہمارے استغفار کرتے ہوئے تو انھیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا؟“

میری ان دعاؤں کی بدولت اللہ نے اسے پھیر دیا۔[1]

جنوں کے حق میں دعا!

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ انھیں حکم ملا کہ استنجا کے لیے چند پتھر تلاش

---

[1] صحیح ابن حبان رقم: ۲۸۳۸، ۲۸۳۲، شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے صحیح کہا ہے۔

لائیں اور ہڈی و گوبر نہ لائیں۔ انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ چند پتھر چن کر آپ کے قریب رکھ دیا اور دور ہٹ گئے۔ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو ہڈی اور گوبر سے اجتناب کی وجہ دریافت کی۔ جواب دیا کہ وہ جنوں کی خوراک ہے۔ پھر فرمایا:

''میرے پاسِ نصیبین کے جنوں کا ایک وفد آیا تھا۔ وہ کیا ہی اچھے جن تھے۔ انھوں نے مجھ سے توشہ مانگا۔ میں نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی کہ جو بھی ہڈی یا گوبر انھیں حاصل ہو جائے وہی ان کی خوراک بن جائے'' [1]

اسے اسباب دنیا کم مقدار میں عطا کر!

فضالہ بن عبید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! جو تجھ پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دے کہ میں تیرا رسول ہوں اس کے دل میں تیری ملاقات کا شوق ڈال دے، اس کے حق میں اپنا فیصلہ آسان کر اور اسے اسباب دنیا کم مقدار میں عطا کر۔ اور جو تجھ پر ایمان نہ لائے اور اس بات کی گواہی نہ دے کہ میں تیرا رسول ہوں اسے اپنی ملاقات کے شوق سے محروم رکھ، اس کے حق میں اپنا فیصلہ آسان نہ کر اور اسے وافر مقدار میں دنیا عطا کر'' [2]

چنانچہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اہل ایمان کے مقابلے میں اہلِ کفر دنیوی نعمتوں سے زیادہ مستفید ہوتے رہے ہیں اور آج بھی ہو رہے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۳۸٦۔

[2] صحیح ابن حبان رقم: ۲۲۷۵، صحیح الجامع رقم: ۱۳۱۱۔

جانوروں کے لیے دعا

آپ کی دعاؤں کا فیض صرف انسانوں ہی تک محدود نہ رہا بلکہ جانوروں کو بھی بہرہ مند ہونے کا موقع ملا۔ ذیل کے صفحات ملاحظہ ہوں:

اونٹ تیز چلنے لگا!

جابر بن عبداللہؓ ایک غزوے میں رسول اکرم ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ واپسی میں ان کی سواری تھک گئی۔ اس کے لیے چلنا مشکل ہو گیا۔ یہاں تک کہ جابرؓ نے اسے چھوڑ کر آگے نکل جانے کا ارادہ کر لیا۔ اتنے میں اللہ کے رسول ﷺ کی سواری پہنچ گئی۔ انھیں سب سے پیچھے دیکھ کر فرمایا:

''تمھارے اونٹ کا کیا حال ہے؟''

عرض کیا: وہ تھک گیا ہے۔

یہ سن کر آپ سواری کے پیچھے گئے، اسے ڈانٹا اور دعا فرمائی۔ پھر کیا تھا، اس کی ساری تکان جاتی رہی۔ رفتار میں اس قدر تیزی آگئی کہ ویسی تیزی کبھی نظر نہیں آئی تھی۔ قافلے میں سب سے آگے آگے چل رہی تھی۔ کوئی اونٹ اس کا پیچھا پکڑ نہیں پا رہا تھا۔ جابرؓ کہتے ہیں:

میں آپ کی باتیں سننے کے لیے اس کی لگام کھینچے جا رہا تھا لیکن اسے روک نہیں پا رہا تھا۔[1]

اے اللہ! تو اس پر اپنے راستے میں سوار کر!

رجب سنہ ۹ ھ کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ شاہ روم قیصر رومیوں اور عرب قبائل کو ملا کر ایک زبردست لشکر تیار کر رہا ہے تاکہ جزیرۂ عرب میں نشو و نما کے مرحلے سے گزر رہی

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۲۷۱۸، ۲۹۶۷، صحیح مسلم رقم: ۷۱۵۔

اسلامی قوت کو یک لخت ختم کر دیا جائے۔ اطلاع ملتے ہی آپ لگ بھگ تیس ہزار صحابہ کے ساتھ شام کی طرف نکل پڑے تا کہ انھیں مدینے پہ حملہ آور ہونے کا موقع دینے کے بجائے خود ہی حملہ کر کے اپنی بر تری کو ثابت کر دیا جائے۔ یہ بڑی تنگی کا زمانہ تھا اور سفر بڑا لمبا تھا۔ تنگی کا عالم یہ تھا کہ ایک ایک اونٹ پر اٹھارہ اٹھارہ آدمی باری باری سوار ہوتے[1]، ایک ایک کھجور کو دو دو آدمی توڑ کر کھاتے اور بعض وقت ایک کھجور سے کئی آدمی اس طرح کام چلاتے کہ ایک چوس کر پانی پی لیتا پھر دوسرے کو دے دیتا اور دوسرا ایسا کر کے تیسرے کو بڑھا دیتا۔[2]

رسد اور سواری سے کمی جیسے مسائل سے دو چار لیکن جذبۂ جہاد سے سرشار مجاہدین اسلام کی یہ جماعت پندرہ دنوں کی طویل مسافت طے کر کے تبوک پہنچی۔ اس پیش قدمی کی خبر سے رومیوں کے اندر مسلمانوں کا خوف گھس چکا تھا۔ وہ سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکے۔ چنانچہ بیس دن ٹھہرنے کے بعد اسلامی فوج مدینہ واپس ہو گئی۔

واپسی کے وقت سواری کے اونٹ حد درجہ تھک چکے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ بات رکھی تو آپ ایک تنگ گزرگاہ پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے کہا:

”مُرُّوْا بِاسْمِ اللّٰہِ“

(اللہ کا نام لے کر گزرتے جاؤ)

لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ ان کی سواریوں پر پھونک مار رہے تھے اور فرما رہے تھے:

”اَللّٰھُمَّ احْمِلْ عَلَیْھَا فِیْ سَبِیْلِكَ، اِنَّكَ تَحْمِلُ عَلَی الْقَوِیِّ وَالضَّعِیْفِ، وَعَلَی الرَّطْبِ وَالْیَابِسِ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ“

(اے اللہ! تو اس پر اپنے راستے میں سوار کر، تو طاقت ور اور ضعیف پر، اور تر و خشک پر، خشکی

---

[1] الرحیق: ۶۷۴۔

[2] تفسیر الطبری: ۵۵/۱۱۔

اور سمندر میں سوار کرتا ہے)

آپ کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ جانوروں کی تھکاوٹ دور ہوگئی اور ان کے اندر اس قدر طاقت آگئی کہ ان کی لگام کو کھینچ کر رکھنے کی ضرورت پڑنے لگی۔[1]

اللہ اس میں برکت دے!

جعیل اشجعی ؓ ایک غزوے میں رسول اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ ان کی گھوڑی لاغر وکمزور تھی اس لیے سب سے پیچھے تھے۔ آپ نے ان سے تیز چلنے کو کہا تو عرض کیا کہ میری گھوڑی حد درجہ کمزور ہے، تیز چل نہیں سکتی۔ آپ نے درہ اٹھایا، اسے مارا اور فرمایا:

"بَارَكَ اللّٰهُ فِيهَا"

(اللہ اس میں برکت دے)

پھر کیا تھا، وہ سب سے آگے آگے چلنے لگی۔ روکے سے نہیں رکتی تھی۔ اتنا ہی نہیں جعیل رضی اللہ عنہ نے اس کے بطن سے بارہ ہزار کے گھوڑے فروخت کیے۔[2]

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۳۹۵۵۔ صحیح ابن حبان رقم: ۴۶۸۱۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح کہا ہے۔

[2] الاستیعاب رقم الترجمہ: ۳۳۰۔ علامہ ابن عبد البر نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

ایذا رسانوں

معاندوں اور نافرمانوں کو بددعا!

محمد عربی ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس کی شہادت خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

ارشاد ہے:

"وَ مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ"[1]

(ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

اور خود اللہ کے رسول ﷺ نے بھی ایک حدیث میں فرمایا:

"إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ"[2]

(میں سراپا رحمت ہوں اور اہل جہاں کے سامنے بطور تحفہ پیش کیا گیا ہوں)

اس رحمۃ للعالمینی کے بے شمار مظاہر میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اپنے سخت معاندین اور اذیت پہنچانے والوں کے حق میں بھی ہدایت کی دعا کی ہے۔ حدیث و سیر کی کتابوں میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ سے مخالفین اسلام کے حق میں بددعا کی درخواست کی گئی تو آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ بلکہ ایک مرتبہ جب صحابہء کرام نے مشرکین کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر ان پر بددعا کی درخواست کی تو آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا:

"إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّاناً، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً"[3]

(میں لعنت کرنے والا نہیں بلکہ سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں)

---

[1] الانبیاء: ۱۰۷۔ [2] صحیح الجامع: رقم: ۲۳۴۵۔ [3] صحیح مسلم رقم: ۲۵۹۹۔

لیکن جب کسی کا کفر وطغیان حد سے تجاوز کر گیا، اخلاقی انحطاط کی پستی میں اتر آیا اور ظلم و تعدی کو اپنا شیوہ بنا لیا تو نبی رحمت ﷺ کی زبان مبارک سے بھی اس کے حق میں بد دعا نکل گئی۔ کیوں کہ

”جب ایمان لانے کی کسی درجے میں بھی امید نہیں ہوتی بلکہ قوم کا وجود دنیا میں صرف شر و فساد کا باعث بن کر رہ جاتا ہے تو اس شر کو ختم کرنے کے لیے آخری تدبیر بد دعا ہے“۔[1]

علامہ عینی لکھتے ہیں:

”اللہ کے رسول ﷺ گناہوں کے اعتبار سے کسی کو بد دعا دیتے تھے اور کسی کو نیک دعا۔ بد دعا اس کے حق میں فرماتے جو مسلمانوں کی ایذا رسانی میں حد سے تجاوز کرتا اور نیک دعا اس کے حق میں فرماتے جس کے دعوت حقہ کے قبول کرنے کی کسی بھی درجے میں امید باقی رہتی“۔[2]

یہاں یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی ایسی بد دعا نہیں نکلی جو ساری قوم کی تباہی کا باعث ہوتی کیوں کے عرب کے اکثر افراد کا ایمان مقدر تھا۔[3]

اہم بات یہ ہے کہ جس بد قسمت نے بھی اپنے کو نبی رحمت کی بد دعا کا مستحق ٹھہرایا اسے اس کے اثرات ضرور جھیلنے پڑے جیسا کہ آپ آئندہ صفحات میں اس کا مشاہدہ کریں گے۔

اے اللہ! تو قریش سے نمٹ لے!

نبی اکرم ﷺ نے جب مکے کے اندر علی الاعلان دعوت دین کا کام شروع کیا تو کفار مکہ کی طرف سے آپ کو سخت اذیتیں دی گئیں۔ چنانچہ ایک دن رسول ﷺ کعبے کے پاس نماز ادا کر رہے تھے اور قریش کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ اسی بیچ ابو جہل نے کہا: تم اس ریا کار کو نہیں دیکھتے؟ تم میں سے کوئی شخص ہے جو فلاں قبیلے میں ذبح شدہ اونٹنی کے گوبر، خون اور اوجھڑی کو اٹھا لائے اور جب یہ سجدے میں جائے تو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے؟ یہ سن کر ان میں سب سے بد بخت شخص عقبہ بن

---

[1] شرح بخاری، ۲/ ۱۶۸ از داؤد راز رحمہ اللہ۔ [2] عمدۃ القاری: ۱۰/ ۲۵۱۔

[3] شرح بخاری، ۲/ ۱۶۸ از داؤد راز رحمہ اللہ۔

ابی معیط اٹھا، اوجھڑی لے آیا اور جب آپ سجدے میں گئے تو دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔

عبداللہ بن مسعود ﷜ وہیں تھے اور سب کچھ دیکھ رہے تھے لیکن بے بس تھے، کچھ کر نہ سکتے تھے اور بعد میں انھیں اس بے بسی کا سخت ملال بھی رہا۔

رسول اللہ ﷺ سر اٹھا نہیں سکتے تھے اس لیے سجدے کی حالت ہی میں رہے۔ ادھر ان ظالموں کا حال یہ تھا کہ مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اتنے میں کسی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی، جو ابھی بچی تھیں۔ وہ دوڑتی ہوئی آئیں، قریش کو اس نازیبا حرکت پر برا بھلا کہا اور اپنے والد محترم کی پیٹھ سے بوجھ اتار پھینکا۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ“

(اے اللہ! تو قریش سے نمٹ لے، اے اللہ! تو قریش سے نمٹ لے، اے اللہ! تو قریش سے نمٹ لے)

پھر آپ نے ان ظالموں کا نام لے لے کر فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيدِ“

(اے اللہ! تو عمرو بن ہشام (ابوجہل)، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید سے نمٹ لے)

لیڈران مکہ جو اب تک بزعم خویش بہت بڑا کارنامہ انجام دے کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے، جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کی بددعا ان کے کانوں سے ٹکرائی چپ سادھ گئے۔ آپ کی بددعا ان پر پہاڑ بن کر ٹوٹی کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ مکے میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

بہر حال جب زعمائے قریش نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی اور آپ کی بد دعا کا بوجھ اٹھایا تو ان کا حشر بہت ہی عبرت ناک ہوا۔

سنہ ۲ھ میں جب کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان معرکہ بدر پیش آیا تو ان میں سے چھ لیڈر میدان بدر میں ڈھیر ہو گئے۔ سخت گرمی کا دن تھا اس لیے ان کی لاشیں متغیر ہو گئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان میں پانچ کو گھسیٹ کر بدر کے ویران کنویں میں ڈال دیا گیا۔ امیہ بن خلف کی لاش زرہ کے اندر پھول گئی تھی، کھینچنے سے کٹنے پھٹنے لگتی تھی اس لیے جہاں تھا وہیں مٹی ڈال کر چھپا دیا گیا۔

عقبہ بن ابی معیط گرفتار ہوا اور مدینہ روانگی کے وقت مقام عرق الظبیۃ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

عمارہ بن ولید نے حبشہ پہنچ کر نجاشی کی بیوی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تو نجاشی کے حکم سے ایک جادوگر نے اس پر جادو کر دیا۔ جس کے اثر سے وہ ننگ دھڑنگ جنگلی جانوروں کے ساتھ مارا مارا پھرتا رہا، یہاں تک کہ خلافت فاروقی میں روئے زمین کو اس کے وجود نامسعود سے چھٹکارا حاصل ہوا۔[1]

اے اللہ! اس پر اپنے کسی کتے کو مسلط کر دے!

تبلیغ اسلام کے ابتدائی سالوں میں جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایذائیں دیا کرتے تھے ان میں ابولہب کا نام سرفہرست ہے۔ اس کارنامے کی انجام دہی میں اس کے بیوی بچے بھی اس کے ساتھ تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ عتیبہ بن ابولہب آیا اور کہا:

میں "وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ" اور "الَّذِي دَنَا فَتَدَلَّىٰ" کا منکر ہوں۔

پھر پکڑ کر آپ ﷺ کی قمیص پھاڑ ڈالی اور چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ تھوک رخ انور پر نہیں پڑ

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۲۴۰، ۵۲۰، ۲۹۳۴، ۳۱۵۸، ۳۸۵۴، ۳۹۶۰، صحیح مسلم رقم: ۴۶۲۵ - ۴۶۲۸۔ فتح الباری: ۱/ ۴۶۳- ۴۶۴۔

سکا۔ لیکن اس کی اس کمینگی کی وجہ سے بددعائے رسول کے کوڑے ضرور برسے۔ فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْباً مِنْ كِلَابِكَ“

(اے اللہ! اس پر اپنے کسی کتے کو مسلط کردے)

آپ کی یہ دعا قبول ہوگئی۔ وہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ملک شام گیا۔ وہاں رات کو بمقام زرقا ایک شیر نے آکر گھیر لیا۔ اسے دیکھ کر عتیبہ کہنے لگا: اللہ کی قسم مجھے محمد (ﷺ) کی بددعا لگ گئی ہے۔ وہ مکے میں ہیں اور میں ملک شام میں۔ لیکن اب ان کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ چنانچہ صبح کو سب کی موجودگی میں شیر نے اس کا سر پکڑ کر ذبح کر ڈالا۔[1]

سات سال کی قحط سالی بھیج کر میری مدد فرما!

مکے کے لوگ جب رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور نافرمانی میں تمام حدوں کو پار کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر بددعا کرتے ہوئے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ أَعِنِّىْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ“

(اے اللہ! ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانے کی طرح سات سال کی قحط سالی بھیج کر میری مدد فرما)

چنانچہ بڑا سخت قحط پڑا، جس سے ہر چیز ختم ہوگئی حتی کہ بھوک کی شدت سے اہل مکہ ہڈیاں، چمڑے اور مردار کھانے پر مجبور ہوگئے۔ فاقوں کی وجہ سے کمزوری کا یہ عالم تھا کہ لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تو ان کی آنکھوں کے سامنے دھواں سا آجاتا۔

حالات کی سختی سے تنگ آکر ابوسفیان خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ اللہ کی

---

[1] پیغمبر عالم ص: ۹۹، الرحیق ص: ۱۵۳، تفسیر قرطبی: ۶۱/۱۷۔ یہ واقعہ مختصراً مستدرک حاکم رقم: ۳۹۸۴ میں موجود ہے۔ حاکم نے اسے ”صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ ابن حجر نے اسے حسن کہا ہے۔ فتح الباری: ۳۸/۴۔

فرماں برداری اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور یہ دیکھیے آپ کی قوم ہلاک ہوئی جا رہی ہے۔ اللہ سے ان کے لیے دعا کیجیے!

چنانچہ رسول رحمت ﷺ نے ان کے لیے نزول باراں کی دعا فرمائی، اللہ کے حکم سے بارش ہوئی اور قحط جاتا رہا![۱]

مسند احمد میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جب نزول باراں کی دعا فرمائی تو بارگاہ الٰہی میں یہ بھی عرض کیا:

”اَللّٰھُمَّ اِنْ یَعُوْدُوْا فَعُدْ“[۲]

(اے اللہ! اگر یہ دوبارہ کفر و عناد پر کمربستہ ہو جائیں تو انھیں دوبارہ گرفتار بلا کر)

ہوا بھی یہی۔ جیسے ہی آفت ٹلی، کفار اپنی پچھلی روش پر لوٹ آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی کی دعا کے مطابق میدان بدر میں ان کی خوب خوب خبر لی۔

کفار کی اسی معاندانہ روش اور انتقام الٰہی کی طرف اللہ وتبارک وتعالیٰ نے سورۂ ”الدخان“ کی آیت (۱۶) میں اشارہ فرمایا ہے۔[۳]

یہ چہرے بگڑ جائیں!

مکی دور کے بالکل آخری مرحلے میں کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش رچی، جو آپ کی ہجرت کا بلا واسطہ سبب بنی۔[۴]

اس کی تفصیل یوں ہے کہ قریش کے سر برآوردہ لوگ حجر (خانۂ کعبہ کا شمالی گوشہ جو حطیم میں داخل ہے) میں جمع ہوئے۔ اور لات، عزیٰ، تیسرے بڑے بت مناۃ، اساف اور نائلہ کی قسم کھا کر

---

[۱] صحیح بخاری رقم: ۱۰۰۷، ۱۰۲۰، ۴۶۹۳، ۴۷۷۴، ۴۸۰۹، ۴۸۲۱-۴۸۲۵، صحیح مسلم رقم: ۶۹۹۷، ۶۹۹۸۔ [۲] مسند احمد رقم: ۴۲۰۵، باسناد صحیح علی شرط الشیخین کما قال الشیخ شعیب أرنؤوط و معاونوہ۔

[۳] صحیح بخاری رقم: ۱۰۰۷ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ [۴] السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ: ۶۲۲/۲۔

آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ اگر ہم نے محمد (ﷺ) کو دیکھ لیا تو یک بارگی ان پر حملہ آور ہو کر قتل کر کے ہی دم لیں گے۔

چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی آئیں اور ابا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں کہ یہ سرداران قریش حجر میں جمع ہیں۔ انھوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا ہے کہ اگر آپ کو دیکھ لیا تو یک بیک حملہ آور ہو کر قتل کر ڈالیں گے، ان میں سے ہر آدمی آپ کے خون کا پیاسا دکھائی دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا:

''بیٹی! وضو کا پانی لاؤ''

وضو فرمایا اور ان کے روبرو مسجد میں داخل ہوئے، انھوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے: یہ دیکھو وہ آ گئے! یہ دیکھو وہ آ گئے! پھر خلاف توقع نگاہیں نیچی کر لیں، اپنی اپنی جگہوں سے چپک گئے، نگاہ اٹھانے کی ہمت کر سکے نہ ان میں سے کوئی کھڑا ہو سکا۔ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے یہاں تک کہ ان کے سروں پر کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک لپ کنکر ملی ہوئی مٹی لے کر ان کے سروں پر پھینکتے ہوئے فرمایا:

''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ''

(یہ چہرے بگڑ جائیں)

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان میں جسے بھی کوئی کنکر لگا وہ بدر کے دن کفر کی حالت میں قتل ہوا۔[1]

اے اللہ! اسے پچھاڑ دے!

کفار مکہ نے جب اللہ کے رسول ﷺ کے قتل کی سازش تیار کی تاکہ ہمیشہ کے لیے اسلام اور توحید سے چھٹکارا حاصل کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ہجرت کا حکم دے دیا۔

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۷۶۲، ۳۴۸۵۔ شیخ احمد شاکر نے ان دونوں سندوں کو صحیح کہا ہے۔

چنانچہ آپ ابوبکر صدیق ؓ کے ساتھ نکل پڑے۔ غارِ ثور میں تین رات چھپے رہے۔ تاکہ قریش کی طرف سے تلاش پر مامور کسی دستے کے ہاتھ میں نہ آ جائیں۔

ادھر قریش نے ایک طرف تلاش و جستجو کے لیے اپنے آدمی پھیلا دیے تو دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفیقِ سفر ابوبکر صدیق ؓ کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لانے والے کے لیے سو سو اونٹ کا اعلان کر دیا۔

تین رات چھپے رہنے کے بعد رسولِ اللہ ﷺ علی الصباح مدینے کے ارادے سے ایک غیر معروف راستے سے نکل پڑے۔ لگاتار تیز رفتار سفر کے بعد دوپہر بعد تھوڑا سا آرام کیا۔ اس کے بعد پھر چلنا شروع کیا ہی تھا کہ انعام کے لالچ میں ایک شخص نے آپ کا پیچھا کیا۔ یہ شخص سراقہ بن مالک بن جعشم تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں اتنا قریب ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی قرأت سن پا رہا تھا۔ آپ بڑے اطمینان کے ساتھ قرآن پڑھ رہے تھے اور ابوبکر ؓ بار بار مڑ مڑ کر میری طرف دیکھ رہے تھے۔

سراقہ جب بالکل قریب ہو گیا تو ابوبکر ؓ بول اٹھے: اے اللہ کے رسول! یہ دیکھیے ایک سوار ہمارا پیچھا کر رہا ہے اور بس ہمارے قریب پہنچنے ہی والا ہے۔ آپ نے فرمایا:

”لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا“

(غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے)

پھر جب اتنا قریب ہو گیا کہ اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف دو یا تین نیزے بھر کا فاصلہ رہ گیا تو ابوبکر ؓ خوف و دہشت سے بے قابو ہو کر رو پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے رونے کی وجہ دریافت کی تو عرض کیا کہ اللہ کی قسم! میں اپنی جان کے خوف سے نہیں بلکہ اس ڈر سے رو رہا ہوں کہ کہیں آپ کو کوئی خطرہ نہ لاحق ہو جائے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے اس ذات کے دروازے کو کھٹکھٹایا جس کی وحدانیت کے پرچار کی خاطر آج جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ“

(اے اللہ! تو اسے پچھاڑ دے)

ایک اور روایت میں دعا کے الفاظ ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ"

(اے اللہ! تو جیسے چاہے اسے ہم سے دور رکھ)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بچانے کا فوری انتظام کیا۔ سراقہ کے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور وہ گھوڑے سے اچھل کر گر پڑا۔ اس نے گھوڑے کو ڈانٹا، اٹھانے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نکال نہیں سکا، جب گھوڑے نے پوری طاقت لگا کر کھڑے ہونے کی کوشش کی تو اس کے اگلے پاؤں سے منتشر سا غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔

اس نے اپنی عادت کے مطابق تیر سے فال نکالی تو فال اس کے حسب دل خواہ نہیں نکلی۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ میں جن کا پیچھا کر رہا ہوں وہ کوئی عام آدمی نہیں ہیں اور یہ سب کچھ انہی کی بد دعا کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ عرض پرداز ہوا:

مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ دونوں نے مجھے بد دعا دی ہے۔ آپ میرے حق میں اس مصیبت سے چھٹکارے کی دعا کر دیجیے، میں آپ لوگوں کو کوئی گزند نہیں پہنچاؤں گا اور آپ کی تلاش میں آنے والے لوگوں کو لوٹا دوں گا۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کر ڈالا کہ یہ میرا ترکش ہے، اس سے جتنے تیر کی ضرورت ہو لے لیجیے اور آپ کے راستے میں فلاں مقام پر میرے اونٹ اور بکریاں ہیں، ان میں سے جتنے کی ضرورت ہو لے لیجیے گا!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے تمھارے ان اسباب کی کوئی ضرورت نہیں، بس ہمارے سلسلے میں رازداری سے کام لینا اور کسی کو ہماری طرف آنے نہ دینا"

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اور وہ نجات پا گیا۔

ان دو نشانات کے مشاہدے کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا۔ اس لیے اس نے آپ سے پروانہء امن کی درخواست کی تو آپ کے حکم سے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے ایک رقعے پر تحریر امن لکھ دی۔

سراقہ وعدے کا پکا نکلا۔ راستے میں اسے جو بھی ملا یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میں ادھر بہت ڈھونڈ چکا۔ ان کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

یہ اعجاز نبوت ہی تو ہے کہ ایک شخص دشمن بن کر آتا ہے اور محافظ بن کر واپس ہوتا ہے۔[1]

اے اللہ! مضر والوں کو سختی کے ساتھ پکڑ لے!

رسول دو جہاں ﷺ کے سلسلہء نسب میں اٹھارہویں پشت میں مضر نامی ایک شخص گزرا ہے۔ اس کی اولاد ایک بہت بڑی قوم کی حیثیت رکھتی تھی اور ان کے ڈھیر سارے قبائل موجود تھے۔ جیسے قریش، ہذیل، اسد، تمیم اور مزینہ وغیرہ۔[2]

مضر کے اکثر لوگ نہ صرف یہ کہ مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی عداوت و دشمنی میں پیش پیش تھے۔ ان کی دشمنی جب انتہا کو پہنچ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرض نمازوں میں رکوع کے بعد ان الفاظ میں ان پر بد دعا کرنا شروع کر دیا:

”....اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَىٰ مُضَرَ وَ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ“۔[3]

(اے اللہ! مضر والوں کو سختی کے ساتھ پکڑ لے اور ان پر ایسی قحط سالی لا جیسی قحط سالی یوسف

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۳۲۰۵، ۱۷۵۹۱، صحیح بخاری رقم: ۳۶۱۵، ۳۶۵۲، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۸، ۳۹۱۱، صحیح مسلم رقم: ۲۰۰۹، صحیح ابن حبان رقم: ۶۲۸۰، ۶۲۸۱۔

[2] المرعاۃ: ۴/۳۰۲۔

[3] صحیح بخاری رقم: ۷۹۷، ۸۰۴، ۱۰۰۶، ۲۹۳۲، ۳۳۸۱، ۴۵۶۰، ۴۵۹۸، ۶۲۰۰، ۶۳۹۳، ۶۹۴۰، صحیح مسلم رقم: ۶۷۵، سنن ابی داؤد رقم: ۱۴۴۲، سنن نسائی رقم: ۱۰۷۳، سنن ابن ماجہ رقم: ۱۲۴۴، مسند احمد رقم: ۷۲۱۹ وغیرہ۔)

علیہ السلام کے زمانے میں ہوئی تھی)

مضر پر قحط سالی کی بددعا کا یہ واقعہ ہجرت کے بعد مدینے کا ہے[1]

چنانچہ اتنا سخت قحط پڑا کہ انسانوں کے لیے غلہ اور جانوروں کے لیے چارہ پانی ملنا مشکل ہوگیا۔ ایسے میں ابوسفیان اور کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب (ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے) خدمت رسول میں حاضر ہوئے۔ کعب بن مرہ مسلمان تھے اور ہجرت کر کے مدینہ پہنچ چکے تھے۔ ابوسفیان نے نزول باراں کے لیے دعا کی التجا کی اور کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کی مدد فرمائی، نوازش کی اور دعا قبول فرمائی۔ اب دیکھیے آپ کی قوم ہلاک ہوئی جا رہی ہے، آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ نے پہلے اعراض کیا لیکن دوبارہ گزارش کی گئی تو بارگاہ الٰہی میں ہاتھ پھیلا کر عرض پرداز ہوئے:

”اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثاً مُغِیْثاً، مَرِیْعاً مَرِیْئاً، طَبَقاً غَدَقاً، عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ، نَافِعاً غَیْرَ ضَارٍّ“

(اے اللہ! ہمارے اوپر بارش برسا۔ ایسی بارش جو مددگار ہو، بہت ارزانی کرنے والی ہو، لگاتار اور بکثرت برسے، جلدی برسنے والی ہو، دیر کرنے والی نہ ہو، نفع دینے والی ہو، نقصان پہنچانے والی نہ ہو)

بس ایک جمعہ یا اس کے بقدر وقت گزرنے پایا تھا کہ خوب بارش ہوئی اور سارے علاقے میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

لیکن کچھ ہی دنوں بعد وہ دوبارہ حاضر خدمت ہوئے۔ اس بار قلت بارش نہیں بلکہ کثرت بارش کا شکوہ لے کر آئے تھے۔ کہنے لگے کہ بارش اتنی زیادہ ہوئی کہ گھر ڈھے گئے۔ رسول رحمت ﷺ نے پھر ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

---

[1] فتح الباری: ۲/ ۶۴۹۔

”اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا“

(اے اللہ! ہمارے آس پاس بارش ہو ہمارے اوپر بارش نہ ہو)

چنانچہ بادل چھٹ چھٹ کر دائیں بائیں کا رخ کرنے لگے۔[1]

اے اللہ! تو ان کافروں کو مار!

احد کے روز جب مشرکین واپس چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہء کرام سے فرمایا: ”برابر ہو جاؤ، ذرا میں اپنے رب کی ثنا کرلوں“ اس حکم پر صحابہء کرام نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور آپ یوں گویا ہوئے:

”اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ، اَللّٰھُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ، وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ، وَلَا هَادِيَ لِمَنْ أَضْلَلْتَ، وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ، وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ۔ اَللّٰھُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ۔ اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ الَّذِيْ لَا يَحُوْلُ وَلَا يَزُوْلُ۔ اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ، وَالْأَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ۔ اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا وَشَرِّ مَا مَنَعْتَ۔ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ۔ اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَأَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَأَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ، غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ۔ اَللّٰھُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ، وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ، وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ۔ اَللّٰھُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلٰهَ الْحَقِّ!“

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۸۰۶۲، ۱۸۰۶۶، سنن ابن ماجہ رقم: ۱۲۶۹ باسناد ضعیف کما قال الشیخ شعیب الارنؤوط و رفقاءہ۔ نیز دیکھیے فتح الباری: ۲/ ۶۴۸-۶۵۱۔

(اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری حمد ہے۔ اے اللہ! جس چیز کو تو کشادہ کرے، اسے کوئی تنگ نہیں کر سکتا اور جس چیز کو تو تنگ کر دے، اسے کوئی کشادہ نہیں کر سکتا۔ جس شخص کو تو گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جس شخص کو تو ہدایت دے دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جس چیز کو تو روک دے، اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جس چیز کو تو دے دے، اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جس چیز کو تو دور کر دے اسے کوئی قریب نہیں کر سکتا اور جس چیز کو تو قریب کر دے اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔

اے اللہ! ہمارے اوپر اپنی برکتیں، رحمتیں اور فضل و رزق پھیلا دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے برقرار رہنے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو نہ ٹلے اور نہ ختم ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے فقر کے دن مدد کا اور خوف کے دن امن کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ جو کچھ تو نے ہم کو دیا ہے اس کے شر سے اور جو کچھ نہیں دیا ہے اس کے بھی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! ہمارے نزدیک ایمان کو محبوب کر دے، اسے ہمارے دلوں میں خوش نما بنا دے، کفر، فسق اور نافرمانی کو ناگوار بنا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں کر دے۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان رکھتے ہوئے وفات دے، مسلمان بنا کر زندہ رکھ اور رسوائی و فتنے سے دوچار کیے بغیر صالحین میں شامل فرما۔ اے اللہ! تو ان کافروں کو مار جو تیرے پیغمبروں کو جھٹلاتے اور تیری راہ سے روکتے ہیں۔ ان پر سختی اور عذاب نازل کر۔ اے اللہ! ان کافروں کو بھی مار جنھیں کتاب دی گئی۔ یا الہ الحق!'' [1]

اس دعا کے الفاظ کو غور سے پڑھیے اور تاریخ اسلام کے ابتدائی ادوار کا مطالعہ کیجیے تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جائے گا کہ یہ دعا شرف قبول سے ہم کنار ہوئی۔

☆ مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت جو آج زخموں سے چور تھی، نئے جوش و ولولے کے ساتھ

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۵۴۹۲، مستدرک حاکم رقم: ۴۳۰۸، حاکم نے اسے صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے رفقا نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ نیز دیکھیے صحیح الأدب المفرد رقم: والسیرة النبویة الصحیحة: ۲/۳۹۴۔

میدان میں اترتی ہے۔ فتوحات پہ فتوحات حاصل کرتی چلی جاتی ہے اور چند دہوں میں پوری دنیا پہ چھا جاتی ہے۔ حالاں کہ اسے اپنے عہد کی دیگر سلطنتوں پر کثرت افواج کے اعتبار سے برتری حاصل تھی، نہ تہذیب وتمدن کے اعتبار سے، نہ مال ودولت کے اعتبار سے اور نہ فنون سپہ گری میں واقفیت کے اعتبار سے۔ اسے فضل خداوندی کے علاوہ اور کیا نام دے سکتے ہیں۔

☆ مسلمانوں کی معاشی حالت بھی نہایت ابتر تھی۔ اسی غزوۂ احد میں کئی ایسے شہدا تھے جن کے لیے پوری کفن کا بھی انتظام نہ ہو سکا تھا۔ لیکن سو سال کے اندر ایسا معاشی انقلاب آیا کہ پانچویں خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی مستحق زکوۃ نہیں مل پا رہا تھا۔

☆ مسلمان مکی عہد میں ہمیشہ خوف کے سایہ تلے زندگی بسر کرتے رہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد بھی اس میں کوئی خاص فرق نہیں آیا لیکن غزوۂ احزاب کے بعد بتدریج خوف ودہشت کے بادل چھٹنے لگے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مطلع صاف ہو گیا اور حالات مکمل طور سے سازگار ہو گئے۔ وہی عرب جہاں ہمیشہ خوف ودہشت خیمہ زن رہتی تھی وہاں کے حالات اس قدر اچھے ہو گئے کہ ایک اکیلی عورت حیرہ سے مکے کا سفر کرتی اور اسے اپنے جان ومال کے سلسلے میں کسی قسم کا کوئی خوف وامن گیر نہ ہوتا۔

☆ انسان کے لیے دنیوی نعمتوں کا حاصل ہونا اور نہ ہونا دونوں فتنے کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ جسے دنیوی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں وہ کبر وغرور کا شکار ہو کر اللہ کو بھلا بیٹھتا ہے۔ دوسری طرف مال ودولت سے محروم شخص بھی بسا اوقات باغیانہ تیور اختیار کر کے اللہ کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ اگر ہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا مطالعہ کریں تو یہ صاف نظر آئے گا کہ وہاں اس کے برعکس نعمتوں کے ساتھ شکر وسپاس اور مفلسی وقلاشی کے ساتھ قضائے الٰہی پر رضامندی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

☆ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل نور ایمان سے منور اور مزین ہوا کرتے تھے۔ وہاں کفر وعصیان کی تاریکی کے گزر کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کے لیے موت کو گلے لگا لینا آسان تھا لیکن وادیٔ کفر

وعصیان میں قدم رکھنا ناممکن ۔ ان کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا؛ جب تک زندہ رہیں رب کا مطیع و فرماں بردار بندہ بن کر زندہ رہیں اور جب دنیا سے رخصت ہوں تو اس کا فرماں بردار بن کر رخصت ہوں۔ رومیوں کے بادشاہ کے سامنے عبداللہ بن حذافہ سہمی اور مسیلمہ کذاب کے سامنے حبیب بن زید رضی اللہ عنہما کا موقف اور ثبات یہی کچھ بیان کرتا ہے۔

☆ کفار مکہ غزوۂ احد کے بعد بھر دو بدو جنگ میں کبھی مسلمانوں کو بھاری نقصان نہ پہنچا سکے بلکہ خود آہستہ آہستہ اپنا وجود کھوتے چلے گئے۔ اس کے چند سالوں ہی کے بعد مکہ فتح ہو گیا اور ہر طرف اسلام کا بول بالا قائم ہو گیا۔

☆ کفار مکہ ہی کی طرح یہود مدینہ کو بھی اپنی سازشوں کا وبال اٹھانا پڑا۔ پہلے مدینہ اور بعد میں جزیرۃ العرب سے باہر نکال دیے گئے اور ذلت کی وادیوں میں بھٹکتے رہے۔

اے اللہ! بنولحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت کر!

صفر سنہ ۴ھ میں عضل وقارہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ذکر کیا کہ ان کے اندر اسلام کا چرچا ہے، لہٰذا ان کے ہمراہ کچھ لوگوں کو دین سکھانے کے لیے روانہ فرما دیں۔ آپ نے عاصم بن ثابت ؓ کو امیر بنا کر دس افراد روانہ فرمائے۔ جب یہ لوگ رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے رجیع نامی ایک چشمے پر پہنچے تو عضل وقارہ کے اشارے پر قبیلۂ ہذیل کی ایک شاخ بنولحیان ان پر چڑھ دوڑی۔ آٹھ صحابۂ کرام کو قتل کر ڈالا اور دو کو گرفتار کر کے قریش مکہ کے ہاتھوں بیچ دیا۔ جنھیں بعد میں شہید کر دیا گیا۔[1]

اسی مہینہ ایک اور واقعہ پیش آیا جو رجیع کے حادثے سے کہیں زیادہ سنگین تھا۔ نجد کے علاقے سے ابو براء نامی ایک شخص نے خدمت رسول میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ اپنے اصحاب کو دعوت دین کے لیے اہل نجد کے پاس بھیجیں تو اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آنے کی

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۴۰۸۶ وعام کتب سیرت۔

امید ہے۔ آپ نے کچھ پس وپیش کے بعد ابو برا کی طرف سے تحفظ فراہم کرنے کے وعدے پر اپنے ستر صحابہء کرام کو روانہ کردیا۔ یہ لوگ فضلا، قرا، سادات اور اخیار صحابہ تھے۔ جب یہ حضرات معونہ کے کنویں پر پہنچے تو بنو عامر کے سردار عامر بن طفیل کے بھڑکانے پر بنو سلیم کے تین قبیلوں عصیہ، رعل اور ذکوان نے ان کا محاصرہ کر کے بے دردی کے ساتھ قتل کردیا۔

رسول اللہ ﷺ کو معونہ اور رجیع کے ان الم ناک واقعات سے جو چند ہی دن آگے پیچھے پیش آئے تھے اس قدر رنج ہوا اور آپ اس قدر غمگین و دل فگار ہوئے کہ جن قبیلوں نے ان صحابہ کے ساتھ غدر وقتل کا یہ سلوک کیا تھا ان پر ایک مہینے تک بددعا فرماتے رہے۔

آپ نماز فجر میں رکوع کے بعد فرماتے:

”اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِیْ لِحْیَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَ عُصَيَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ“

(اے اللہ! بنولحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت کر جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے اضطراب و بے قراری نے عرش الٰہی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اللہ رب العزت نے اپنے نبی کی تسکین قلب کے لیے شہدائے بئر معونہ کے تعلق سے یہ آیت نازل فرمائی، جو بعد میں منسوخ ہوگئی:

”بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَأَرْضَانَا“

(ہماری قوم کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب کے پاس آگئے ہیں، ہمارا رب ہم سے راضی ہے اور ہمیں [اپنی نعمتوں سے] اس نے خوش رکھا ہے)

تب جا کر آپ کو سکون ملا اور بددعاؤں کا سلسلہ ختم ہوا۔[1]

اے اللہ! اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردے!

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۱۰۰۱-۱۰۰۳، ۴۰۸۸-۴۰۹۶، صحیح مسلم رقم: ۶۷۷، ۶۷۹، مسند احمد رقم: ۱۲۰۶۴، ۱۲۰۸۷۔

رسول اکرم ﷺ نے محرم سنہ ۷ ھ کی پہلی تاریخ (رحمۃ للعالمین: ۱/ ۱۵۰) کو ساسانی سلطنت کے فرماں روا خسرو پرویز کے نام ایک دعوتی خط ارسال کیا۔ اس کے سامنے جب نامۂ رسول کو پڑھا گیا تو اسے چاک کر ڈالا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا:

میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ مَزِّقْ مُلْكَهُ"[1]

(اے اللہ! اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دے)

چنانچہ اس کے چند مہینے بعد ہی ۱۰ جمادی الاولی سنہ ۷ ھ[2] کو خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے فنا کے گھاٹ اتار کر خود تخت و تاج کا مالک بن بیٹھا۔ اس مغرور بادشاہ کی موت کے ساتھ ہی دفعتاً ایسی ابتری پیدا ہوئی کہ ایوان حکومت کو پھر سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔ شیرویہ نے کل آٹھ مہینے حکومت کی اور اپنے تمام بھائیوں کو جو کم و بیش پندرہ تھے قتل کرا دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اردشیر سات برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ لیکن ڈیڑھ برس کے بعد دربار کے ایک افسر نے اس کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ سنہ ہجری کا بارھواں سال تھا۔ چند روز کے بعد درباریوں نے اس کو قتل کر کے جوان شیر کو تخت نشین کیا۔ وہ ایک برس کے بعد قضا کر گیا۔ اب چوں کہ خاندان میں یزدگرد کے سوا جو نہایت صغیر السن تھا اولاد ذکور باقی نہیں رہی تھی، پوران دخت کو اس شرط پر تخت نشین کیا کہ یزدگرد سن شعور کو پہنچ جائے گا تو وہی تخت و تاج کا مالک بن جائے گا۔[3]

اسی پوران دخت کے زمانے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے مسلمانوں نے عراق کے سرحدی علاقوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ پھر سنہ ۱۴ھ میں قادسیہ کے میدان میں مسلمانوں اور فارسیوں کے درمیان

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۶۴، ۲۹۳۹، ۴۴۲۴، ۷۲۶۴۔ فتح الباری: ۸/ ۱۶۱۔ دعا کے الفاظ ابن سعد کے ہیں۔

[2] فتح الباری: ۸/ ۱۶۱۔ [3] الفاروق ص: ۷۸۔

ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے ایرانیوں کے چھکے چھڑا دیے۔ وہ اپنا پایہء تخت مدائن بھی نہ بچا سکے۔ اس کے بعد سنہ ۲۱ھ میں نہاوند کے مقام پر ایک اور زبردست لڑائی ہوئی جسے فتح الفتوح کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ساسانی سلطنت کے باقی ماندہ حصوں پر بھی قبضہ کرلیا اور وقت کی سب سے عظیم سلطنت کا خاتمہ اس وقت ہوگیا جب اس کا آخری فرماں روا یزدگرد دس سالہ آوارگی کی زندگی گزارنے کے بعد مرو میں سنہ ۳۱ھ میں قتل ہوگیا۔

اس طرح ایک متکبر کے تکبر نے پونے چار سو سال پرانی ایک عظیم ترین سلطنت کو صرف پچیس سال کے مختصر عرصے میں تاریخ کا حصہ بنا دیا!

اللہ انھیں ہلاک کرے!

مکہ فتح ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ مسجد حرام تشریف لے گئے۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور خانہء کعبہ کے ارد گرد رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں کو گرا دیا۔ تکمیل طواف کے بعد خانہء کعبہ کا دروازہ کھلوایا۔ اندر داخل ہوئے تو تصویریں نظر آئیں۔ ان میں ابوالانبیا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند ارجمند اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں بھی تھیں۔ ان کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

”قَاتَلَهُمَا اللّٰهُ ، وَاللّٰهِ مَا اسْتَقْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ“[1]

(اللہ انھیں ہلاک کرے۔ اللہ کی قسم! ان دونوں نبیوں نے کبھی فال کے تیر استعمال کیے ہی نہیں)

چنانچہ کچھ ہی دنوں کے اندر جزیرۃ العرب سے کفر و شرک کی آلائشوں کو دھو ڈالا گیا۔

اللہ کی لعنت ہو چار بادشاہوں پر

---

[1] مسند احمد رقم: ۳۰۹۳، ۳۴۵۵، صحیح بخاری رقم: ۳۳۵۲، ۴۲۸۸، ابوداود رقم: ۲۰۲۷۔

عمرو بن عبسہ سلمی ﷛ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی لعنت ہو چار بادشاہوں یعنی جَمد، مِخُوس، مِشْرَح، اَبْضَعہ اور ان کی بہن عَمَرّدہ پر''[1]

ابن سعد کے مطابق یہ چاروں بادشاہ اشعث بن قیس کے ساتھ خدمت رسول میں حاضر ہوکر مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن وطن لوٹنے کے بعد ارتداد کا شکار ہو گئے اور ''یوم النُجیر'' میں قتل کیے گئے تھے۔ چوں کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک وادی تھی اس لیے انھیں بادشاہ کہا گیا ہے۔

اور یاقوت حموی کے مطابق ''نُجیر'' یمن میں حضرموت کے پاس ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اشعث بن قیس کے ساتھ اہل ارتداد نے پناہ لی تھی۔ پھر زیاد بن لبید البیاضی نے اس کا محاصرہ کر کے بزور قوت فتح کرنے کے بعد اس میں موجود لوگوں کو قتل کر دیا تھا اور اشعث بن قیس کو گرفتار کر لیا تھا۔ یہ سنہ ۱۲ھ کی بات ہے۔[2]

اور تم کو بھی!

یہودی آپ کو سلام کرتے تو ''السَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' کہنے کے بجائے ''السَّامُ عَلَيْكُمْ'' کہتے، جس کے معنی ہیں آپ کو موت آئے۔ ایک دن انھوں نے اپنی عادت کے مطابق ایسا کیا تو آپ نے فرمایا:

''وَعَلَيْكُمْ''

(اور تم کو بھی)

لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا سے رہا نہ جا سکا۔ انھوں نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے کہا:

''وَالسَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ''

---

[1] مسند احمد رقم: ۱۹۴۴۵، ۱۹۴۴۶۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

[2] مسند احمد مع تحقیق الشیخ شعیب ارنووط ومعاونیہ: ۱۹۴/۳۲-۱۹۵۔

(موت تمھاری آئے اور تم پر اللہ کی لعنت وغضب ہو)

البتہ آپ نے ان کے اس بے باقانہ انداز کو پسند نہیں کیا۔ فرمایا:

”ٹھہرو عائشہ! نرمی سے کام لو۔ سختی سے بچو!“

عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے نہیں سنا کہ انھوں نے کیا کہا؟

فرمایا: تو کیا تم نے نہیں سنا کہ میں انھیں کیا جواب دیا؟ میں نے ان کی بات ان پر لوٹا دی۔ میری دعا ان کے حق میں قبول ہوتی ہے جب کہ ان کی دعا میرے حق میں قبول نہیں ہوتی۔[1]

عہد رسول سے ہٹلر کے زمانے تک کی یہودیوں کی تاریخ پڑھ جایئے، دعائے رسول کی قبولیت کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ قطع نظر اس سے کہ اس میں کتنی صداقت ہے کہا جاتا ہے کہ صرف ہٹلر کے آہنی ہاتھوں سے ساٹھ لاکھ یہودی ہلاک ہوئے۔

اللہ کرے! تو دائیں ہاتھ سے نہ کھا سکے!

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے اسے دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم دیا تو تکبر آڑے آ گیا۔ اس نے جواب میں کہا:

میں دائیں ہاتھ سے کھا نہیں سکتا۔

چوں کہ اس نے گھمنڈ میں آ کر حکم رسول پر عمل کرنے سے انکار کیا تھا اور ایک باطل عذر پیش کیا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا اسْتَطَعْتَ“

(اللہ کرے تو دائیں ہاتھ سے نہ کھا سکے۔)

رسول کی بد دعا کا اثر دیکھیے کہ وہ شخص پھر کبھی اپنا دایاں ہاتھ منہ کی طرف نہ اٹھا سکا۔[2]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۶۳۹۵، ۶۴۰۱

[2] صحیح مسلم رقم ۲۰۲۱۔ مسند احمد رقم: ۱۶۴۹۳۔ صحیح ابن حبان رقم: ۶۵۱۳۔

پھر ایسا ہی ہوگا!

ایک مرتبہ رسول ﷺ ایک دیہاتی کے پاس اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور حسب عادت فرمایا:

”لَا بَأْسَ، طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ“

(فکر کی کوئی بات نہیں، ان شاء اللہ یہ بیماری گناہوں سے پاک کر دے گی)

لیکن اس دیہاتی نے آپ کے ان مبارک کلمات کے جواب میں کہا:

آپ کہتے ہیں یہ پاک کرنے والی ہے؟ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بوڑھے پر غالب آ کر اسے قبر تک پہنچا کے رہے گی!

آپ نے فرمایا:

”فَنَعَمْ إِذاً!“[1]

(پھر ایسا ہی ہوگا)۔

ابن التین کہتے ہیں کہ آپ کا فرمان ”پھر ایسا ہی ہوگا“ دو احتمال رکھتا ہے؛ یا تو یہ اس دیہاتی پر بددعا ہے یا پھر اس کے انجام کا بیان ہے۔[2]

اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ دوسرے ہی دن وہ دیہاتی اس دنیا سے چل بسا۔[3]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۳۶۱۶، ۵۶۵۶، ۵۶۶۲، ۷۴۷۰۔

[2] فتح الباری: ۱۰/ ۱۴۷۔

[3] فتح الباری: ۶/ ۷۷۵۔

عام دعائیں

پچھلے صفحات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ رسول اکرم ﷺ تمام ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے رب دو جہاں کا دروازہ کھٹکھٹاتے، اسی سے فریاد کرتے اور حصول مراد سے شرف یاب ہوتے۔ لیکن یہ کہنا قطعاً غلط ہوگا کہ رب کائنات کے باب عالی میں آپ کا دست دعا اسی وقت اٹھتا تھا جب کوئی مصیبت آن پڑتی یا ضرورت لاحق ہوتی۔ کیوں کہ احادیث پاک کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ آپ عام اوقات اور حالات میں بھی وظیفۂ عبودیت و بندگی کو ادا کرتے ہوئے بکثرت دعائیں کرتے اور اللہ رب العزت سے جو منبع جود و سخا اور فضل و کرم ہے دنیا و آخرت کی بھلائیاں طلب فرماتے۔ کتب حدیث میں آپ کی ان عام دعاؤں کا بڑا وسیع اور قیمتی ذخیرہ موجود ہے۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ ان ساری دعاؤں کو یہاں نقل کیا جائے لیکن ان کا مختصر سا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔ اس انتخاب کے وقت دو باتیں پیش نظر رہی ہیں؛

اول: انھیں نقل کرنے کے بعد ایک سرسری جائزہ پیش کر دیا جائے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ آپ کی یہ دعائیں بھی قبولیت سے سرفراز ہوئیں۔

دوم: ان حضرات کی ضرورت کی تکمیل جو اس کتاب کے مشمولات کے مطالعے کے بعد آپ ﷺ کی ماثور دعاؤں کی برکتوں سے فیض یاب ہونا چاہیں۔

دعائیں:

ا۔ رسول اکرم ﷺ دو سجدوں کے درمیان فرماتے:

”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ، وَارْحَمْنِیْ، وَاھْدِنِیْ، وَاجْبُرْنِیْ، وَعَافِنِیْ، وَارْزُقْنِیْ

وَارْفَعْنِیْ‘‘۔[1]

(اے اللہ! مجھے معاف کر دے، مجھ پر رحم فرما، میری رہنمائی فرما، میرے نقصان پورے کر دے، مجھے عافیت دے، مجھے رزق دے اور مجھے بلندی عطا فرما)

۲۔ نماز فجر کے بعد فرماتے:

’’اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعًا، وَرِزْقاً طَیِّبًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا‘‘[2]

(اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم، پاکیزہ رزق اور قبول ہونے والا عمل مانگتا ہوں)

۳۔ عام اوقات میں فرماتے:

’’اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ الْھُدٰی، وَالتُّقٰی، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰی‘‘۔[3]

(اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، پرہیز گاری، پاک دامنی اور لوگوں سے بے نیازی کا سوال کرتا ہوں)

۴۔ یہ بھی فرماتے:

’’اَللّٰھُمَّ أَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَةُ أَمْرِیْ، وَأَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ، وَأَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ، وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِیْ فِیْ كُلِّ خَیْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِیْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ‘‘۔[4]

(اے اللہ! میرے دین کی اصلاح فرما جو میرے بچاؤ کا ذریعہ ہے، میری دنیا کی اصلاح فرما جس میں میرے گزر بسر کا سامان ہے، میری آخرت کی اصلاح فرما جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے، میرے لیے زندگی کو ہر طرح کی خیر میں اضافے کا سبب بنا اور موت کو ہر طرح کے شر سے راحت کا ذریعہ بنا)

---

[1] سنن ابی داؤد رقم: ۸۵۰، سنن ترمذی رقم: ۲۸۴، سنن ابن ماجہ رقم: ۸۹۸، صحیح سنن الترمذی رقم: ۲۳۳۔

[2] سنن ابن ماجہ رقم: ۹۲۵، صحیح سنن ابن ماجہ: ۱/۱۵۲۔ [3] صحیح مسلم رقم: ۲۷۲۱۔ [4] صحیح مسلم رقم: ۲۷۲۰۔

۵۔ صبح وشام فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ، اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ، اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ، وَ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ"[1]

(اے اللہ! مجھے میرے بدن میں عافیت دے، اے اللہ! مجھے میرے کانوں میں عافیت دے، اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں عافیت دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ! میں کفر اور غربت سے تیری پناہ مانگتا ہوں، عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں)

۶۔ یہ بھی فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ، أَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِيْ، وَتَوَفَّنِيْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَأَسْأَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى، وَأَسْأَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ، وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُكَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ، وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلَى وَجْهِكَ وَ الشَّوْقَ اِلَى لِقَائِكَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءِ مُضِرَّةٍ، وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِيْنَ"[2]

(اے اللہ! اپنی غیب دانی اور مخلوق پر قدرت رکھنے کے باعث مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم کے مطابق میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو اور اس وقت مجھے وفات دے دینا جب تیرے علم کے مطابق وفات میرے لیے بہتر ہو۔ اے اللہ! میں غائب اور حاضر دونوں حالتوں میں تجھ

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۰۴۳۰، سنن ابی داود رقم: ۵۰۹۰، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو متابعات وشواہد کی بنیاد پر حسن کہا ہے۔

[2] سنن نسائی رقم: ۱۳۰۴، صحیح سنن النسائی: ۱/۲۸۱۔

سے تیری خشیت کا سوال کرتا ہوں۔ راضی اور ناراضی دونوں حالتوں میں کلمۂ حق کہنے کی توفیق کا سوال کرتا ہوں، مال داری اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق مانگتا ہوں، تجھ سے ایسی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہو، آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو، تجھ سے تیرے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق مانگتا ہوں، موت کے بعد زندگی کی ٹھنڈک مانگتا ہوں، تیرے چہرے کے دیدار کی لذت کا طالب ہوں۔ تیری ملاقات کے شوق کا طالب ہوں جو بغیر کسی تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کن فتنے کے حاصل ہو۔ اے اللہ! ایمان کی زینت سے مزین فرما اور ہمیں رہنما و راہ یاب بنا دے)

۷۔ ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِىْ مِسْكِيْناً وَأَمِتْنِىْ مِسْكِيْناً وَاحْشُرْنِىْ فِىْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ“ [1]

(اے اللہ! تو مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین بنا کر وفات دے اور قیامت کے دن مسکینوں کے زمرے میں شامل فرما)

۸۔ زیاد بن علاقہ کے چچا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ وَالْأَدْوَاءِ“ [2]

(اے اللہ! میں ناپسندیدہ اخلاق، اعمال، خواہشات اور بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں)

۹۔ ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِىْ بِالْإِسْلَامِ قَائِمًا، وَاحْفَظْنِىْ بِالْإِسْلَامِ قَاعِدًا، وَاحْفَظْنِىْ بِالْإِسْلَامِ رَاقِدًا، وَلَا تُشْمِتْ بِىْ عَدُوًّا وَلَا حَاسِدًا، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ أَسْأَلُكَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ“ [3]

---

[1] عبد بن حمید، صحیح الجامع رقم: ۱۲۶۱۔ [2] ترمذی، طبرانی، مستدرک حاکم، صحیح الجامع رقم: ۱۲۹۸۔

[3] مستدرک حاکم: ۱/۵۲۵، صحیح الجامع رقم: ۱۲۶۰۔

(اے اللہ! تو اسلام کے ذریعے میری حفاظت فرما کھڑے ہونے کی حالت میں، اے اللہ! تو اسلام کے ذریعے میری حفاظت فرما بیٹھنے کی حالت میں، اے اللہ! تو اسلام کے ذریعے میری حفاظت فرما سونے کی حالت میں، کسی دشمن اور حاسد کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے، اے اللہ! میں تجھ سے ہر وہ خیر طلب کرتا ہوں جس کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور ہر اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں)

۱۰۔ ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ان الفاظ کے ساتھ دعا فرماتے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِکَ مِنَ التَّرَدِّی وَالْھَدْمِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ، وَ أَعُوْذُبِکَ مِنْ أَنْ یَتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَالْمَوْتِ، وَ أَعُوْذُبِکَ أَنْ أَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِراً، وَ أَعُوْذُبِکَ أَنْ أَمُوْتَ لَدِیْغاً“[1]

۱۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی ایک دعا یہ تھی:

”اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ، وَاجْعَلْھُمَا الْوَارِثَ مِنِّی، وَانْصُرْنِیْ عَلیٰ مَنْ ظَلَمَنِیْ، وَخُذْمِنْہُ ثَأْرِیْ“[2]

۱۲۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ دعا کے وقت فرمایا کرتے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَالْھَرَمِ، وَالْقَسْوَۃِ، وَالْغَفْلَۃِ، وَالْعَیْلَۃِ، وَالذِّلَّۃِ، وَالْمَسْکَنَۃِ، وَ أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْکُفْرِ، وَالْفُسُوْقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ، وَالسُّمْعَۃِ وَالرِّیَاءِ، وَ أَعُوْذُبِکَ مِنَ الصَّمَمِ، والْبَکَمِ، وَالْجُنُوْنِ، وَالْجُذَامِ، وَالْبَرَصِ، وَسَیِّءِ الْأَسْقَامِ“[3]

(اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی، سستی، بزدلی، بخل، سخت بڑھاپے، سنگ

---

[1] نسائی و مستدرک حاکم، صحیح الجامع رقم: ۱۲۸۲۔ [2] ترمذی، مستدرک حاکم، صحیح الجامع رقم: ۱۳۱۰۔

[3] مستدرک حاکم، الدعاء للبیھقی، صحیح الجامع رقم: ۱۲۸۵۔

دلی، غفلت محتاجی، ذلت اور بے چارگی سے۔ تیری پناہ مانگتا ہوں غربت، کفر، فسق، آپسی لڑائی جھگڑے، نفاق، جھوٹی شہرت اور ریاکاری سے۔ تیری پناہ مانگتا ہوں بہرے پن، گونگے پن، پاگل پن، کوڑھ، سفید داغ اور تمام بری بیماریوں سے)

۱۳۔ انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّیْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ“[1]

(اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں پریشانی اور غم سے، درماندگی اور کاہلی سے، بزدلی اور بخل سے اور قرض کے بوجھ و لوگوں کے تسلط سے)

۱۴۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْھَرَمِ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ عَنِّی خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا كَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْأَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ“[2]

(اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سستی سے، سخت بڑھاپے سے، گناہ سے، قبر کے فتنہ اور اس کے عذاب سے، جہنم کے فتنہ اور اس کے عذاب سے، مال داری کے فتنے کے شر سے، تیری پناہ چاہتا ہوں محتاجی کے فتنے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو دھو دے برف اور اولے کے پانی سے، میرے دل کو گناہوں سے اسی طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کیا ہے، میرے اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری پیدا

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۶۳۶۹۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۶۳۶۸۔

کر دے جتنی دوری مشرق و مغرب کے بیچ میں پیدا کی ہے)

۱۵۔ جب گھر سے نکلتے تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے اور فرماتے:

”اَللّٰھُمَّ اِنّیْ أَعُوْذُبِكَ أَنْ أَضِلَّ، أَوْ أُضَلَّ، أَوْأَزِلَّ، أَوْأُزَلَّ، أَوْأَظْلِمَ، أَوْأُظْلَمَ، أَوْأَجْھَلَ، أَوْیُجْھَلَ عَلَیَّ“[1]

(اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیا جاؤں، پھسل جاؤں یا پھسلا دیا جاؤں، ظلم کروں یا ظلم کا شکار بنوں، میں کسی سے جہالت سے پیش آؤں یا میرے ساتھ کوئی جہالت سے پیش آئے۔)

۱۶۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جو دعائیں فرمایا کرتے ان میں سے ایک یہ ہے:

”اَللّٰھُمَّ اِنّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِیْعِ سَخَطِكَ“۔[2]

(اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہونے، تیری عافیت سے محرومی، اچانک تیرے عذاب کے سر پر آ جانے اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے)

۱۷۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ان کلمات کو پابندی کے ساتھ صبح و شام پڑھا کرتے:

”اَللّٰھُمَّ اِنّیْ أَسْأَلُكَ الْعَفْوَوَالْعَافِیَةَ فِیْ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ، اَللّٰھُمَّ اِنّیْ أَسْأَلُكَ الْعَفْوَوَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَأَھْلِیْ وَمَالِیْ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ، وَآمِنْ رَوْعَاتِیْ، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ، وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ، وَأَعُوْذُبِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ“۔[3]

---

[1] سنن ابی داود رقم: ۵۰۹۴، سنن ترمذی رقم: ۳۴۲۷، صحیح سنن الترمذی: ۱۵۲/۳۔ [2] صحیح مسلم رقم: ۲۷۳۹۔

[3] سنن ابی داود رقم: ۵۰۷۴، سنن ابن ماجہ رقم: ۳۸۷۱، صحیح سنن ابن ماجہ: ۳۳۲/۲۔

(اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین و دنیا اور اہل و مال میں معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے عیوب پر پردہ ڈال دے اور میری گھبراہٹوں کو دور کر دے۔ اے اللہ! تو میرے سامنے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے اور اوپر سے میری حفاظت فرما۔ میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ ناگہاں نیچے سے ہلاک کیا جاؤں)

۱۸۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا“ [۱]

(اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی، سستی، بزدلی، بخل، سخت بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے۔ اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اس کا تزکیہ فرما، تو ہی سب سے بہتر تزکیہ کرنے والا ہے۔ تو اس کا کارساز و مددگار ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، ایسے دل سے جس میں خوف خدا نہ ہو، ایسے نفس سے جو آسودہ نہ ہوتا ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہوتی ہو)

۱۹۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ، وَمِنْ زَوْجٍ تُشَيِّبُنِیْ قَبْلَ الْمَشِيْبِ، وَمِنْ وَلَدٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ رَبًّا، وَمِنْ مَالٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ عَذَابًا، وَمِنْ خَلِيْلٍ مَاكِرٍ عَيْنُهُ تَرَانِیْ وَقَلْبُهُ يَرْعَانِیْ، اِنْ رَأَى حَسَنَةً دَفَنَهَا وَاِنْ رَأَى سَيِّئَةً أَذَاعَهَا“ [۲]

---

[۱] صحیح مسلم رقم: ۲۷۲۲۔

[۲] أخرجه الطبرانی فی الدعاء، دیکھیے الصحیحة رقم: ۳۱۳۷۔

(اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں برے پڑوسی سے، ایسی بیوی سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا بنا دے، ایسی اولاد سے جو آقا بن بیٹھے، ایسے مال سے جو عذاب بن جائے، ایسے دوست سے جس کی آنکھ مجھے دیکھے اور جس کا دل میرے ٹوہ میں لگا رہے، اگر کوئی خوبی دیکھے تو اسے دفن کر دے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اس کی تشہیر کرے)

۲۰۔ ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں:

”كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ“[1]

(رسول ﷺ گرفتار بلا ہونے، بدحالی کے شکار ہونے، قضا و قدر کی برائی اور دشمنوں کے ہنسنے کا موقع پانے سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے)

۲۱۔ انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ اکثر و بیشتر یہ دعا فرمایا کرتے:

”رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“[2]

(اے ہمارے رب! ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا)

سرسری جائزہ:

مذکورہ دعاؤں کے ذریعے آپ ﷺ اپنے رب سے جو چیزیں طلب کرتے اور جن چیزوں سے پناہ مانگتے، ان میں سے بعض کا تعلق دنیوی زندگی سے ہے اور بعض کا اخروی زندگی سے۔ اخروی زندگی سے تعلق رکھنے والے امور ہماری گفتگو کے دائرے سے باہر ہیں۔ رہی بات دنیوی زندگی سے تعلق رکھنے والی اشیا کی تو ان کے بارے میں بالاستیعاب گفتگو طوالت کی باعث ہوگی۔ اس لیے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے چند امور کے بارے میں ایک سرسری جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

---

[1] بخاری رقم: ۶۳۴۷۔

[2] صحیح بخاری رقم: ۶۳۸۹۔

اللہ کا خوف:

اللہ کے ڈر اور اس کے خوف کا جتنا حصہ نبی آخر الزماں ﷺ کو ملا تھا اتنا آج تک کسی کو عطا ہوا ہے نہ ہوگا۔ خود آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''أَمَا وَاللّٰهِ اِنِّی لَأَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَخْشَاكُمْ لَهٗ''۔[1]

(سن لو! اللہ کی قسم، میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا اور اس سے ڈرنے والا ہوں)

ہدایت و رہنمائی:

اللہ تعالیٰ نے اہلِ دنیا کی اصلاح کے لیے آپ ﷺ کو اپنا نبی بنا کر بھیجا تو اس مشن کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے قدم قدم پر آپ ﷺ کی رہنمائی کرتے رہے۔ قرآن میں متعدد جگہوں میں اس رہنمائی کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

''وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا''۔[2]

(آپ کے رب کی رہنمائی و مدد آپ کے لیے کافی ہے)

بلندیٔ مقام:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسالت سے نوازا۔ آخری نبی ہونے کا تاج پہنایا۔ تمام نبیوں کا سردار بنایا۔ ساتھ ہی آپ ﷺ کے نام اور ذکر کو قائم و دائم رکھنے کا انتظام کیا۔ ارشاد ہے:

''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ''۔[3]

(اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا نام اونچا کر دیا)

---

[1] بخاری رقم: ۵۰۶۳، مسلم رقم: ۳۴۰۳۔ [2] الفرقان: ۳۱۔ [3] الشرح: ۴۔

اور علامہ منصور پوری رحمہ اللہ بڑے ہی دل کش انداز میں لکھتے ہیں:

’’بحر الکاہل کے مغربی کنارے سے لے کر دریائے ہوآنگ ہو کے مشرقی کناروں میں رہنے والوں میں سے کون ہے، جس نے صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو، جس نے رات کی خموشی میں ’’أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ‘‘ کی سریلی آواز کو جاں بخش نہ پایا ہو؟

کیا رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے، آج کسی بادشاہ کو اپنی مملکت میں، کسی ہادی کو اپنے حلقہء اثر میں یہ بات کیوں حاصل نہیں کہ اس کے مبارک نام کا اعلان ہر روز و شب اس طرح پر کیا جاتا ہو کہ خواہ کوئی سننا پسند کرے یا نہ کرے، لیکن وہ اعلان ہے کہ پردہائے گوش کو چیرتا ہوا قعرِ قلب تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ بے شک یہ اعلی خصوصیت صرف اسی برگزیدۂ انام کے نام نامی کو حاصل ہے جس کی رفعتِ ذکر کا ذمے دار خود رب العالمین بنا ہے‘‘[1]

اخلاق حسنہ:

آپ ﷺ اچھے اخلاق کے پیکر تھے اس کی گواہی خود رب کائنات نے دی ہے۔ ارشاد ہے:

’’وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ‘‘[2]

(اور آپ یقینا عظیم اخلاق والے ہیں)

اور آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے صحابہ نے بھی اس کی گواہی دی ہے۔ انس ؓ کہتے ہیں:

’’آپ ﷺ لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق کے حامل تھے‘‘[3]

---

[1] رحمۃ للعالمین: ۳/ ۲۵-۲۶، اختصاراً۔ [2] القلم: ۴۔

[3] بخاری رقم: ۳۰۴۰، مسلم رقم: ۶۵۹۔

رحمت:

رسول اکرم ﷺ کے سر پر پوری زندگی رحمت الٰہی کا شامیانہ ٹنگا رہا۔ خود قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کی نبوت و رسالت سے سرفرازی کو رحمت الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

”وَرَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ“[1]

(آپ کے رب کی رحمت اس مال سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں)

نبی امی پر نزول کتاب کو رحمت باری کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے::

”وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْ أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ وَلٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ“[2]

(آپ اس بات کے ہرگز امیدوار نہ تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی۔ یہ تو محض آپ کے رب کی مہربانی ہے [کہ آپ پر کتاب نازل ہوئی ہے])۔

گزرے ہوئے انبیا کے واقعات سے آپ ﷺ کو باخبر کرنے کو رحمت الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

”وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ“۔[3]

(اور آپ طور کے دامن میں اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) پکارا تھا۔ مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے [کہ آپ کو یہ معلومات دی جا رہی ہیں])۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ کو رب کی طرف سے جو خاص تحفظ حاصل تھا تا کہ آپ ﷺ سے کوئی غلط فیصلہ سرزد نہ ہو، اسے بھی رحمت کا نشان قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

”وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوْكَ“

(اگر آپ پر اللہ کا فضل و رحم نہ ہوتا تو ایک جماعت نے تو آپ کو بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا)

---

[1] الزخرف:۳۲۔ [2] القصص:۸۶۔ [3] القصص:۴۶۔

اور ایک مقام پر آپ ﷺ کی نرم خوئی و سہل انگاری جیسے اعلیٰ اوصاف سے متصف ہونے کو بھی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

”فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ“[۱]

(اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں)

حفاظت:

اللہ نے اپنے رسول کو اس بات کا یقین دلا دیا تھا اس کی طرف سے آپ کی حفاظت کا بندوبست کیا جائے گا۔ ارشاد ہے:

”وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ“[۲]

(اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا)

اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد کو پورا بھی کیا۔ ہمیشہ اپنے حبیب کی حفاظت کی۔ کبھی دشمن کو ہنسنے کا موقع نہیں دیا۔ کئی بار آپ ﷺ کو جان سے مار ڈالنے کی سازش تیار کی گئی لیکن ناکامی ہاتھ آئی۔ ہجرت کے موقعے پر قریش کے تمام قبائل کے منتخب افراد نے رات کے وقت آپ ﷺ کے گھر کا گھیراؤ کیا۔ سفر ہجرت کے موقعے پر سراقہ بن مالک نے بھاری بھرکم انعام کی لالچ میں آپ ﷺ کا پیچھا کیا اور قریب پہنچ گیا۔ غزوۂ احد کے موقعے پر لشکر قریش نے آپ ﷺ کے گرد حصار قائم کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ یہود بنو نضیر نے آپ ﷺ کو دیوار کے سائے میں بیٹھا کر اوپر سے پتھر لڑھکانے کی کوشش کی۔ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی نے آپ ﷺ کے کھانے میں زہر ملا دیا اور آپ نے نوالہ اٹھا کر منہ میں ڈال بھی دیا، لیکن ہر بار رب کریم ورحیم کی حفاظت دشمنوں کی سازشوں پر غالب آئی اور رسازشوں کے جال بننے والے ناکام ونامراد ہوئے۔

---

[۱] آل عمران:۱۵۹۔

[۲] المائدۃ:۶۷۔

صحت و عافیت:

آپ عمر بھر رب کے فضل خاص کے نتیجے میں صحت و عافیت سے بہرہ ور رہے۔ مرض الموت کے علاوہ نبوت کے تیئس سالہ دور میں آپ کو کوئی ایسی بیماری لاحق نہیں ہوئی جس سے بار نبوت کو اٹھانے میں کوئی خلل پیدا ہو۔ نیز اللہ تعالی نے آپ کو ان بیماریوں سے بھی محفوظ رکھا جن کا نام لے لے کر یا ''بری بیماریاں'' کہہ کر آپ ان سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

علم نافع:

رب دو جہاں نے اپنے رسول بزرگ کو قرآن و حدیث کی شکل میں علم کا ایک ایسا بیش بہا خزانہ عطا کیا جو تمام علوم کی اصل اور جڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ارشاد ہے:

''وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ''[1]

(اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت اتاری اور آپ جو نہیں جانتے تھے وہ آپ کو سکھایا)

ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے آپ کو جو علم و ہدایت دی گئی تھی اسے موسلا دھار بارش کی مانند قرار دیا ہے۔ (بخاری و مسلم)۔ جس طرح موسلا دھار بارش مردہ زمین کے حق میں زندگی کا پیغام لے کر آتی ہے، اس کے پڑتے ہی ہر طرف ہریالی چھا جاتی ہے، کھیت لہلہا اٹھتے ہیں اور انسان و دیگر حیوانات کی زندگیوں میں خوشیوں کی بارات آجاتی ہے۔ بالکل اسی طرح کتاب و سنت کا علم اہل کائنات کو حقیقی زندگی عطا کرتا ہے۔ مادیت کے حصار سے نکال کر روحانیت کی وسیع دنیا میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ انسان کو انسانیت سکھلاتا ہے۔ اس کا رشتہ اس کے خالق و مالک سے جوڑتا ہے۔ بندوں کے حقوق بتلاتا ہے۔

---

[1] النساء:۱۱۳۔

دنیا میں کامیاب زندگی جینے کا سلیقہ بتلاتا ہے۔ انواع واقسام کے علوم وفنون کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسے دنیوی ترقی وعروج سے ہم کنار کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس کی آخرت کو بناتا اور سنوارتا ہے۔ اس طرح اسے حقیقی کامیابی سے ہم کنار کرتا ہے۔

قبول ہونے والا عمل:

آپ ﷺ کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ ایک طرف آوازۂ توحید کو عام کرنے کی لگن اور جاں فشانی یہ عالم تھا کہ خود رب دوجہاں کو یہ کہنا پڑا:

''فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ اِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَسَفاً''۔[1]

(اگر کفار ایمان نہیں لائیں گے تو شاید آپ ان کے پیچھے غم سے اپنی جان ہلاک کرلیں گے)

تو دوسری طرف وظیفۂ عبودیت وبندگی کو ادا کرنے کے جذبے سے سرشار ہوکر رات میں اس قدر طویل قیام فرماتے کہ دونوں قدم سوج جاتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ جب آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیے گئے ہیں تو اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ فرمایا:

''کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنوں؟''۔[2]

روزی میں کشادگی:

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر اپنے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ''۔[3]

---

[1] الکھف: ۶۔ [2] بخاری رقم: ۴۸۳۷، مسلم رقم: ۷۱۲۶۔ [3] الضحیٰ: ۸۔

اس آیت کے تحت ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

”اللہ نے آپ کو قناعت دی۔ چنانچہ آپ نے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اور جب بڑے ہوئے تو اللہ نے آپ کی شادی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کرادی، جنھوں نے اپنی ساری دولت آپ کے قدموں میں رکھ دی۔ اور جب نبی ہوئے اور مدنی زندگی میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو اموالِ غنائم، زکاۃ وخراج اور اموالِ جزیہ کے ذریعے اللہ نے آپ کی اور آپ کے صحابہ کی غربت ومحتاجی دور کردی“ [1]

فقر ومسکنت کی زندگی:

آپ ﷺ نے اپنے رب کریم سے روزی میں کشادگی کی دعا کرنے کے ساتھ ساتھ فقر ومسکنت کی زندگی بھی طلب کی ہے۔ اور سیرت کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری زمانے میں فتوحات کی وجہ سے مال ودولت کی خاصی فروانی تھی۔ لیکن استغنا کا یہ عالم تھا کہ اس کے باوجود کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کے تناول نہیں فرمایا۔ (بخاری رقم: ۵۴۱۴)۔ کئی کئی مہینے گزر جاتے اور آپ ﷺ کے گھر میں چولھا نہیں جلتا۔ (بخاری رقم: ۲۵۶۷)۔ لگاتار کئی راتیں بھوکے پیٹ گزار دیتے۔ (ترمذی رقم: ۲۳۶۰)۔ آپ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی پتلی چھال بھری ہوئی تھی (بخاری رقم: ۶۴۵۶)۔ سبحان اللہ! یہ توفیق الٰہی نہیں تو اور کیا ہے!

بخل سے پناہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ کا جذبۂ سخاوت ماہ رمضان میں دوچند ہوجاتا۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ اس ماہ مبارک میں

---

[1] تیسیر الرحمٰن: ۱۷۴۹۔

آپ بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ جود وکرم فرمایا کرتے تھے[1]۔ اور ایک صحابی کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے ''نہ'' کہا ہو[1]۔

عاجزی، سستی اور بزدلی سے پناہ:

عاجزی، سستی اور بزدلی جیسے الفاظ آپ کی لغت میں تھے ہی نہیں۔ آپ سراپا جدوجہد تھے۔ اعلیٰ دماغ کمانڈر اور شجاعت و بہادری میں یکتا سپاہی تھے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ کا بیان ہے کہ جب زور کا رن پڑتا اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے۔ آپ سے بڑھ کر کوئی شخص دشمن کے قریب نہ ہوتا[2]۔

راضی برضا رہنے کی توفیق:

آپ ہمیشہ راضی برضا رہے۔ حتیٰ کہ سفر طائف کے موقعے پر جب آپ پتھر برسائے گئے اور جسم اطہر لہولہان ہو گیا اس وقت نہایت پرسوز انداز میں جو دعا فرمائی تھی اس میں ایک جملہ تھا:

''لَكَ الْعُتْبَىٰ حَتَّىٰ تَرْضَىٰ''

(اے اللہ! تیری ہی رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے)

ہر حال میں حق کے اعلان کی توفیق:

مشکل سے مشکل ترین حالات آئے لیکن رسول ﷺ ہمیشہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ کبھی بھی قدموں میں لغزش آنے نہیں دی۔ ذرا مکی دور کا مطالعہ کیجیے؛ مکے میں اشاعت

---

[1] بخاری رقم:۶۰۳۴، مسلم رقم:۶۰۱۸۔

[2] شفاء قاضی عیاض:۸۹/۱، صحاح وسنن میں بھی اس مضمون کی روایت موجود ہے۔ دیکھیے :الرحیق ص:۷۵۸۔

اسلام سے قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں کھلبلی مچ جاتی ہے۔ وہ آپ ﷺ کو دعوت سے باز رکھنے کے لیے ابوطالب کے ذریعے دباؤ ڈالنے کی کوششیں کرتے ہیں لیکن ان کی یہ کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں کیوں کہ آپ ﷺ اپنے موقف سے ایک انچ ہٹنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ اس کے بعد تین سال تک عام بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پھر چچا ابوطالب اور زوجہء محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد مکے کے حالات بالکل ناسازگار ہو جاتے ہیں، طائف تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں کے لوگ انتہائی بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اس کے باوجود حق کی سربلندی کی خاطر آپ ﷺ کی جدوجہد میں کوئی کمی نہیں آتی۔

امن وامان:

مکی دور اور مدنی دور کے ابتدائی حصے میں مسلمانوں کو خوف ودہشت کے سایہ تلے زندگی گزارنی پڑی، لیکن غزوۂ بدر کے بعد اچانک حالات نے کروٹ بدلے۔ خوف ودہشت کے بادل چھٹنے لگے۔ امن کا سایہ دراز ہونے لگا۔ صلح حدیبیہ کے بعد مطلع اور ذرا صاف ہوا اور فتح مکہ کے بعد تمام قبائل عرب کے دخول اسلام کا راستہ صاف ہو گیا۔ پورا جزیرۂ عرب اسلام کی آغوش میں آگیا اور ہر طرف امن وامان قائم ہو گیا۔

پیچھے ذکر کردہ دعاؤں میں طلب کی گئی ڈھیر ساری چیزوں میں سے یہ چند اہم امور ہیں۔ ویسے ان دعاؤں میں مذکور تمام اشیا آپ کو عطا کی گئی تھیں؛ پردہ نشیں کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ اعتدال آپ کا نشان تھا۔ جن حالات میں فوت ہونے سے پناہ مانگا کرتے تھے ان سے بچائے گئے۔ اخیر عمر تک سماعت وبصارت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ سخت بڑھاپے کی عمر تک بھی نہیں پہنچے کہ کسی کا محتاج بننا پڑتا۔ سخت دلی تو آپ کو چھو کر بھی نہیں گزری

تھی۔ فسق و فجور، آپسی اختلاف، نفاق، شہرت طلبی اور ریا کاری وغیرہ سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ کبھی قرض کے بوجھ سے بوجھل نہیں ہوئے۔ فقر کی حالت میں رہے لیکن فقر کے فتنے سے محفوظ اور مال و دولت بھی ہاتھ آئے لیکن اس کے فتنے سے محفوظ رہے۔ کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا۔ اپنے رب کو کبھی ناراض ہونے کا موقع نہیں دیا۔ آپ کی تقریبا تمام ہی دعائیں قبولیت سے سرفراز ہوئیں۔ مدینے میں فداکار و جاں نثار پڑوسی مل گئے۔ ازواج مطہرات نے بھی آپ کو ہمیشہ پرسکون ماحول فراہم کیا۔ باوفا اور اطاعت شعار صحابہ ملے اور اپنے مشن کی کامیابی سے آنکھیں ٹھنڈی کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا کی تمام بھلائیاں آپ کی جھولی میں ڈال دی تھیں؟؟

وہ کام جن کے کرنے والے کے لیے دعا یا بد دعا کی گئی ہے

آپ کی دعاؤں کا فیض صرف آپ کے صحابہ تک محدود نہ رہے، بلکہ قیامت تک آنے والی نسلیں ان سے فیض یاب ہو سکیں، اس بات کے پیش نظر آپ نے کچھ اعمال خیر ایسے ہیں، جن کے کرنے والے افراد کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمان و مکان کی حدوں سے قطع نظر جو بھی ان کاموں کو انجام دے گا، وہ آپ کی دعائے خیر کا مستحق بن جائے گا۔ اسی طرح کچھ ایسے برے کام ہیں، جن کی شناعت و قباحت کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کے کرنے والے کے حق میں بد دعا فرمائی ہے۔ جس زمانے میں اور جہاں بھی کوئی شخص ان کا ارتکاب کرے گا وہ آپ کی بد دعا کا مستحق ٹھہرے گا۔ ذیل میں میں اسی نوع کی دعاؤں کو نقل کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ہم اول الذکر امور کو انجام دے کر آپ کی دعائے خیر کا مستحق بن سکیں۔ اور ثانی الذکر امور سے اجتناب کر کے آپ کی بد دعا کے وبال سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔

پہلے وہ کام جن کے کرنے والوں کے لیے دعائے خیر کی گئی ہے

اشاعت حدیث کی خدمت انجام دینا

عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً، سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا، فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ“ [1]

---

[1] مسند احمد، ترمذی اور ابن حبان۔ صحیح الجامع رقم: ۶۷۶۴۔

(اللہ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے ہماری کوئی بات سنی اور اس کو اسی طرح دوسروں تک پہنچا دیا جس طرح سنا تھا۔ کیوں کہ بہت سے ایسے افراد جنھیں حدیث پہنچائی جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں)۔

عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں''۔[1]

اپنے اہل خانہ کے ساتھ تہجد کا اہتمام کرنا

ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اس شخص پر رحم کرے جو رات میں بیدار ہو، نماز پڑھے پھر اپنی بیوی کو جگا دے اور وہ بھی نماز پڑھے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پہ پانی چھڑک دے۔ اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات میں بیدار ہو، نماز پڑھے پھر اپنے شوہر کو جگا دے اور وہ بھی نماز پڑھے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پہ پانی چھڑک دے۔''[2]

اذان و امامت کے فرائض کی انجام دہی

ابو ہریرہ ؓ روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''امام ضامن ہے اور مؤذن معتمد علیہ۔ اے اللہ! اماموں کی رہنمائی فرما اور مؤذنوں کو بخش

---

[1] مسند احمد رقم: ۵۹۸۰، سنن ابی داؤد رقم: ۱۲۷۱، سنن ترمذی رقم: ۴۳۰، صحیح سنن ترمذی رقم: ۳۵۴۔

[2] مسند احمد رقم: ۷۴۱۰، سنن ابی داؤد رقم: ۱۳۰۸، سنن نسائی رقم: ۱۶۰۹، سنن ابن ماجہ رقم: ۱۳۳۶، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔

دے۔“[1]

خرید و فروخت اور تقاضے کے وقت نرمی اور فیاضی سے کام لینا

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔“[2]

حق والے سے اس کا حق معاف کرا لینا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ ایسے شخص پر رحم کرے جو اپنے بھائی کے نفس یا مال پر ظلم کر بیٹھے، پھر اس کے پاس جائے اور معاف کرا لے، اس سے پہلے کہ اس کی نیکیوں کو لے لیا جائے اور اگر اس کے پاس نیکیوں کا ذخیرہ نہ ہو تو اس کے بھائی کے گناہوں کو اس کے سر پر لا دیا جائے۔“[3]

پاکی وصفائی

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تم اپنے جسموں کو پاک وصاف رکھا کرو، اللہ تمھیں پاک وصاف رکھے۔ جو بندہ پاک وصاف ہو کر رات گزارتا ہے، اس کے پہلو میں ایک فرشتہ رات گزارتا ہے، رات میں جب بھی وہ پہلو بدلتا ہے، فرشتہ کہتا ہے:

اے اللہ! اپنے اس بندے کو بخش دے، کیوں کہ اس نے پاک صاف ہو کر رات گزاری

---

[1] ابوداود، ترمذی، ابن حبان اور بیہقی۔ دیکھیے صحیح الجامع رقم: ۲۷۸۷۔ [2] صحیح بخاری رقم: ۲۰۷۶۔

[3] صحیح ابن حبان رقم: ۷۳۶۲، شیخ شعیب ارنووط نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔

ہے''۔[1]

صلہ رحمی کرنا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''صلہ رحمی اہم چیز ہے۔ جو صلہ رحمی کرے اللہ اس سے تعلق جوڑے اور جو قطع رحمی کرے اس سے اپنا تعلق قطع کرے''۔[2]

صبح سویرے کام میں لگ جانا

رسول اکرم ﷺ ہمیشہ فوج کو صبح تڑکے روانہ فرماتے تھے اور تمام امت کے لیے یہ دعا کی تھی:

''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُوْرِهَا''۔[3]

(اے اللہ! میری امت کو صبح سویرے میں برکت دے)

بے فائدہ باتوں سے پرہیز

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ فَغَنِمَ ،أَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ''۔[4]

(اللہ رحم کرے ایسے بندے پر جو بات کرے تو فائدے میں رہے اور خاموش رہے تو محفوظ رہے)۔

علی ؓ سے محبت

---

[1] طبرانی، ابن شاہین، الضعفاء للعقیلی باسناد جید، دیکھیے الصحیحہ تحت رقم: ۲۵۳۹۔

[2] مسند احمد رقم: ۲۴۳۳۶۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

[3] سنن ابی داؤد رقم: ۲۶۰۶، سنن ترمذی رقم: ۱۲۱۲، صحیح سنن ترمذی رقم: ۹۶۸۔

[4] شعب الایمان للبیہقی، البانی نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔ الصحیحہ رقم: ۸۵۵)

رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقعے پر بمقام غدیر خم فرمایا:

’’مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ‘‘[1]

(میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر)

واضح رہے کہ یہاں جس محبت علی (ؓ) کا ذکر ہوا ہے وہ کوئی امتیازی محبت نہیں بلکہ وہی محبت ہے، جس کا حصہ ایک مسلمان کی جانب سے دوسرے مسلمان کو ملنا چاہیے۔ اس سے قطعاً ایسی محبت مراد نہیں جو غلو کی حد تک پہنچ جائے اور جس سے سرشار ہو کر ایک مسلمان دوسرے صحابہ کی تنقیص کرنے لگے۔ دراصل اس حدیث کے اندر ناصبیوں کا رد ہے جو علی ؓ سے دشمنی رکھتے ہیں[2]

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا:

’’یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کر‘‘۔[3]

یہاں بھی ’’حبّ علی‘‘ کے ضمن میں ذکر کردہ باتیں ذہن میں رہنی چاہئیں۔

اور اب وہ کام جن کا ارتکاب کرنے والوں پر بددعا کی گئی ہے۔

اللہ کے نام پر سوال کرنا

ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’مَلْعُوْنٌ مَنْ سَأَلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ وَمَلْعُوْنٌ مَنْ يُسْئَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ ثُمَّ مَنَعَ سَائِلَهُ

---

[1] اس حدیث کو علامہ البانی نے دس صحابہ کرام سے نقل کیا ہے۔ دیکھیے الصحیحۃ رقم: ۱۷۵۰۔

[2] فتاوی ابن تیمیہ: ۴/ ۴۱۸۔

[3] سنن ترمذی رقم: ۳۷۷۸، صحیح سنن ترمذی رقم: ۲۹۶۶۔

مَالَمْ یَسْئَلُہٗ ھُجْراً'' [1]

(وہ شخص لعنتی ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے اور وہ شخص بھی لعنتی ہے جس سے اللہ کا واسطہ دے کر مانگا جائے اور سائل کو کچھ نہ دے جب تک وہ بے ہودہ سوال نہ کرے)

قبروں کو مساجد بنانا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا:

''یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مساجد بنالیا'' [2]

ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ یہود و نصاری کو غارت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مساجد بنالیا'' [3]

اس بددعا میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے اور غیر شرعی کام انجام دیتے ہیں۔ [4]

غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا اور بدعتی کو پناہ دینا وغیرہ

علی بن ابی طالب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اس شخص پر اللہ کی لعنت جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔ اس شخص پر اللہ کی لعنت جو کسی بدعتی کو پناہ دے۔ اس شخص پر اللہ کی لعنت جو اپنے والدین پر لعنت کرے اور اس شخص پر اللہ کی لعنت جو زمین کی حد بندی کے نشان کو بدل ڈالے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اس پر اللہ کی لعنت جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، اس پر اللہ کی لعنت جو زمین کی حد بندی

---

[1] ابن عساکر باسناد حسن۔ الصحیحۃ رقم: ۲۲۹۰۔ [2] صحیح بخاری رقم: ۱۳۳۰، صحیح مسلم رقم: ۵۲۹۔

[3] صحیح بخاری رقم: ۴۳۷۔ صحیح مسلم رقم: ۵۳۰ [4] شرح صحیح بخاری از داؤد راز رحمہ اللہ۔

[5] مسند احمد رقم: ۸۵۵، صحیح مسلم رقم: ۱۹۷۸۔

کے نشانات کو بدلے، اس پر اللہ کی لعنت جو کسی اندھے کو راستے سے بھٹکائے، اس پر اللہ کی لعنت جو اپنے ماں باپ کو برا بھلا کہے (اور ایک روایت میں ہے کہ جوان کی نافرمانی کرے) اس پر اللہ کی لعنت جو آزاد کرنے والوں کے علاوہ کسی اور کو ولی بنائے، اس پر اللہ کی لعنت جو چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے اور اس پر اللہ کی لعنت جو قوم لوط جیسا عمل کرے"۔[1]

رسول کا نام آنے پر درود نہ بھیجنا

ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ آئے اور گزر جائے لیکن اپنی بخشش نہ کرا سکے۔ اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے والدین بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں اور ان کی خدمت کر کے دخول جنت کا سامان نہ کر سکے۔[2]

صحابہ پر زبان درازی کرنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے میرے صحابہ کو برا بھلا کہا اس پر اللہ، تمام فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے"۔[3]

حرم مدینہ کی بے حرمتی

علی بن ابی طالب ﷛ کے پاس رسول اکرم کے فرمودات پر مشتمل ایک صحیفہ تھا۔ اس کے مشمولات میں یہ بھی تھا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

[1] مستدرک حاکم، سنن بیہقی، مسند احمد، عبد بن حمید، ابویعلی، ابن حبان اور طبرانی۔ دیکھیے الصحیحہ رقم: ۳۴۶۲۔

[2] مسند احمد رقم: ۷۴۵۱، سنن ترمذی رقم: ۳۵۴۵، صحیح سنن الترمذی رقم: ۲۸۰۱۔

[3] طبرانی، دیکھیے الصحیحہ رقم: ۲۳۴۰۔

”مدینہ عائر پہاڑی سے لے کر ثور پہاڑی تک حرم ہے۔ جس نے اس حد میں کوئی بدعت نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ، تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل“

اس میں آپ کا یہ فرمان بھی تھا:

”تمام مسلمانوں میں کسی کا عہد بھی کافی ہے، اس لیے (اگر کسی مسلمان کی دی ہوئی امان میں) دوسرے مسلمان نے بدعہدی کی تو اس پر اللہ، تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل۔ اور جو شخص اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو مالک بنائے اس پر اللہ، تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے، اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل۔“[1]

اہل مدینہ پر ظلم کرنا

عبادہ بن صامت ﷛ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”اے اللہ! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں خوف و ہراس میں مبتلا کرے تو اسے خوف و ہراس میں مبتلا کر اور اس پر اللہ، تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی نہ نفل“۔[2]

قوم لوط والا عمل کرنا

ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”وہ شخص لعنتی ہے جو اپنی بیوی کے دبر میں مباشرت کرے“

---

[1] مسند احمد رقم: ۶۱۵، صحیح بخاری رقم: ۱۸۷۰، صحیح مسلم رقم: ۱۳۷۰۔ [2] طبرانی فی الاوسط: ۲/۱۲۵/۱ باسناد صحیح دیکھیے: الصحیحۃ رقم: ۳۵۱۔ [3] مسند احمد رقم: ۹۷۳۳، سنن ابی داؤد رقم: ۲۱۶۲۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے حسن کہا ہے۔

اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کی یا آزاد کرنے والے کے علاوہ کسی اور کو مولی بنایا، اس پر اللہ، تمام فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے‘‘[1]

نحوست کا قائل ہونا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ: يَقُوْلُوْنَ: اِنَّ الشُّؤْمَ فِىْ الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ‘‘[2]

(اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے جو کہتے ہیں کہ نحوست گھر عورت اور گھوڑے میں ہوتی ہے)۔

حیلہ کے ذریعے حرام کو حلال بنانا

فتح مکہ کے موقعے پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دیا ہے‘‘

عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کا کیا حکم ہے؟ اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں، کھالوں میں بطور تیل لگاتے ہیں اور لوگ اس سے چراغ بھی جلاتے ہیں؟

فرمایا: ’’وہ بھی حرام ہے‘‘

نیز فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے، ان پر چربی حرام کی گئی تو اسے پگھلا کر بیچا اور اس کی

---

[1] مسند احمد رقم: ۳۰۳۷، صحیح ابن حبان رقم: ۴۱۷۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو قوی اور امام مسلم کی شرط پر کہا ہے۔ [2] مسند طیالسی رقم: ۱۵۳۷۔ الصحیحہ تحت رقم: ۹۹۳۔

قیمت کھائی''[۱]

سودی کاروبار میں ملوث ہونا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے اس کے دونوں گواہوں اور لکھنے والے پر لعنت کی ہے۔[۲]

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس افراد پر لعنت کی ہے۔ سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے، اس کے دونوں گواہوں، حلالہ کرنے والے، حلالہ کروانے والے، زکوٰۃ روکنے والے، گودنے والی اور گدوانے والی پر۔[۳]

چوری کرنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی لعنت ہو چور پر کہ ایک انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے''۔[۴]

رشوت دینا اور لینا

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت کی ہے۔[۵]

حکمرانوں کا عوام کو مشقت میں ڈالنا

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

---

[۱] صحیح بخاری رقم:۲۲۳۶، صحیح مسلم رقم:۱۵۸۱۔ [۲] صحیح مسلم رقم:۱۵۹۷، سنن ابی داؤد رقم:۳۳۳۳، سنن ترمذی رقم:۱۲۰۶۔ [۳] مسند احمد رقم:۶۳۵۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ [۴] صحیح بخاری رقم:۶۷۹۹، صحیح مسلم رقم:۱۶۸۷۔ [۵] مسند احمد رقم:۶۵۳۲، سنن ترمذی رقم:۱۳۳۷، صحیح سنن ترمذی رقم:۱۰۷۴۔

”اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ“[1]

(اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمے دار بنے پھر وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے کسی معاملے کا ذمے دار بنے پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما)۔

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

”کتنا خوش نصیب ہے وہ حکمراں جو عدل و انصاف مہیا کر کے نبی ﷺ کی دعائے خاص کا مستحق بن جائے اور اسی حساب سے کتنا بد نصیب ہے وہ حکمراں جو عوام کے ساتھ ناانصافی کا ارتکاب کر کے حضور ﷺ کی بد دعاؤں کا مستحق اپنے آپ کو بنا لے“[2]

شراب سے کسی بھی طرح کا تعلق رکھنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”شراب، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، اٹھانے والے، وہ شخص جس کی طرف اٹھایا جائے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت کی گئی ہے“[3]

حلالہ کرنا اور کروانا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے اس پر لعنت کی ہے[4]

---

[1] مسند احمد رقم: ۲۴۶۷۶، صحیح مسلم رقم: ۱۸۲۸۔ [2] شرح ریاض الصالحین: ۱/۵۵۴-۵۵۵۔

[3] مسند احمد رقم: ۵۳۹۰۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے حسن کہا ہے۔

[4] مسند احمد رقم: ۸۲۸۷، سنن ترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ، البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

علم ہوتے ہوئے بے عملی کی راہ اختیار کرنا

ایک دن رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا: کیا جنازہ بولتا ہے؟

آپ نے فرمایا:

''اللہ بہتر جانتا ہے''

اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں وہ بولتا ہے۔

تو آپ نے فرمایا:

''اہل کتاب تم سے جو کچھ بیان کیا کریں اس کی تصدیق کرو نہ تکذیب۔ بلکہ کہو ہم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر ان کی بتلائی ہوئی بات حق ہے تو تم نے تکذیب نہیں کی اور اگر باطل ہے تو تم نے تصدیق بھی نہیں کی''

پھر فرمایا:

''قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ لَقَدْ أُوْتُوْا عِلْماً''[1]

(اللہ یہودیوں کو غارت کرے انھیں اچھا خاصا علم عطا کیا گیا تھا)

عورتوں کا بکثرت قبروں کی زیارت کرنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔[2]

واضح رہے کہ حدود شرعی کے اندر رہ کر عورتوں کے لیے زیارت قبر کی اجازت ہے بلکہ مستحب ہے۔ لیکن بکثرت زیارت ممنوع ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔[3]

---

[1] صحیح ابن حبان رقم: ۶۲۵۷۔ شیخ شعیب ارنؤوط نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔ [2] سنن ترمذی رقم: ۱۰۵۶، صحیح سنن ترمذی رقم: ۸۴۳۔ [3] تفصیل کے لیے دیکھیے: احکام الجنائز وبدعھا للالبانی ص: ۲۲۹-۲۳۷۔

مردوں کا عورتوں کی یا عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔[1]

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کر کے مخنث بنتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کر کے مرد بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ نیز دنیا سے کنارہ کش ہونے والے مردوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ شادی نہیں کریں گے اور دنیا سے کنارہ کش ہونے والی عورتوں پر جو یہ کہتی ہیں کہ شادی نہیں کریں گی.......[2]

مردوں کے لیے عورتوں کا یا عورتوں کے لیے مردوں کا لباس پہننا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو عورتوں کا لباس پہنتا ہو اور ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کا لباس پہنتی ہو۔[3]

مصنوعی بال جوڑنا، جڑوانا، گودنا اور گدوانا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مصنوعی بال جوڑنے والی اور جڑوانی والی، گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔[4]

چہرے کے بال اکھیڑنا اور سامنے کے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنا

ایک حدیث کے اندر حسن میں اضافے کے لیے چہرے کے بال اکھیڑنے والیوں اور سامنے کے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنے والیوں پر لعنت کا ذکر ہے۔[5]

---

[1] صحیح بخاری رقم: ۵۸۸۵، صحیح مسلم رقم: .....۔

[2] مسند احمد رقم: ۷۸۹۱، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے حدیث کے حصہ مذکور کو صحیح کہا ہے۔

[3] مسند احمد رقم: ۸۳۰۹، سنن ابی داؤد رقم: ۴۰۹۸، سنن ابن ماجہ رقم: ۱۹۰۳۔

[4] صحیح بخاری رقم: ۵۹۴۰، صحیح مسلم رقم: ۲۱۲۴۔

[5] صحیح بخاری رقم: ۵۹۳۹، صحیح مسلم رقم: ۲۱۲۵۔

مصیبت کے وقت چہرہ نوچنا اور گریبان پھاڑنا

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے چہرہ نوچنے والی، گریبان پھاڑنے والی اور ہلاکت وتباہی کی پکار لگانے والی عورت پر لعنت کی ہے۔[۱]

کفن چرانا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے قبر کھود کر کفن چرانے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت کی ہے۔[۲]

زمین کی حد بندی کے نشانات کو بدلنا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ کی لعنت ہو زمین کی حد بندی کے نشانات کو بدلنے والے پر۔ اللہ کی لعنت ہو اپنے آزاد کرنے والوں کے علاوہ کسی اور کو مولیٰ بنانے والے پر۔ اللہ کی لعنت ہو اندھے کو راستے سے بھٹکانے والے پر۔ اللہ کی لعنت ہو غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والے پر۔ اللہ کی لعنت ہو چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے والے پر۔ اللہ کی لعنت ہو والدین کی نافرمانی کرنے والے پر اور اللہ کی لعنت ہو قوم لوط جیسا عمل کرنے والے پر“۔[۳]

تصویر کشی

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے تصویر کشی کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔[۴]

---

[۱] سنن ابن ماجہ رقم: ۱۵۸۵، صحیح ابن حبان رقم: ۳۷۷ باسناد حسن، دیکھیے الصحیحہ رقم: ۲۱۴۷۔

[۲] بیہقی: ۸/۲۷۰، دیکھیے الصحیحہ رقم: ۲۱۴۸۔ [۳] مسند احمد رقم: ۱۹۱۵، شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [۴] مسند احمد رقم: ۱۸۷۵۶، صحیح بخاری رقم: ۲۰۸۶، ابی داؤد رقم: ۳۴۸۳۔

اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ ان لوگوں کو ہلاک کرے جو ایسی چیزوں کی تصویر بناتے ہیں جن کی وہ تخلیق نہیں کر سکتے"[1]

حصول نعمت کے وقت گانا بجانا

انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ: صَوْتُ مِزْمَارٍ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَصَوْتُ وَيْلٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ"[2]

(دو آوازوں پر لعنت ہے: حصول نعمت کے وقت بانسری کی آواز اور مصیبت کے وقت ہائے وائے کی آواز)۔

دنیا کی پرستش

ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"دینار و درہم اور شال ودوشالے کا پرستار ہلاک ہو کہ اسے یہ چیزیں دی جائیں تو خوش اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہوتا ہے"[3]

اور ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"دنیا اور اس کی ساری چیزیں ملعون ہیں سوائے اللہ کے ذکر اور اس سے متعلق چیزوں یا عالم یا متعلم کے"[4]

ننگی تلوار لے کر چلنا

---

[1] صحیح الجامع رقم: ۴۲۹۲۔

[2] الرباعیات لابی بکر الشافعی، البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے الصحیحہ: ۴۲۷۔

[3] صحیح بخاری رقم: ۲۸۸۶۔

[4] سنن ترمذی رقم: ۲۳۲۳، سنن ابن ماجہ رقم: ۴۱۱۲، علامہ البانی اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔ الصحیحۃ: ۲۷۹۷۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کچھ لوگوں کے پاس پہنچے جو ننگی تلواریں لیے ہوئے تھے تو فرمایا:

''ایسا کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ کیا میں نے تمھیں ایسا کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟''

پھر فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی تلوار میان سے نکالے، اور دیکھے پھر اپنے بھائی کو دینے کا ارادہ کرے تو میان میں ڈالنے کے بعد دے''[۱]

جانور کے چہرے پہ داغنا

جابر ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے چہرے پر داغا گیا تھا تو فرمایا:

''ایسا کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے''[۲]

علامہ سندھی لکھتے ہیں کہ علامت کے لیے چہرے کے علاوہ اور کہیں داغنا جائز ہے۔ البتہ چہرے کے احترام کے پیش نظر اس میں داغنا جائز نہیں ہے۔[۳]

ذی روح کو نشانہ بنانا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنھوں نے ایک پرندے کو باندھ رکھا تھا تا کہ اسے نشانہ بنا کر تیر اندازی کریں۔ پرندے والے کو نشانے سے خطا کرنے والے تمام تیر دینے کی بات طے ہوئی تھی۔ انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ اس کے کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے آدمی پر لعنت کی ہے جو کسی ذی روح کو نشانہ بنائے۔[۴]

---

[۱] مسند احمد رقم: ۲۰۴۲۹۔ شیخ شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

[۲] مسند احمد رقم: ۱۴۱۶۴۔ صحیح مسلم رقم: ۲۱۱۷۔ [۳] مسند احمد مع تحقیق الشیخ شعیب ارنؤوط و معاونیہ: ۲۲/۷۲۔

[۴] مسند احمد رقم: ۵۵۸۷، صحیح بخاری رقم: ۵۵۱۵، صحیح مسلم رقم: ۱۹۵۸۔

فہرست مراجع و مصادر

۱۔ ابوبکر صدیق۔ شخصیت اور کارنامے، ڈاکٹر علی محمد صلابی، اردو ترجمہ: شمیم احمد خلیل سلفی، ط ندوۃ السنۃ سدھارتھ نگر

۲۔ أحکام الجنائز و بدعھا، محمد ناصر الدین البانی، ط مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض

۳۔ الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ابو عمر یوسف بن عبد البر، ط دار المعرفۃ، بیروت

۴۔ البدایہ والنہایہ (اردو ایڈیشن)، عماد الدین اسماعیل بن کثیر، ترجمہ: پروفیسر کوکب شادانی، ط مکتبہ دانش دیوبند

۵۔ تاریخ ارض القرآن، سید سلیمان ندوی، ط دار المصنفین، اعظم گڑھ

۶۔ تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، ط کتب خانہ حمیدیہ، دہلی

۷۔ تحفۃ الأحوذی، ابو العلی محمد عبد الرحمٰن مبارکپوری، ط دار الحدیث، قاہرہ

۸۔ تفسیر أحسن البیان، حافظ صلاح الدین یوسف، ط الدار السلفیہ، ممبئی

۹۔ تفسیر القرآن العظیم، ابو الفدا عماد الدین اسماعیل ابن کثیر، ط جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی

۱۰۔ تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، ط علامہ ابن باز اسلامک اسٹڈیز سینٹر، مشرقی چمپارن

۱۱۔ جائزۃ الأحوذی فی التعلیقات علی سنن الترمذی، ثناء اللہ مدنی، ط ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ بنارس

۱۲۔ الجامع لأحکام القرآن، ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی، ط مکتبۃ الصفا، قاہرہ

۱۳۔ جہان دیدہ، محمد تقی عثمانی، ط فرید بک ڈپو، دہلی

۱۴۔ حصن المسلم، سعید بن علی القحطانی، ترجمہ: حافظ صلاح الدین یوسف، ط عفاف پبلشرز دہلی

۱۵۔ دلیل الطالبین ترجمہ و فوائد ریاض الصالحین، حافظ صلاح الدین یوسف، ط مکتبہ محمدیہ، دہلی

۱۶۔ رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، ط فرید بک ڈپو، دہلی

۱۷۔ الرحیق المختوم (اردو ایڈیشن)، صفی الرحمٰن مبارکپوری، ط المجلس العلمی، علی گڑھ

۱۸۔ زاد المعاد، ابو عبد اللہ شمس الدین ابن قیم الجوزیہ، ط مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۱۹۔ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، محمد ناصر الدین البانی، ط مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض

۲۰۔ سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، محمد ناصر الدین البانی، ط مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض

۲۱۔ سنن ابی داؤد مع العون، ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، ط دار ابن حزم، بیروت

۲۲۔ سنن ابن ماجہ بشرح السندی وتعلیقات البوصیری، ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ، ط دار المعرفۃ، بیروت

۲۳۔ سنن الترمذی مع التحفۃ، ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی، ط دار الحدیث، قاہرہ

۲۴۔ سنن النسائی بشرح السیوطی وحاشیۃ السندی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، ط دار المعرفۃ، بیروت

۲۵۔ سیر أعلام النبلاء، شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، تحقیق: محمد أیمن شبراوی، ط دار الحدیث، قاہرہ

۲۶۔ السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، ڈاکٹر اکرم ضیا عمری، ط مکتبۃ العبیکان، ریاض

۲۷۔ سیرۃ النبی، شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی، ط دار المصنفین، اعظم گڑھ

۲۸۔ شرح ریاض الصالحین، محمد بن صالح العثیمین، ط موسسۃ الرسالۃ ناشرون

۲۹۔ شرح الزرقانی، محمد بن عبدالباقی زرقانی، ط دار الحدیث، قاہرہ

۳۰۔ شرح صحیح بخاری، داؤد راز، ط مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۳۱۔ شرح النووی، ابی زکریا یحی بن شرف النووی، ط دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۲۔ صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی، تحقیق: شعیب أرنؤوط، ط موسسۃ الرسالۃ، بیروت

۳۳۔ صحیح بخاری مع الفتح، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، ط المکتبۃ الأشرفیۃ، دیوبند

۳۴۔ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، محمد ناصر الدین البانی، ط المکتب الاسلامی

۳۵۔ صحیح مسلم مع شرح النووی، ابوالحجاج مسلم بن حجاج، ط دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۶۔ عمدۃ القاری، ابومحمد بدرالدین محمد بن احمد عینی، ط زکریا بک ڈپو، دیوبند

۳۷۔ الفاروق، شبلی نعمانی، ط دار المصنفین، اعظم گڑھ

۳۸۔ فتح الباری، احمد بن علی بن حجر عسقلانی، ط المکتبۃ الأشرفیۃ، دیوبند

۳۹۔ فتح القدیر، محمد بن علی شوکانی، ط دار الحدیث، قاہرہ

۴۰۔ فیض القدیر بشرح الجامع الصغیر، مناوی، ط مکتبۃ مصر

۴۱۔ لسان العرب، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، ط دار صادر، بیروت

۴۲۔ مجموعۃ الفتاوی، ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ، ط دارالوفا

۴۳۔ مختصر سیرۃ الرسول، عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، ط جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی

۴۴۔ المرعاۃ، ابوالحسن عبیداللہ بن عبدالسلام مبارک پوری، ط ادارۃ البحوث الاسلامیۃ بالجامعۃ السلفیۃ، بنارس

۴۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم، ط دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۴۶۔ مسند، احمد بن حنبل، تحقیق شعیب ارنؤوط اور ان کے معاونین، ط مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۴۷۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ثروت صولت، ط مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

۴۸۔ منہاج السنۃ النبویۃ، ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ، ط دارالفضیلۃ، ریاض

۴۹۔ نبی رحمت، ابوالحسن علی ندوی، ط مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

۵۰۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، ابوالسعادات مبارک بن محمد الجزری، ط داراحیاء التراث العربی

☆☆☆

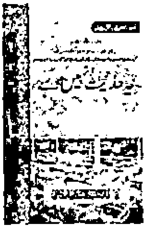

نکاح کے مسائل

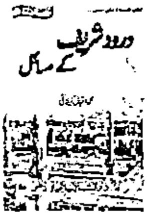
درود شریف کے مسائل

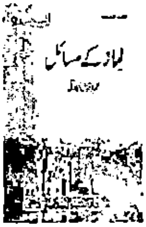
نماز کے مسائل

جنازے کے مسائل

شفاعت کا بیان

طلاق کے مسائل

زکاۃ کے مسائل

دار الکتب الاسلامیۃ، دہلی

DARULKUTUB-AL-ISLAMIA

419, Urdu Market, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110 006
Ph. : (O) 23269123, Fax : 23269123
E-mail : darulkutub@hotmail.com

یہ حدیث نہیں ہے

دین میں
تقلید
کا مسئلہ

حقوق النبی
محمد اقبال کیلانی

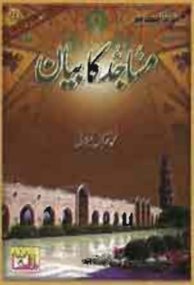
مساجد کا بیان

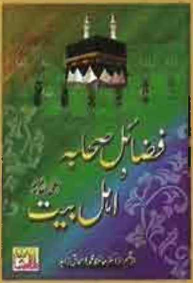
فضائل صحابہ
و
اہل بیت

چہرے کا پردہ
مستحب یا واجب؟
محمد اقبال کیلانی

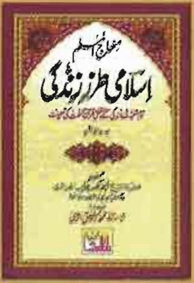
اسلامی طرز زندگی

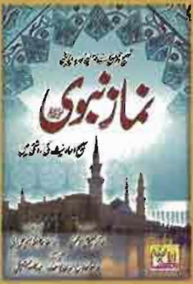
نماز نبوی
صحیح احادیث کی روشنی میں

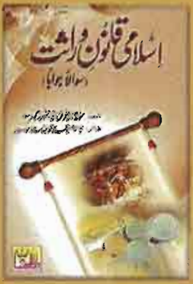
اسلامی قانون وراثت
(سوالاً جواباً)

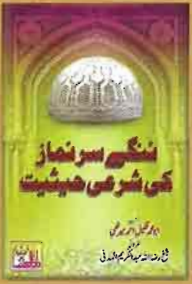
ننگے سر نماز
کی شرعی حیثیت

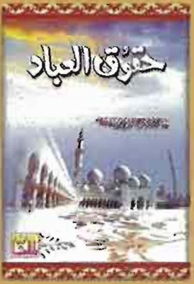
حقوق العباد

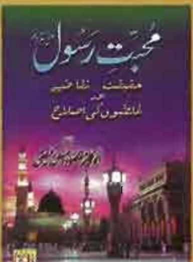

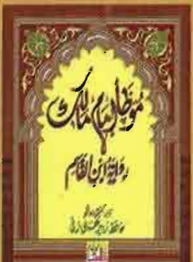
موطا امام مالک
روایۃ ابن القاسم

لباس کا بیان
محمد اقبال کیلانی

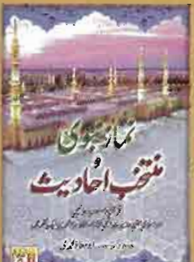
نماز نبوی
منتخب احادیث

Future Graphics 9213980444

دار الكتب الإسلامية، دهلي

DARUL KUTUB AL ISLAMIA

419, Urdu Market, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Phone & Fax : 23269123, E-mail : darulkutub@hotmail.com